

# تذکرہ جمعیت

حقائق و معلومات

علامہ ارشد القادری

وادئ نخبڈ كے بے كارسپهر



بڑے بھولے بھالے بڑے اللہ والے  
ریاض آپ کو بس ہمیں جانتے ہیں!

5874  
تہذیبی جماعت

حقائق و معلومات کے اُجالے میں

— مولفہ —

علامہ ارشد القادری مدیر جام نور جمشید پور

— الناشر —

مکتبہ نبویہ گنج بخش رڈ لاہور

83348

نام کتاب \_\_\_\_\_ تبلیغی جماعت  
مؤلف \_\_\_\_\_ علامہ ارشد القادری  
طابع \_\_\_\_\_  
ناشر \_\_\_\_\_ مکتبہ نبویہ لاہور  
کاتب \_\_\_\_\_ محمد شریف گل - لاہور  
قیمت \_\_\_\_\_  
5.00 روپے

## انتساب

اُن نیک دل مسلمانوں کے نام جو اپنی سادہ لوحی سے  
ایمان کے اُن رہنروں کو دین کا خادم سمجھتے ہیں، جو  
بستر اٹھا کر تبلیغی گشت کرتے ہیں اور قرآن و  
حدیث کی جگہ تبلیغی نصاب کی تلاوت کراتے  
پھرتے ہیں۔

خدا کرے یہ کتاب انہیں حقیقت کا عرفان  
بخشنے اور وہ اپنی خوش فہمیوں کی مصنوعی جنت سے  
لوٹ آئیں۔

# فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۲	پیغمبر از منصب کی طرف پیش قدمی	۹	پیش لفظ
۲۵	دعویٰ	۱۵	اشارات
۲۶	تصدیق	۲۰	آپ بیٹی
۲۸	تنقیص انبیاء کے جذبے کی حوصلہ افزائی	۲۰	پہلا واقعہ
۲۹	تنقیص کے فن میں دیوبندی حضرات کی مہارت	۲۵	دوسرا واقعہ
		۳۱	ایک دردناک مجلس
	● باب ۲	۳۲	تیسرا واقعہ
۵۳	تبلیغی جماعت کے اغراض و مقاصد	۳۵	قلم کی تلوار اٹھانے کا عزم
۵۳	تھا نوی صاحب کی تعلیمات کی اشاعت	۳۷	ایک سوال
۵۵	تعلیمات کے چند نمونے	۳۸	الجواب
۵۵	پہلا نمونہ		● باب ۱
۵۸	دوسرا نمونہ	۳۹	تبلیغی جماعت کی ابتداءئے آفرینش
۵۹	تیسرا نمونہ		ایک خواب کی کہانی
۶۰	ایک اہم سوال	۴۱	انصاف و دیانت کا خون
۶۱	چوتھا نمونہ	۴۳	مولانا ایباس کا تعارف

۸۱	مزارات مشاہیر اہل بیت	۶۲	پانچواں نمونہ
۸۱	مزارات مشاہیر صحابہ و تابعین	۶۳	خونناک نتائج
۸۲	زخموں کی ٹیس	۶۵	تبلیغی جماعت کا دوسرا محاذ
۸۳	ایک عینی شاہد کی روح کا اضطراب	۶۵	گنگوہی صاحب کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل
۸۳	نجدی مذہب کے ساتھ تبلیغی جماعت کا رشتہ	۶۶	پہلا کارنامہ
۸۵	خود اپنے متعلق و باہمی ہونے کا اقرار	۶۸	دوسرا کارنامہ
۸۶	عقل و حقیقت کا فیصلہ	۶۹	تیسرا کارنامہ
۸۹	نجد اور دہلی کی دعوت میں یکسانیت	۷۰	چوتھا کارنامہ
۹۱	ہند کی تبلیغی جماعت نشان قدم پر	۷۱	پانچواں کارنامہ
۹۲	نجدی حکومت کے ساتھ تبلیغی جماعت کا معاہدہ	۷۳	قبول و رد و کامرلہ
			● باب ۳
۹۲	مولانا ایبک سلطان نجد کے دربار میں	۷۵	دینی شقاوتوں کی ایک دردناک کہانی
۹۳	قلم کی چوری	۷۵	دوست کے حق میں دوست کا اعتراف
۹۳	تبلیغی جماعت کا وفد ریاض میں	۷۶	شیخ دیوبند کی زبانی
۹۵	دو ٹوک فیصلہ	۷۷	ایک سنسنی خیز انکشاف
	● باب ۴	۷۸	جمعیۃ علمائے ہند کا اعتراف
۹۷	اسلام دشمن سازشوں کی تاریخ	۷۸	لندن کا ایک تار
۹۸	ایک سوال کا جواب	۷۹	خلافت کمیٹی کے وفد کی ایک رپورٹ
۹۸	مولانا ایبک کی تبلیغی تحریک کو	۸۰	مساجد کی حُرمتوں کا خون
۹۸	حکومت برطانیہ کی طرف مالی امداد	۸۱	مزارات کا اہتمام
۹۹	لٹریچر کی تیاری کے لیے ایک قلم کا سوا	۸۱	مزارات شہزادیاں خاندانِ نبوت
۱۰۰	ایک ضروری نوٹ	۸۱	مزارات ازواجِ مطہرات

۱۱۵	۱۰۱	فیصلے کی کسوٹی	رد ایجنٹوں کا باہمی رشتہ
۱۱۶		مقدمہ کی نظیر	بھارت کی فرقہ پرست جماعتوں کے ساتھ تبلیغی جماعت کا تعلق
۱۱۸	۱۰۳	خود ہی اپنا فیصلہ	
۱۱۹	۱۰۲	ایک غلط فہمی کا ازالہ	ایک چھٹتا ہوا سوال
۱۲۱	۱۰۵	بیرونی ممالک میں دین کی تبلیغ	ایک خوشنما فریب کا ازالہ
۱۲۲	۱۰۵	ختم نبوت کے انکار پر قادیانی اور	ایک اہم راز کا انکشاف
	۱۰۷	تبلیغی جماعت کا اتفاق	
	۱۰۷	● باب ۶	تبلیغی جماعت کے اخراجات
۱۲۸	۱۰۸	ذہنی خلجان کا علاج	اجتماعات
	۱۰۸	ذہن تبدیل کرنے کے چند	تنخواہ دار امرائے جماعت
۱۲۹	۱۰۹	عجیب و غریب طریقے	مرکز نظام الدین دہلی
	۱۰۹	تبلیغی گشت	آمدنی کے ذرائع
۱۲۹	۱۰۹	پہلا واقعہ	
۱۳۰	۱۱۰	چلہ یاد دماغی تطہیر	دوسرا واقعہ
۱۳۲	۱۱۰	مولانا یوسف کے نام ایک اہم مکتوب	تیسرا واقعہ
۱۳۲	۱۱۰	مولانا یوسف کا ایک پراسرار خط	چوتھا واقعہ
۱۳۳	۱۱۱	انگلی رکھنے کے مقامات	انکار کا التزام
۱۳۵	۱۱۱	سینکھ کھولے	تبلیغی جماعت کا دستِ غیب
۱۳۶		غیرتِ ایمانی کو آواز	● باب ۵
۱۳۷		آخری کلمہ	تبلیغی جماعت کے ظاہری محاسن کا جائزہ ۱۱۳
۱۳۸		دو اور دستاویز	مسلمانوں میں دینی زندگی برپا کرنے کی جدوجہد
۱۳۸	۱۱۳	بحشید پور سے ایک سائل کا خط	
۱۳۹		خواجہ حسن نظامی کا جواب	مولانا شبلی نعمانی اور مولانا فراہی پر
۱۴۰	۱۱۳	سیکرٹری جماعت نظامیہ دہلی کا جواب	تھانوی کے کفر کا فتوے

۱۶۳	۱۴۰	جہالت کی دینی پیشوائی کا ماتم	قلم کا حق
۱۶۳	۱۴۱	نماز کی نخواست کا مرض	ایک لمحہ اضطراب
۱۶۶	۱۴۲	کچھ اور زخموں کے نشانات	تبلیغی جماعت کے متعلق علمائے دیوبند کے دو فتوے
۱۶۶		تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت	
۱۶۸	۱۴۲	وہ سوال جس کا کوئی جواب نہیں	پہلا فتویٰ
۱۶۸	۱۴۳	پہلا سوال	دارالعلوم دیوبند کا جواب
۱۶۸	۱۴۳	دوسرا سوال	اقبال جرم
۱۶۹	۱۴۴	تیسرا سوال	دوسرا فتویٰ
۱۶۹	۱۴۵	پینہ پونچھیے اپنی جہیں سے	قلم کا حق
۱۷۰	۱۴۶	ردِ عمل	تبلیغی جماعت کی خدمات کا جائزہ
۱۷۲	۱۴۸	کیا اب بھی فرار کی گنجائش ہے؟	عملی زندگی
۱۷۳	۱۴۹	الزامات کی چٹانیں	تصویر کا ایک اور رخ
۱۷۶	۱۵۱	از اول تا آخر	اصل کارگزاری
۱۷۷	۱۵۲	ایک ضرب اور	زخموں کے نشانات
۱۷۷		اقدار کی ہوس کا شیطان	● باب ۷
۱۷۸	۱۵۵	ترکش کا آخری تیر	تبلیغی جماعت اپنے گھریں
۱۷۹	۱۵۵	حقیقت کا بے نقاب چہرہ	دھماکہ خیز انکشافات
۱۸۰	۱۵۶	میوات میں کافرگری	داستان کا آغاز
۱۸۱	۱۵۹	مولوی عبدالرحیم شاہ کے چند خطوط	ایک عبرت ناک تماشہ
۱۸۲	۱۶۰	فردِ جرم کی توثیق	ذہنی زلزلہ
۱۸۳	۱۶۰	آخری تلقین	بغاوت کی تحریک
	۱۶۱	● باب ۸	مفاسد کی نشاندہی
۱۸۳	۱۶۰	تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں	ذہنی تعصب کا آزار



۱۹۲	۱۸۵	گیارہویں حدیث	پہلی حدیث
۱۹۲	۱۸۶	بارہویں حدیث	ایک اشارہ محسوس
۱۹۳	۱۸۶	تیرہویں حدیث	دوسری حدیث
۱۹۴	۱۸۶	چودھویں حدیث	تیسری حدیث
۱۹۵	۱۸۶	پندرہویں حدیث	چوتھی حدیث
۱۹۶	۱۸۶	حاصل مطالعہ	پانچویں حدیث
۱۹۶	۱۸۸	نشانیوں کی تلاش	چھٹی حدیث
۱۹۹	۱۸۸	ایک عجیب نکتہ	ایک اور سراغ
۲۰۳	۱۸۹	ذہن کا آخری کائنات	ساتویں حدیث
۲۰۵	۱۹۰	نسخہ شفا	آٹھویں حدیث
۲۰۵	۱۹۰	ضمیمہ کا فیصلہ	نویں حدیث
۲۰۶	۱۹۱	الوداعی کلمات	دسویں حدیث



## پیش لفظ

از بجز العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی استاذ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

”تبلیغی جماعت“ وہابی کی ایک گننام مسجد سے بگولے کی طرح اٹھی اور ہندوستان کے پورے افق پر طوفان بن کر چھا گئی۔ اس کے اس قبول عام کی پشت پر کچھ تو اس کے نعرے ”کلمہ“ اور ”نماز“ کی دلکشی کام کر رہی ہے، کچھ اس کے ورکروں کی انتھک جدوجہد کا اثر ہے اور کچھ جاہل اور بے عمل عوام کو (جو اس احساسِ ندامت کے بوجھ تلے دبے جا رہے تھے) کہ ہم عصیاں شعرا اور علم و عمل کے تھی دست نیکیوں سے خالی ہیں، یہ سبز باغ ابھار رہا ہے کہ بیک گردش چلے آلودگی کی اس لپٹی سے نکل کر صحابہؓ اور انبیاء کی صف میں کھڑے ہو گئے گویا:

صد سالہ و در پر خ ہے سانو کا ایچام

نکلے جو میکہ سے تو دنیا بدل گئی

وہ سمجھتے ہیں اس ”حلت پھرت“ میں تفریح اگ رہی، جنت کا ریزرویشن بھی ہو گیا۔ آج سے ہی جنت کے دروازہ پر خوریں ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔

لیکن جہاں تک اس نعرہ کا تعلق ہے یہ نعرہ تو ہمیشہ سے مسلم قوم کے پاس رہا ہے اور اپنی پوری دلکشی کے ساتھ، کون سی اسلامی جماعت ہے جس کا بنیادی مقصد یہ نعرہ نہیں تو کیا ان صدیوں کی طول طویل مدت میں کسی جماعت کو ایسے پر جوش حمایتی نہ ملے جو ہندوستان گھر پیانے پر اس نعرہ کی رُوح چھونک سکے؟

ہو سکتا ہے یہاں کچھ لوگ ”وہابی تحریک“ کی مثال دیں کہ اسی نعرہ کے ساتھ اک بیک سارے ہندوستان میں ”انفلوئنزا“ کی طرح پھیل گئی تھی اور اس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ



”ڈیلو ڈیلو“ ہنٹر کو اپنی رپورٹ میں ان کی شدید ترین جارحانہ جدوجہد کا اعتراف کرنا پڑا۔  
 لیکن یہ حقیقت اب ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے کہ ”وہابی تحریک“ بھی ہندوستان میں  
 انگریزوں کے دودھ پر ہی پل کر جوان ہوئی۔ ان کی سیاسی حمایت، اخلاقی تائید اور مالی امداد بھی  
 حاصل کر کے ہی یہ جماعت جہاد کا سوانگ رچا سکی اور ہندوستانی مسلمانوں کی اس متحدہ طاقت  
 کو جسے مولانا فضل حق علیہ الرحمہ اور ان کے رفقاء انگریزی سامراج کے خلاف استعمال کر رہے تھے  
 جہاد کے نام پر اس کا رخ افغانی مسلمانوں کی طرف پھیر سکی۔

پس اگر ”تبلیغی جماعت“ بھی کوئی ایسی ہی تحریک ہے جس کے نعرہ توحید کا سارا فائدہ  
 غیروں کو پہنچتا ہے اور جس کے ہر ہر سجدہ اخلاص کا دام اینٹی اسلام طاقتیں پہلے ہی ادا کر چکی ہیں تو  
 خدا ربنا بیٹے اس جماعت کو اسلام اور مسلمانوں سے کیا علاقہ؟  
 الغرض نعرے کی دلکشی بجا، اور اس کی تاثیر قوت بھی مسلم، لیکن ہم کو اس سے الگ ہو کر  
 گہرائی میں اترنا ہوگا اور کسی دوسری مومیائی کوتلاش کرنا ہوگا۔ جس نے ایسی مردہ قوم میں یہ روح  
 عمل بھونک دی۔

اسی طرح دنیا کی تمام جماعتوں میں مخلص ترین ورکروں کی کمی نہیں۔ کئی ایک سیاسی  
 جماعتوں تک میں سچید محنت کرنے والے اور اپنے مقصد سے بے لاگ اخلاص رکھنے والے  
 موجود ہیں۔ پھر بھی جو تبلیغی جماعت کے مساعی اور اس کے پھیلاؤ اور وسعت گیرانی میں ہے۔  
 وہ اوزوں میں کہاں۔ بقول شخصے: ص

مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب اس کے مخلص بانیوں کی کرانت ہے۔ ”حقیقت یہ ہے  
 جو اللہ کے کام کے لئے نکلتا ہے قدرت اس کے ہاتھوں سے مجیر العقول کا رنامے بھی  
 کرا دیتی ہے۔ جس کو دیکھ کر دنیا دار حیرت زدہ رہتے ہیں۔“

اور یہی وہ بات ہے جسے بڑی شدت کے ساتھ رنگ دے کر پورے زور بیان اور  
 تبلیغی دوروں کے درمیان رونا ہونے والے ہزاروں مجیر العقول واقعات کی شہادتوں کے  
 ساتھ بیان بھی کیا جاتا ہے۔ تبلیغی امراء ہوں کہ مامورین رعنائی تخیل کی پوری کرشمہ سازوں کے



ساتھ اس کا اظہار کرتے نہیں تھکتے۔

لیکن میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ یہ "کفر" تبلیغی موحدین کے منہ سے کب سے نکلنے لگا۔ آخر یہی لوگ تو ہیں جن کی زندگیاں بزرگوں کی قبریں کھودتے اور ان کی کرامتوں کا جنازہ نکالتے گزری ہے تو کیا جو بات خواجہ اجمیری اور سرکار بغداد رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف منسوب ہو کر شرک اور گمراہی ہو جاتی تھی۔ بمیہ کمپنیوں سے کمائے ہوئے منافعوں اور بینک کے سودی کاروبار سے حاصل کی ہوئی آمدنیوں کے بل پر کی گئی تبلیغ کے دوروں میں آکر ایمان و آگہی بن گئی۔

میں نہایت دل سوزی سے مسلمانوں کے سنجیدہ طبقہ کو اس تضاد کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تبلیغی حضرات کی پوری مینجنگ باڈی اسی نقطہ خیال پر صمیم قلب سے ایمان لانیوالی ہے جو بزرگوں کے مزاروں پر جا کر ان سے کچھ مانگنا تو ایک طرف رہا ان کے وسیلہ سے خدا سے بھی مانگنا شرک اور گمراہی قرار دیتا ہے اور آج بھی زبان و قلم کی پوری توانائی اسی امر کی تبلیغ میں صرف ہوتی ہے کہ ان صاحبان مزار بزرگوں میں کیا دھرا ہے۔ وہ تو ہماری دعا کے منتظر ہیں ان سے کیا مانگنا، وہ کیا کر سکتے ہیں۔

جب تبلیغ کی ساری کوششہ سازیلوں کے پیچھے غیبی قوتوں کی کار فرمائیوں کا ایک سحر کار منظر پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ لہستی نظام الدین کے مرکز میں سیکڑوں آدمی روز آ رہے ہیں، جا رہے ہیں، کھا رہے ہیں، جماعتوں کو بھیجا جا رہا ہے۔ آخر یہ محیر العقول اخراجات جو بادشاہوں سے بھی پورے نہ ہو سکیں کہاں سے آتے ہیں، اجی بس اللہ دیتا ہے۔ آپ کو معلوم نہیں گورنمنٹ بھی حیران ہے۔ کتنی دفعہ سی۔ آئی۔ ڈی تحقیقات کے لئے آئی اور حضرت جی نے گوڈاؤن کی کنجی پھینک دی اس نے ہر طرف تلاش کیا ایک دانہ بھی نظر نہ آیا۔ حیران حضرت جی کے سامنے آیا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا آپ پھر جا کر دیکھیں۔ اب دوبارہ پھر گیا تو جہاں ابھی چند منٹ پہلے ایک دانہ نظر نہیں آیا تھا ہزاروں بورے قطار اندر قطار بھرے پڑے ہیں۔

یا للعجب جو بات درگاہ نظام الدین کی طرف منسوب کر کے اگر کہہ دی جائے تو ایوان توحید

میں زلزلہ آجائے۔ ابھی اس درگاہ سے چند قدم پہلے عین توجید ہو گئی اور حضرت جی کے ہاتھ پر عین ایمان بن گئی۔ کہیں ہم کو یہ تو نہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ بات میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب تک خانقاہ نظام الدین ویران نہ ہوگی بستی نظام الدین آباد نہیں ہو سکتی۔

ذہن و فکر کے لئے انتہائی اہم موڑ ہے۔ خاصان خدا کی یہ بے سرو سامان جماعت ہر تین یا چھ مہینہ کے بعد ہندوستان کے کسی بھی صوبہ میں ایک آسٹری بڑی نماز کا نفرنس کڑالتی ہے جس کی کم از کم نفری تیس چالیس ہزار ہوتی ہے جس کے لئے نہ کوئی پروپگنڈہ، نہ سلسٹی۔ حد یہ ہے کہ اشتہار کی ایک چٹ بھی نہیں چھپتی اور انتظام کا یہ عالم کہ رہنے کے لئے چھو لاری ایک نہیں سیکڑوں، کھانے کا معقول انتظام، دُور سے آنے والوں کے لئے بس سروس، گویا ایک عارضی شہر بس جاتا ہے۔ شاید ہم کو لاطینی کا طعنہ دیا جائے کہ کھانے کا انتظام عمت نہیں کرتی، دکانیں لگوادی جاتی ہیں اور شریک ہونے والے دام دے کر کھاتے ہیں۔ اس جماعت کا سارا ریکارڈ تحفیہ ہی رہتا ہے اس لئے تحریری ثبوت کا کہاں امکان لیکن شریک ہونے والوں کی زبان سے ہم نے خود سنا کہ اس گرائی کے زمانہ میں اجتماع کا مارکیٹ بھاؤ یہ تھا کہ چار پانچ آنہ میں ایک شخص اچھی طرح آسودہ ہو جاتا ہے۔ یہ جماعت کے ماہرین اقتصادیات کی چابکدستی ہے یا جماعت کی روایتی کرامت۔

وضو کرنے کا انتظام تو جماعت کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ لکھنؤ کے اجتماع کی داستان یہ ہے کہ اس عارضی شہر میں انتظام ایسا تھا کہ تیس ہزار آدمی پندرہ منٹ میں وضو کر لیتے۔ اس غیر معمولی انتظام پر آخر کچھ سرمایہ خرچ ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ شتابانہ اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں؟ سرمایہ کون دیتا ہے؟ اور اگر مادی اور انسانی ذرائع ہیں تو ان کی یہ کامل رازداری کیوں ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ان کے اظہار سے مقدس دامنوں کی دھجیاں اڑ جاتی ہوں اور دینی جماعت کے اخلاص کی کچلی اتر جاتی ہو؟ جماعت کا عام جواب یہ ہے اللہ دیتا ہے۔ خدا کی عطا دین برحق لیکن اس کی عطاء و دین کا سارا کوڑ صرف جماعت کے حق میں ریزرو ہو کر کیسے رہ گیا؟ حضرت جی کی کرامت ہے! لیکن



یہ کرامتیں اور بزرگوں کے لئے ماننا تو شرک تھیں؟

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ مسلم دشمن فرقہ پرست طاقتیں جو ہر ٹھوڑے وقفہ کے بعد ہندوستان کے کسی نہ کسی گوشہ میں ایک عام فساد برپا کر کے لوٹ مار کے ذریعہ خارجی طور پر مسلمانوں کو معاشی حیثیت سے مفلوج کر رہی ہیں۔ وہی ان سادہ لوح بزرگوں کے ذریعہ اسلام میں ایک نئی رہبانیت داخل کر کے داخلی طور پر مسلمانوں کو معاشیات سے بے پروا کر رہی ہیں کیونکہ اس تعلیم کی حقیقی روح اللہ کے لئے دنیا ترک کرنے، اپنے وقت کو دین کے لئے فارغ کرنے، بال بچوں سے بے پروا ہو کر چلوں پر چلنے چلانے کا اجتماعی پروگرام ہے جس کا نتیجہ خطرناک ہو سکتا ہے اور یہ خطرہ اور بڑھ جانا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو عام مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں ان بزرگوں کے لئے اجتماع میں کہہ سکتے ہوئے جھاڑو دیتے ہیں، خیمے لگاتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے مختلف سوالات ہیں جن کا جواب اس جماعت کے لٹریچر میں ایک پراسرار اور مقدس خاموشی کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت مولانا ارشد القادری صاحب جن کا دلربا اور گلکار قلم ایسے تو بر تو پر دوں کے پیچھے بھی دیکھ لیتا ہے اور بڑی شرف نگاہی کے ساتھ حقائق کو بے نقاب کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا اور جس کی لطیف نثریت ہر جو یاٹے حق کے لئے تریاق سے کم نہیں۔

جماعت اسلامی کے تعارف کے بعد ایک بار پھر اللہ والی جماعت کے "پرنور" چہروں سے عامہ مسلمین کو روشناس کرا رہا ہے۔ تلاش کرنے کے بعد اس پاکیزہ گروہ کے بارے میں اٹھنے والے کئی سوالوں کا جواب انشاء اللہ مولانا کی اس تحریر میں مل جائے گا۔

مولانا موصوف انحطاط کے اس دور میں نئی پود کے اندر حق پرست اور شوریدہ سروں کے قافلہ سالار ہیں بلکہ خود قافلہ بھی۔ اب تو ابتداء اور انتہا سب انہی پر ختم ہے اور یہ کوئی اچھے کی بات نہیں ہے:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر  
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

عبد المنان عظمیٰ دارالعلوم اشرفیہ

(میسور) ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ

حال دارود احاطہ نورانی شیموگہ سٹی

## تبلیغی جماعت کے حقیقی حدود و حال

- تبلیغ کے نام پر ایک مقدس فریب
- ایک ایمان دشمن تحریک
- مذہبی تاجروں کا ایک پُر فریب کاروبار
- کعبے کے غلاف میں لپٹا ہوا ایک پُر اسرار صنم کردہ
- معصوم عقائدوں کی دلچسپ قربان گاہ
- کلمہ کے نام پر اسلامی روایات کی نفی
- تبلیغی اجتماعات میں اسلامی مبلغین کی توہین

تفصیلات کے لیے کتاب کھولیں! —————



# اشارات

## نقطہ آغاز حدیث صحیح کی زبانی

۱۔ فتنہ نجد

عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اللهم بارك لنا في شامنا اللهم بارك لنا في يمننا قالوا يا رسول الله في نجدنا قال اللهم بارك لنا في شامنا اللهم بارك لنا في يمننا قالوا يا رسول الله وفي نجدنا فاضنه قال في الثالثة هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان۔

(بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خداوند! ہمارے لئے ملک شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ وہیں نجد کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور ہمارے نجد میں بھی! اس پر حضور نے دوبارہ ارشاد فرمایا: خداوند! ہمارے لیے ملک شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ پھر دوبارہ نجد کے لوگوں نے درخواست کی کہ ہمارے نجد میں بھی یا رسول اللہ! راوی کا بیان ہے کہ غالباً تبصری بار حضور نے فرمایا کہ وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

۲۔ ظہور — تبلیغی جماعت کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب کی زبانی محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتداءً تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔

ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔  
(الشہاب الثاقب ص ۴۲)

۳۔ نجدی گروہ — حدیث صحیح کی زبانی

عن شريك ابن شهاب (مرفوعاً الى ان قال) ثم قال يخرج في اخر الزمان قوم كان هذا منهم يقرؤون القرآن ليجاوز تراقيهم يبرقون من الاسلام كما يبرق السهم من الرمية سيماهم التحليق لا يزالون يخرجون حتى يخرج اخرهم مع المسيح الدجال۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰۹)

ترجمہ: حضرت شریک ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک جماعت نکلے گی جو قرآن پڑھیں لیکن وہ ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دائرہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کی خاص علامت سر منڈوانا ہوگی۔ وہ اسی طرح گروہ درگروہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ مسیح و جال کے ساتھ نکلے گا۔

۴۔ علامت کی توثیق — عرب کے مشہور مورخ حضرت علامہ زہبی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

سيماهم التحليق تصريح بهذه الطائفة الجديدة لانهم كانوا يامرون كل من اتبعهم ان يحلق رأسه ولم يكن هذا لوصف ل احد من طوائف الخوارج والمبتدعة الذين كانوا قبل تر من هؤلاء۔

(الفتوحات الاسلاميه ج ۲ ص ۲۶۸)

ترجمہ: آخری زمانے میں نکلنے والی جماعت کی پہچان کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ ان کی خاص علامت سر منڈوانا ہوگی، نجدی گروہ کے بارے میں بالکل صراحت ہے کیونکہ سر منڈوانا انہی لوگوں کا جماعتی شعار ہے۔ اس سے قبل خوارج اور بے دین فرقوں میں سے کسی فرقے کے



اندر یہ علامت موجود نہیں تھی۔  
 ۵۔ گروہ کا نام۔ تبلیغی جماعت کے پیشوائے اعظم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی زبانی  
 محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو "وہابی" کہا جاتا ہے۔ ان کے  
 عقائد عمدہ تھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۱۱)

#### ۶۔ تعلق

۱۔ تبلیغی جماعت کے سربراہ مولوی منظور نعمانی کی زبانی  
 "اور ہم خود اپنے بارہ میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت  
 "وہابی" ہیں" (سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی ص ۱۹۰)  
 ۲۔ تبلیغی جماعت کے سرپرست مولوی محمد زکریا کاندھلوی کی زبانی  
 "مولوی صاحب! میں خود تم سے بڑا "وہابی" ہوں"  
 (سوانح مولانا محمد یوسف ص ۱۹۲)

۳۔ تبلیغی جماعت کے مرکز ہدایت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی  
 "بھائی! یہاں "وہابی" رہتے ہیں۔ یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لیا کرو"  
 اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۵

#### ۷۔ حمایت

والی نجد شاہ سعود ابن عبدالعزیز جب ہندوستان کے دورے پر آئے تھے تو ۲۹ نومبر  
 ۱۹۵۵ء کو تبلیغی جماعت کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب نے جمعیتہ علمائے ہند کی  
 طرف سے انھیں ایک سپانامہ پیش کیا تھا۔ جس کا یہ پیرا گراف خصوصی توجہ کے ساتھ پڑھنے  
 کے قابل ہے۔

"یا صاحب الجلالۃ! خاص جواز مقدس کے سلسلے میں جب جلالتہ الملک المرحوم  
 سلطان عبدالعزیز ابن سعودی صمم اللہ نے فاتحانہ اقدام کیا (یعنی نجدی فوج  
 کی یلغار کے ذریعہ ہمد رسالت کے آثار شریفہ اور حضور کی مقدس یادگاروں کو  
 مٹایا، صحابہ اور اہل بیت کے مزارات ڈھائے، کتبے اور مدینے کی تاریخی

مسجدوں کو شہید کیا اور مشرک قرار دے کر ہزاروں مسلمان مرد و زن کا خون بہایا۔  
 تو جمعیتہ علمائے ہند ہی وہ جماعت تھی جس نے یورپین ڈپلومیسی کے خلاف اس  
 اقدام کو حجاز مقدس کے لیے فال نیک اور سلطان مرحوم کو مبارکباد پیش کی۔  
 شاہ سعود والی عرب کا دورہ ہند ص ۲۸ شائع کردہ لالہ رنج پبلیکیشنز۔ مہر نگر کشمیر

## ۸۔ معاہدہ

تبلیغی جماعت کے سربراہ مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی نے اپنی کتاب "مولانا ایباس  
 اور ان کی دینی دعوت" میں نجدی حکومت کے ساتھ تبلیغی جماعت کا ایک معاہدہ نقل کیا ہے  
 جو بانی جماعت مولوی ایباس صاحب، معتمد خصوصی مولوی احتشام الحسن صاحب اور حکومت  
 نجد کے شیخ الاسلام قاضی القضاة (چیف جسٹس) عبداللہ ابن حسن (جو محمد بن عبدالوہاب  
 نجدی کی اولاد میں سے ہیں) کے درمیان عمل میں آیا تھا۔ معاہدہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:  
 "مولوی احتشام الحسن صاحب نے مقاصد تبلیغ کو اختصار کے ساتھ نوٹ کر کے  
 شیخ الاسلام رئیس القضاة عبداللہ ابن حسن کے یہاں پیش کیا۔ مولانا (محمد ایباس)  
 اور مولوی احتشام صاحب ان کے یہاں بھی گئے۔ انہوں نے بہت ہی  
 اعزاز و اکرام کیا اور ہر بات کی خوب خوب تائید کی اور زبانی پوری ہمدردی  
 و اعانت کا وعدہ کیا۔"  
 مولانا ایباس اور ان کی دعوت ص ۱۰۱

## ۹۔ پالیسی

تبلیغی جماعت کے سابق مرکزی امیر اور مولوی ایباس صاحب کے فرزند و جانشین  
 مولوی محمد یوسف صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں تبلیغی جماعت کی مذہبی پالیسی کا ان  
 لفظوں میں ذکر کیا ہے۔

"ہمارا تبلیغی کام صرف عمل صالح کے لیے نہیں ہے بلکہ اول یہ ایمانی تحریک  
 اور بعد میں اعمال صالحہ کی تحریک ہے۔ اب تک ۲۰، ۲۵ سال کے تجربہ سے  
 یہی معلوم ہوا کہ "شرکیہ رسموں" (یعنی میلاد، قیام، فاتحہ اور عرس وغیرہ)  
 اور گناہوں کے چھڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں ہیں۔"



لیکن اگر ان کو ساتھ لے کر جماعتوں میں پھرایا جائے اور ان کے سامنے کلمہ طیبہ کا صحیح مطلب اور مطالبہ سامنے آتا رہے تو رسموں اور گناہوں کو خود بخود چھوڑتے ہیں یہ ہمارا تجربہ ہے اس کو کیسے چھٹلا دیں۔ قلمی مکتوب بعلم محمد عاشق الہی۔ مدرسہ

کاشف العلوم نظام الدین۔ دہلی

یہ اشارات تھے، تفصیل معلوم کرنے کے لیے کتاب کھولئے اور ایسے بے لاگ منصف کی نظر سے کتاب پڑھئے کہ اگر اپنے خلاف بھی فیصلہ کرنا پڑے تو کوئی غلط جذبہ درمیان میں حائل نہ ہو۔ (مصنف)

# ایک آپ بیتی

## زندگی کے تین واقعات

تبلیغی جماعت کی بابت میری زندگی میں تین ایسے واقعات پیش آئے ہیں جنہیں میں اس کتاب کا سبب تالیف کہہ سکتا ہوں۔

اپنی معلومات کے اس اہم ترین حصے کو آج صفحہ قرطاس پر نقل کرتے ہوئے میں ایک اخلاقی فرض سے سبکدوش ہونے کی خوشی محسوس کرتا ہوں۔ (مصنف)

پہلا واقعہ آج سے تقریباً پچیس سال پہلے کی بات ہے۔ میرے عہد طالب علمی کی ایک خوشگوار شام تھی۔ دارالعلوم اتر فیہ مبارکپور کے صدر دروازے پر ہم چند طلبہ کھڑے تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ آتے ہوئے دکھائی پڑے۔ چہرے پر مصنوعی تقدس، ہاتھ میں یا قوت کی تسبیح، ٹخنوں تک کُرتہ، درمیان میں سفید کھدر کی صدی، غرض نیچے سے اوپر تک تسخیر قلوب کے جملہ آلات سے مسلح تھے۔ موصوف کے آگے پیچھے چند افراد سر جھکائے ہاتھ باندھے زیر لب کچھ پڑھتے ہوئے چل رہے تھے۔

ہم نوجوان لوگوں کے لیے یہ بالکل ایک نئی چیز تھی۔ دریاقت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ تبلیغی جماعت کے لوگ ہیں جو دہلی سے مبارکپور کے مسلمانوں کو کلمہ پڑھانے آئے ہیں اور آگے آگے جو سفید ریش بزرگ ہیں یہ امیر جماعت ہیں۔ یہ معلوم کر کے ہم لوگوں کو بڑا اچنبھا ہوا۔ ہمارے علم میں مبارکپور کے مسلمان اپنے جنم دن سے مسلمان ہی تھے۔ مسجدوں کے علاوہ انہیں کبھی بھی بت خانے کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ اسلام سے منحرف ہو جانے کی کوئی بات کبھی بھی ان کے متعلق نہیں سنی گئی۔ ان حالات میں انہیں کلمہ پڑھانے کی بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اسی حیرت و استعجاب کا نتیجہ کہنے کہ ہم میں سے کسی طالب علم نے ان بتانے والے صاحب سے یہ سوال کر ہی ڈالا:



”کیا ان حضرات کے تئیں یہاں کے مسلمان، مسلمان نہیں ہیں جو دہلی سے چل کر  
یہ لوگ انہیں گلہ پڑھانے آئے ہیں؟“

وہ صاحب اپنی بات چیت سے اسی گروہ کے آدمی معلوم پڑتے تھے انہوں نے بڑے

تپاک سے کہا:

”گلہ پڑھانے کا یہ مطلب آپ لوگوں نے غلط سمجھا ہے۔ گلہ ہمیشہ مسلمان بنانے

ہی کے لیے نہیں پڑھایا جاتا کبھی کبھی ذکرِ خداوندی کے لیے بھی پڑھایا جاتا ہے۔

گلہ پڑھا کر یہ لوگ خدا کے ذکر کا چرچا کر رہے ہیں مسلمان بنانا مقصود نہیں ہے۔“

اُن کے اس جواب سے ہم لوگوں کا ذہنی خلجان بہت حد تک دُور ہو چلا تھا لیکن ہمارے

ایک ساتھی نے یہ کہہ کر پھر ہمیں اسی مقام پر لاکھڑا کیا کہ جب تک میں خود تجربہ نہیں کروں گا

اس جواب سے میری تشفی نہیں ہوگی۔

لاکھ ہم نے معلوم کرنا چاہا کہ وہ کیسے تجربہ کرے گا لیکن سو جواب کا ایک جواب اس کے

پاس تھا ”تم لوگ خاموشی کے ساتھ تماشا دیکھو۔“

دوسرے دن ٹھیک چار بجے شام کو پھر دہلی کا وہ تبلیغی دستہ قصبے کا گشت کرتا گلہ پڑھتا ہوا

مدرسہ کے سامنے سے گزرا۔ ہم سب انتظار ہی میں کھڑے تھے کہ دو قدم آگے بڑھ کر ہمارے

ساتھی نے اس تبلیغی دستے کے امیر کو آواز دی۔

”مولانا! ذرا ایک لمحے کے لیے تکلیف فرمائیے گا؟“

اس آواز پر امیر جماعت نے پلٹ کر دیکھا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر ساتھی نے لجاجت

کے ساتھ کہا:

”مولانا! بڑا نہ مانٹے گا دین کے کام سے میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔“

یہ سن کر وہ پیشانی پر بل ڈالے ہوئے بو جھل قدموں کے ساتھ قریب آئے اور ناگوار

لہجے میں فرمایا:

”کھٹے دین کا کون سا کام ہے میرے لائق؟“

ساتھی نے برحسبہ کہا: ”ذرا کلمہ پڑھئے گا؟“

اتنا سنا تھا کہ جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غصہ سے چہرہ تمٹما اٹھا۔ گردن کی رگیں تن گئیں، دم چھوٹنے لگا، آنکھوں سے چنگاری برسنے لگی۔ دہکتی ہوئی آواز میں ارشاد فرمایا:

”شرم نہیں آتی تمہیں! طالب علم ہو کر اپنے بڑوں سے مذاق کرتے ہو۔ خدا نے چاہا تو اس گستاخی کا مزا اسی دنیا میں تم چکھ لو گے۔“

یہ کہتے ہوئے وہ پلٹنا ہی چاہتے تھے کہ ساتھی نے راستہ روک کر کہا:

”آپ تو بلاوجہ خفا ہو گئے۔ بھلا اس میں مذاق کی کون سی بات ہے۔ یہ کام توکل سے آپ انجام دے رہے ہیں۔ ذکر الہی کا ثواب حاصل کرنے کا حق ہمیں نہیں ہے اور اگر آپ کے کہنے کے مطابق یہ مذاق ہے توکل سے آپ یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ جو مذاق کر رہے ہیں اس گستاخی کی سزا آپ نے اپنے لیے کیا تجویز فرمائی ہے؟“

ساتھی کی آواز دم بدم تیز ہوتی جا رہی تھی جیسے کسی چور کو رنگے ہاتھوں کسی نے پکڑ لیا ہو۔ چند ہی لمحوں میں تماشائیوں کی اچھی خاصی بھیر جمع ہو گئی۔ عام عادت کے مطابق کچھ لوگوں نے اچھی بے کے ساتھ دریافت کیا: ”کیوں کیا بات ہو گئی؟“

ساتھی نے جواب دیا: ”بات کچھ بھی نہیں ہوئی۔ قصہ صرف یہ ہے کہ کل سے یہ لوگ مبارکپور کے مسلمانوں سے کلمہ پڑھواتے پھر رہے ہیں۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ لوگ یہاں کے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے جو گلی گلی انہیں کلمہ پڑھواتے پھر رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کلمہ ایک ذکر الہی ہے اور خدا کا ذکر کرنا کرانا ہر مسلمان کا ایسا ذمہ ہی ہے۔ لیکن حیرت سے سر پیٹ لینے کی جا یہ ہے کہ یہی ذمہ ہی حق جب میں نے استعمال کرنا چاہا اور ان بڑے میاں سے کہا کہ ذرا کلمہ پڑھیے۔ بس اتنی سی بات پر یہ آپلے سے باہر ہو گئے اور اُلٹے مجھے عیب لگاتے ہیں کہ میں نے ان سے مذاق کیا ہے۔ اب میں ان سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کلمہ پڑھانا اگر مذاق ہے توکل سے یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ یہ کیوں مذاق کر رہے ہیں؟“

ساتھی کی یہ باتیں سن کر سارا مجمع ہمنوا ہو گیا اور بیک زبان بول اٹھا کہ ہاں یہ تو بیوقوفی ہے



مولوی صاحب ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔

اس بات پر امیر جماعت صاحب اہل پڑے اور اکھڑ کر فرمایا:

”ٹھیک نہیں کہہ رہے ہیں۔ دراصل انہوں نے ہمارے ساتھ مذاق کیا ورنہ بگڑنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ جہاں تک کلمہ پڑھنے اور پڑھانے کا سوال ہے یہ کام تو میں خود بھی کر رہا ہوں۔ بھلا اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے؟“

امیر جماعت کے اس جواب پر ایک صاحب نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:

”مولانا! جب وہی کام آپ بھی کر رہے ہیں اور وہی کام انہوں نے بھی کیا ہے تو

آپ اُسے مذاق کیوں کہہ رہے ہیں؟“

اس پر امیر جماعت نے تیور بدل کر فرمایا: ”مذاق میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ان کی

نیت ذکرِ الہی کی نہیں تھی مذاق ہی کی تھی۔“

امیر جماعت کا یہ جملہ ابھی ختم بھی نہ ہو پایا تھا کہ ایک معمر شخص آگے بڑھے اور انہوں نے

لٹکارتے ہوئے کہا:

”مولانا! جب بات نیت کی آگئی ہے تو مجھے بھی کہنے دیجیے کہ کلمہ پڑھانے آپ کی

نیت بھی ذکرِ خیر کی نہیں ہے بلکہ از سرِ نو مسلمان بنانے کی ہے۔ جو لوگ آپ کے مذہب سے

واقف نہیں ہیں بھلے ہی وہ آپ کے جواب سے مطمئن ہو جائیں لیکن جو لوگ آپ کے مذہب ہی

شجرہ سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کے یہاں کافر و مشرک صرف وہی نہیں

جو بت خانے میں جا کر اصنام کی پرستی کرے یا کلمہ کھلا اسلام، قرآن اور توحید و رسالت کے

عقیدے سے منحرف ہو جائے بلکہ آپ حضرات کے یہاں وہ مسلمان بھی بائبل اور جہل اور ابولہب

ہی کی طرح کافر و مشرک ہیں جو اسلام و قرآن اور توحید و رسالت پر عقیدہ رکھنے کے باوجود

صرف یا رسول اللہ کہہ لیتے ہیں، خدا کی عطا سے رسول کو اپنا شفیع و کار ساز سمجھتے ہیں۔ رسول کے

حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے لیے دونوں جہان میں تصرف کی قدرت تسلیم

کرتے ہیں۔

اور خدا کا شکر ہے کہ صرف مبارک رہی میں نہیں سارے ملک میں اس طرح کے مشرکین

کی تعداد ننانوے فیصدی ہے۔ اب انہیں مسلمان بنانے کے لیے سو اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ آپ حضرات چور و واہ سے آئیں اور کلمہ پڑھا کر اپنے مذہبی جذبے کو تسکین دے لیں کہ کفر کا ایک "خیر فتح ہو گیا" سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں انہوں نے کہا:

"مولانا! یہ نیچے آپ سے کیا مذاق کریں گے کہ ابھی تو وہ اس حقیقت سے بھی بے خبر ہیں کہ آپ اُن کے مذہبی حریفوں میں ہیں یا دوستوں میں؛ البتہ کلمہ پڑھا کر آپ ہمارے ایمان کا ضرور مذاق اڑاتے ہیں۔"

قلم کے نشتر سے آپ حضرات نے ہمارے جذبہ عقیدت کو جس بید روی کے ساتھ گھائل کیا ہے روحانی لذت کے لیے وہی کیا کم تھا کہ اب جگہ جگہ زخموں پر آپ نمک چھڑکتے پھرتے ہیں۔ کلمہ پڑھنے سے کس بد بخت مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے لیکن ہمارے دینی احساسات پر کفر و شرک کا الزام عائد کرنے کے بعد جب آپ کلمہ پڑھنے کو کہتے ہیں تو بالکل ایسا لگتا ہے جیسے کسی بے گناہ پر بہتان لگانے کے بعد کوئی تلقین کرے کہ "توبہ کرو" حالانکہ توبہ کوئی بری چیز نہیں ہے لیکن اس طرح کے حالات میں توبہ کی تلقین کرنا دوسرے لفظوں میں ناکرہ گناہ کا اقرار کرانا ہے۔"

اس کے بعد آواز کا تیور بدلتے ہوئے انہوں نے کہا:

"مولانا! یہ تو آپ حضرات کی سنگدلی کا صرف ایک رخ ہے۔ آپ حضرات کی مذہبی شقاوت کا دوسرا رخ تو اس سے بھی کہیں زیادہ لرزہ خیز اور بھیانک ہے۔"

آپ کے بزرگوں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان محترم میں توہین و گستاخی کے کلمات لکھ کر جس دردناک اضطراب میں امت کو مبتلا کر دیا ہے وہ اس صدی کا سب سے قیامت آشوب حادثہ ہے۔ کھنٹے والے مدت ہوئی خاک میں مل گئے لیکن ان کی لگائی آگ کا دھواں آج بھی مسلم آبادیوں سے اُٹھ رہا ہے۔

پھر اس سے زیادہ اچھلنے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک طرف آپ حضرات نبی کی توہین و تنقیص بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف اسی نبی کا کلمہ بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔



اتفاق کی بات تو یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے پڑھانے کا حق صرف اسے ہے جو نبی کو نبی مانتا ہے  
 دشنام طرازیوں کو گلے سے کیا واسطہ! دشنام طرازی کے ساتھ کلمہ خوانی اسلام کا مذاق  
 ہی کہا جاسکتا ہے۔“

وہ کہتے جا رہے تھے اور مولانا کا خون سُکھتا جا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے انہوں نے یہ  
 کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ میں اپنی جماعت کا کوئی ذمہ دار عالم نہیں ہوں۔ جب وہ جانے لگے  
 تو مجمع سے کچھ لوگوں نے کہا کہ جواب نہ دیجئے لیکن کم از کم اتنا تو بتاتے جانیے کہ ان صاحب نے  
 آپ لوگوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے؛ اس سوال پر ان کے ساتھی  
 مشتعل ہو گئے اور اپنے مولانا کو جھڑپ میں لیے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

ہر شخص کے ذہن پر اس تھوڑی دیر کی رد و قدح کا یہ اثر ضرور پڑا کہ تبلیغی جماعت اور  
 جیسی صاف ستھری نظر آتی ہے اندر سے ویسی نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔

غائباً ۱۹۵۶ء کا سال رہا ہوگا۔ اس وقت مدرسہ فیض العلوم جمشید پور کی  
 دوسرا واقعہ درس گاہ کھلے آسمان کے نیچے تھی۔ طمانا اسٹیل کمپنی سے عمارت کے لیے  
 زمین حاصل کرنے کی جدوجہد کے سلسلے میں ڈاکٹر سید محمود صاحب سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ یہ  
 وہ زمانہ تھا جب کہ موصوف نائب صدر وزیر خارجہ کے عہدے پر فائز تھے۔ انہوں نے میرے  
 ایک مراسلہ کے جواب میں جملہ کاغذات کے ساتھ وہی طلب کیا۔ میں احتیاطاً ان کے دیئے  
 ہوئے وقت سے ایک دن قبل ہی وہی پہنچ گیا۔

دل نیاز پیشہ نے امر کیا کہ پہلی شب کیوں نہ سہرا محبوب الہی نظام الدین اولیاء رضی  
 الملوی تعالیٰ عنہ کے حضور میں بسر کی جائے۔ چنانچہ اپنی قیام گاہ پر سامان وغیرہ رکھ کر سیدھے  
 بستی نظام الدین کے لیے چل پڑا۔ چار بجے شام کا وقت تھا۔ بس سے اتر کر جیسے ہی میں بستی  
 نظام الدین میں داخل ہوا مجھے کچھ فاصلے پر دو آدمی نظر آئے وہ میری طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے  
 بڑے غور سے دیکھ رہے تھے بالکل ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مجھے پہچانتے ہوں اور میرا  
 انتظار کر رہے ہوں۔

جب میں ان کے قریب پہنچا تو ان کی داڑھی اور پیشانی کا گھٹھا دیکھ کر میں ہکا بکا رہ گیا۔

میں نے اپنی ساری عمر میں اتنی لمبی دائرہ اور پشیمانی کی سطح پر ایسا ابھرا ہوا داغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔  
— وہ بہت تپاک سے میری طرف بڑھے اور میرا دستہ روک کر انتہائی لجاجت کے ساتھ  
کہنے لگے:

”حضرت! یہی ہے تبلیغی جماعت کا وہ مرکز جہاں سے ساری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے  
زحمت نہ ہو تو ذرا دیر کے لیے اندر تشریف لے چلئے۔ اپنی آنکھوں سے چل کر دیکھئے کہ کس طرح  
دین زندہ ہو رہا ہے۔ مدت ہوئی دین کے ایک مخلص خادم نے یہاں اپنی روحانیت کا پورا  
لگایا تھا اب وہ جوان ہو گیا ہے اور اس کی برکات سے ایک عالم فائدہ اٹھا رہا ہے۔ بس ایک  
نظارہ کر لیجئے کہ مر جھائے ہوئے اسلام کو دین کے خادموں نے کیسا تروتازہ کر دیا ہے۔“  
میں خود بھی بہت دنوں سے چاہتا تھا کہ موقع ملے تو کسی دن تبلیغی جماعت کے کاروبار کو  
قریب سے چل کر دیکھا جائے۔ منہ مانگی مراد سمجھ کر میں ان کے ہمراہ چل پڑا۔ صدر گیٹ سے  
داخل ہوتے ہوئے ایک بارہ درمی میں ادھیڑ عمر کے کچھ لوگ پارہ عستم پڑھ رہے تھے  
— ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان لوگوں نے بتایا:

”یہ علاقہ میوات کے نو مسلم لوگ ہیں۔ ان کے باپ دادا مسلم تھے۔ یہ لوگ بھی آپ کو  
مسلمان کہتے تھے لیکن کفریہ اور شرکیہ رسموں میں یہ لوگ اس طرح ڈوبے ہوئے کہ اسلام سے  
دور کا بھی لگاؤ نہیں رہ گیا تھا۔ تبلیغی جماعت کے پاک باطن رہنماؤں نے حکمت عملی اور لگاتار  
جدوجہد کے ذریعہ ان کا پرانا مذہب تبدیل کر کے انہیں حقیقی اسلام سے روشناس کیا اب  
یہ لوگ شب و روز مرکز میں رہ کر دین سیکھتے ہیں جب یہ پتے ہو جائیں گے تو اپنا علاقہ خود  
سنجھال لیں گے“

بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ سالہا سال سے پارہ عستم پڑھ رہے ہیں اور تبلیغی  
جماعت والوں نے اپنی دکان میں انہیں نمونے کے مال کی طرح سجا کے رکھا ہے۔  
باہر سے آنے والوں کو سب سے پہلے یہی مال دکھلایا جاتا ہے تاکہ دماغ پر پہلا اپریشن  
اتنا زور دار ہو کہ ذہن مرعوب ہو کے رہ جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ  
لیے آگے بڑھے اور ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔ اور کمرے کے لوگوں کا

تعارف کرتے ہوئے کہا:

”تبلیغی جماعت کے نہایت روشن دماغ اور تجربہ کار علماء ہیں۔ دماغی تطہیر کے فن میں یہ لوگ عظیم مہارت رکھتے ہیں۔ خیالات کا دھارا موڑ کر دین کی طرف لگا دینا ان کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔ آپ ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھئے ان کی صحبت ذہن و فکر کی تسکین کے لئے اکسیر ہے۔“

یہ کہتے ہوئے وہ دونوں باہر نکل گئے اور غالباً پھر اپنی شکار گاہ کی طرف واپس لوٹ گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد ان تبلیغی مولویوں نے مجھے نہایت اعزاز و تکریم کے ساتھ اپنے ساتھ بٹھلایا۔ انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے راستے اچک لیا گیا ہے۔ اپنے تئیں وہ بھی سمجھ رہے تھے کہ میں اپنے وطن سے بالمشقہ ہیں کے لیے چلا ہوں۔

جب انھوں نے نہایت اصرار کے ساتھ مجھ سے دریافت کرنا شروع کیا کہ میں یہاں کس مقصد کے لیے آیا ہوں تو مجھے خیال آیا کہ تبلیغی جماعت کے اندرونی حالات سے واقف ہونے کے لیے جو ایک زریں موقع ہاتھ آ گیا ہے اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

میں نے ان سے کہا کہ ”میں جمشید پور سے آ رہا ہوں، وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق ایک نہایت ضروری بات حضرت جی سے کہنی ہے“ اس وقت ”حضرت جی“ کے منصب پر مولوی محمد یوسف صاحب فائز تھے۔

انھوں نے ہزار معلوم کرنا چاہا کہ وہ کون سی بات ہے لیکن میں نے برابر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ”حضرت جی“ ہی سے کہوں گا۔

جب وہ لوگ میری طرف سے بائوس ہو گئے تو انھوں نے بتایا کہ حضرت جی تبلیغ کے لیے شہر کو گئے ہیں۔ وہ اپنی تبلیغی مہم سے کافی رات گئے لوٹیں گے۔ اب نماز فجر کے بعد ہی ان سے ملاقات ہو سکے گی۔“

یہ سن کر میں خاموش ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد موقع پا کر چپکے سے درگاہ شریف کی طرف نکل گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ پوری رات محبوب الہی کی چوکھٹ پر لیسر ہوئی۔ صبح کی نماز سے



تاسع ہو کر جب میں پارلیمنٹ جانے کے لیے درگاہ شریف سے واپس لوٹا تو پھر مجھے راستہ میں دو دونوں "تھماری" مل گئے۔ دُور ہی سے انہوں نے مجھے آواز دی۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے خوشخبری سنانے والے کے انداز میں خبر دی:

"مولوی صاحب! تم کہاں چلے گئے تھے، حضرت جی صبح سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں، چلو جلدی چلو۔"

جیسے ہی میں ان کے ہمراہ اندر داخل ہوا پہلے دن والے مولوی صاحبان مجھے مل گئے۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا:

"مولوی صاحب! تم کل شام کوچکے سے اٹھ کر کہاں چلے گئے ہم لوگ تمہاری تلاش میں بہت پریشان ہوئے۔"

میں نے جواب دیا: "درگاہ شریف چلا گیا تھا وہیں رات گزاری" یہ سنتے ہی اپنے چہرے سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنے ہوئے ان میں سے ایک مولوی صاحب نے کہا:

"تم رات بھر اُس بدعت خانے میں کیا کرتے رہے۔ کیا تم جماعت میں ابھی نئے نئے شامل ہوئے ہو؟ کہیں آنے جانے کے لیے کم از کم ہم لوگوں سے تو پوچھ لینا چاہیے تھا۔ یہ وہ جگہ ہے یہاں تو ایک سے ایک تماشائے ہیں۔ لیکن دین کی راہ میں نکلنے والے تماشائے کیلے تھوڑے ہی آتے ہیں۔ یہاں آنے کے بعد بھی اگر جائز و ناجائز کا فرق نہیں ملحوظ رکھا گیا تو یہاں آنا کس کام کا؟"

میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا: "یونہی ذرا دیکھنے چلا گیا کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور باقی سب خیریت ہے۔"

اس پر ایک صاحب نے منہ بگاڑتے ہوئے ارشاد فرمایا "خیر اتنے میں کوئی مضائقہ نہیں!" اس کے بعد وہ لوگ مجھے "حضرت جی" کے دیوان خانے میں لے کر چلے گئے۔

حضرت جی اس وقت اپنی فوج کے کمانڈروں کو یکتہ تقسیم کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی دریافت کیا: "یہ کون صاحب ہیں، کہاں سے آئے ہیں؟"

ایک مولوی صاحب نے سر جھکا کر جواب دیا: "حقیقت! یہی مولوی صاحب جمشید پور سے آئے ہوئے ہیں۔ وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق کوئی ضروری بات حضور والا سے کہنا چاہتے ہیں۔"

اتنا سن کر حضرت جی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت فرمایا: کہو، کیا کہنا ہے؟

میں نے گلا صاف کر کے جمشید پور کی تبلیغی جماعت کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہاں شروع شروع تبلیغی جماعت کا بہت اچھا اثر قائم ہو گیا تھا۔ عام لوگ اس کی تبلیغی سرگرمیوں سے بے حد متاثر تھے اور اس کی طرف سے حسن ظن رکھتے تھے۔ لیکن جب سے کچھ تبلیغی کارکنوں نے میلاد و قیام اور علم غیب جیسے اخلاقی مسائل میں اپنے عقیدہ کا اظہار کر دیا اس وقت سے بہت سے لوگ تبلیغی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی مسجدوں میں تبلیغ کا کام بند ہو گیا ہے۔"

ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ حضرت جی کے چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا وہ فرط غضب میں اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے چیخ پڑے۔ اور اپنے سینے تبلیغی جماعت کا ایک نا تجربہ کار کارکن سمجھ کر مجھے ڈانٹنا شروع کیا۔

"جب لوگ تبلیغ کا ڈھنگ نہیں جانتے تو کس نے کہہ دیا کہ وہ تبلیغ کریں۔ یہاں مجھے تبلیغ کرتے ہوئے بیس سال ہو گئے ہیں کسی سے بھی نہ کہا کہ میلاد و فاتحہ چھوڑ دو۔ حالانکہ جاننے کی حد تک سب جانتے ہیں کہ میرا بھی عقیدہ مسلک وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے۔ لیکن میں نے اچھی طرح تجربہ کر لیا ہے کہ ان چیزوں سے براہ راست روکنے کی بجائے اب لوگوں کا ذہن بدلنے کی ضرورت ہے۔ تبلیغی گشت اور مرکز میں چلہ گزارنے کا راز یہی ہے کہ لوگوں کو اپنے علماء کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ اٹھنے بیٹھنے کا موقع فراہم کیا جائے۔"

یہاں کے ماحول میں ذہن ڈھل جانے کے بعد لوگ خود بخود ان چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں بلکہ اپنے عقیدے میں اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کو براہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

میری طرف رخ کر کے حضرت جی نے حکیمانہ انداز میں فرمایا: "مولوی صاحب! آپ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگ ابھی اس ملک کے اندر اقلیت میں ہیں جبکہ بدعتیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان حالات میں اپنا مذہب پھیلانے کے لیے ہمیں اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ مکر سے کام لیں۔ آخر مکر بھی تو کوئی چیز ہے کفر و شرک سے پھرنے کے لیے مکر سے کام لینا قطعاً کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ سخی پرستی کے جوش میں آکر اگر ہم نقویۃ الایمان اور ہستی زیور وغیرہ کے عقاید بر ملا بیان کر دیں تو لوگ ہمیں مسجدوں میں نہ گھنٹے دیں۔ اس لیے میں تمام تبلیغی کارکنوں کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ وہ بدعتیوں کے ساتھ مکر سے کام لیں یعنی مصلحت کا تقاضا ہو تو میلاد و قیام بھی کر لیں بلکہ اگر ضرورت پیش آجائے تو اپنے علماء کو بُرا بھلا بھی کہہ دیں۔ جیسے بھی ہو ان کے ساتھ لگے رہیں، انھیں اپنے ہمراہ لے کر جماعتوں میں پھرائیں۔ کبھی کبھی ان میں سے لوگ ٹوٹ کر ادھر آ ہی جائیں گے۔"

مولوی صاحب، دیکھو! یہاں مجھے سنس سال ہو گئے تبلیغ کا کام سنبھالے ہوئے اختلافی مسائل تو بڑی چیز ہے اس کی ہوا بھی میں نے کسی کو نہیں لگنے دی۔ بس اتنا کیا کہ تبلیغی گشتوں، لکھنارچلوں اور اجتماعات کے ذریعہ اپنے بزرگوں کی عقیدت ان کے دلوں میں بٹھا دی۔ کسی کو دیوبند لے جا کر حضرت شیخ الاسلام سے مرید کرادیا کسی کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی طرف رجوع کیا جس کو جیسا پایا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ پایا۔

یہ جو تم ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہے ہو جو تبلیغ میں دن رات لگے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر لوگ کٹر بدعتی اور قبر پرست تھے لیکن اپنے علماء کی عقیدت کے زیر اثر خود ہی ان کا ذہن بدل گیا یہاں تک کہ جن شرکیہ رسموں کو کہنے پر بھی وہ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اب بغیر کھے سنے چھوڑ دیا۔ تبلیغی جماعت نے اسی راز کو پایا ہے کہ جس کی عقیدت دل میں پسیدا ہو جاتی ہے آدمی اس کا مذہب بھی قبول کر لیتا ہے۔"

حضرت جی اپنا سلسلہ گفتگو ختم کر کے جب خاموش ہو گئے تو میں نے درخواست کی کہ آپ اپنی یہ ہدایات قلم بند کر دیں تو آپ کو لوگوں تک پیغام پہنچانے میں بڑی مدد ملے گی۔ اس درخواست پر حضرت جی نے تیور بدل کر کہا:



”پھر تم نے غلط سوال کیا۔ ہمارے یہاں سارا کام زبان سے چلتا ہے۔ قلم استعمال نہیں کیا جاسکتا بجز اس کے کہ کارکنوں اور طالبین کے خطوط کے جوابات دے دیئے جائیں۔ تبلیغی جماعت کا کاروبار کتنا پھیل گیا ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن لکھت پڑھت کے لیے ایک رجسٹر بھی تم ہمارے یہاں نہیں پاؤ گے“

حضرت جی یہ کہہ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئے اور میں باہر نکل آیا۔

اس وقت میرا دل مسوس کے رہ گیا کہ کاش میرے پاس ٹیپ ریکارڈ ایک دردناک خلش ہوتا اور میں حضرت جی کی آواز کو اس میں قید کر لیتا تو آج مجھے تبلیغی جماعت کی اصل حقیقت سے روشناس کرانے کے لیے ایک کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ صرف ذوالنوح کا فیتہ سارے زمانے کو اس صدی کے سب سے بڑے مرکز ”دجل و فریب“ سے واقف کرا دیتا۔

آج حضرت جی کے مذکورہ بالا ”ارشادات“ پر سوائے خداوند ذوالجلال کے اور کوئی گواہ میرے پاس نہیں ہے۔ فرشتوں کا ایک نوشتہ ضرور ہے لیکن افسوس کہ وہ اس میدان میں کھلے گا جہاں تبلیغی جماعت کا انجام معلوم کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی۔

جو لوگ میری اس ”خودنوشت آپ بیتی“ پر اعتماد کر سکیں ان سے عرض کروں گا کہ تبلیغی جماعت کی صحیح تعبیر کے لیے اب وہ خود ہی لغت میں کوئی مناسب لفظ تلاش کر لیں۔ کافی غور و خوض کے بعد بھی مجھے اب تک کوئی ایسا لفظ نہیں مل سکا جو ”رہبری“ اور ”رہزنی“ دونوں مفہوم کو ایک ساتھ ادا کر سکتا ہو۔

اب باقی رہ گئے وہ لوگ جو میری خودنوشت پڑھ کر بے ساختہ بول اٹھیں گے کہ یہ صد فی صدی غلط، بے بنیاد اور از سر تا پا افترا ہے۔ ان سے میں اتنا س کروں گا کہ کسی بھی خبر پر اعتماد کرنے کے لیے شہادت کے علاوہ اب تک جتنے ذرائع دریافت ہو سکے ہیں اپنے اطمینان قلب کے لیے وہ سارے ذرائع استعمال میں لائیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ کسی بھی آزمائش کا سامنا کرنے کے لیے میں اپنے آپ کو ہمیشہ تیار رکھوں گا۔

بھی تھا۔ وہ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور میرے متعلق یہ معلوم کرنا چاہا کہ میں کہاں سے آ رہا ہوں اور مجھے کہاں جانا ہے۔

بات چیت کے دوران جب میں نے ان کا تعارف حاصل کرنا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ وہ حیدرآباد کی تبلیغی جماعت کے امیر ہیں۔ کراہ ایک اجتماع میں گئے تھے وہاں سے لوٹ رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ساتھ کا نوجوان ایک بہت بڑے دولت مند گھرانے کا لڑکا ہے جو حال ہی میں تبلیغی جماعت سے منسلک ہوا ہے۔

اب ان کے ساتھ گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ وہ تبلیغی جماعتوں کے قہقہے سناتے رہے اور میں خاموشی سے سننا رہا۔ تبلیغی جماعت کے متعلق چونکہ وہ میرے نقطہ نظر سے واقف نہ تھے اس لیے بغیر جھجک کے وہ بولتے رہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے حیدرآباد کی تبلیغی جماعت کی کارگزاریوں کا بھی تذکرہ چھیڑ دیا۔ جب وہ کہ چکے تو میں نے ان سے ایک سوال کیا:

”حیدرآباد تو درگاہوں، خاتقاہوں اور مزاراتی روایات کا بہت بڑا گڑھ تھا وہاں

تبلیغی جماعت کو قدم جمانے کا موقعہ کیونکر ملا۔“

اس سوال پر وہ اس طرح مسرور ہو گئے جیسے میں نے ان کے حسن تدبیر اور ذہانت کا لوہا مان لیا ہو۔ اسی کے بعد اسی جذبہ مسرت کی ترنگ میں انہوں نے یہ کہانی سنائی:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدرآباد عہد قدیم سے بدعتیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ قدم قدم پر کفر و شرک کے بے شمار اڈے تھے وہاں کی اٹھانوے فیصدی مسلم آبادی شہ کیہ رسموں اور بدعات ہی کو اسلام سمجھتی تھی۔ اس لیے بہت ہی حسن تدبیر اور ذہانت کے ساتھ ہمیں اس مرحلے سے گزنا پڑا۔

عرس و فاتحہ کی مخالفت کرنے کی بجائے ہم نے یہ طریقہ اپنایا کہ جہاں کہیں عرس کا میلہ لگتا ہم اپنا تبلیغی وفد لے کر وہاں پہنچ جاتے اور لوگوں کو کلمہ و نماز کی تبلیغ کرتے۔ امرار کر کے بعض زائرین کو بھی گشت میں اپنے ساتھ رکھتے۔ اس طریقہ کار سے ہمیں دو فائدے پہنچے پہلا فائدہ تو یہ پہنچا کہ ایک بالکل اجنبی حلقے میں ہماری آواز پہنچ گئی اور دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ

بھی تھا۔ وہ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور میرے متعلق یہ معلوم کرنا چاہا کہ میں کہاں سے آ رہا ہوں اور مجھے کہاں جانا ہے۔

بات چیت کے دوران جب میں نے ان کا تعارف حاصل کرنا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ وہ حیدرآباد کی تبلیغی جماعت کے امیر ہیں۔ کراہ ایک اجتماع میں گئے تھے وہاں سے لوٹ رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ساتھ کا نوجوان ایک بہت بڑے دولت مند گھرانے کا لڑکا ہے جو حال ہی میں تبلیغی جماعت سے منسلک ہوا ہے۔

اب ان کے ساتھ گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ وہ تبلیغی جماعتوں کے فقہ سنانے رہے اور میں خاموشی سے سن رہا تھا۔ تبلیغی جماعت کے متعلق چونکہ وہ میرے نقطہ نظر سے واقف نہ تھے اس لیے بغیر جھجک کے وہ بولتے رہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے حیدرآباد کی تبلیغی جماعت کی کارگزاریوں کا بھی تذکرہ چھیڑ دیا۔ جب وہ کہ چکے تو میں نے ان سے ایک سوال کیا:

”حیدرآباد تو درگاہوں، خانقاہوں اور مزاراتی روایات کا بہت بڑا گڑھ تھا وہاں تبلیغی جماعت کو قدم جمانے کا موقعہ کیونکر ملا۔“

اس سوال پر وہ اس طرح مسرور ہو گئے جیسے میں نے ان کے حسن تدبیر اور ذہانت کا لوہا مان لیا ہو۔ اسی کے بعد اسی جذبہ مسرت کی ترنگ میں انہوں نے یہ کہانی سنائی:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدرآباد عہد قدیم سے بدعتیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ قدم قدم پر کفر و شرک کے بے شمار اڈے تھے وہاں کی اٹھانوے فیصدی مسلم آبادی شریکہ رسموں اور بدعات ہی کو اسلام سمجھتی تھی۔ اس لیے بہت ہی حسن تدبیر اور ذہانت کے ساتھ ہمیں اس مرحلے سے گزرنا پڑا۔“

عرس و فاتحہ کی مخالفت کرنے کی بجائے ہم نے یہ طریقہ اپنایا کہ جہاں کہیں عرس کا میلہ لگتا ہم اپنا تبلیغی وفد لے کر وہاں پہنچ جاتے اور لوگوں کو کلمہ و نماز کی تبلیغ کرتے۔ اصرار کر کے بعض زائرین کو بھی گشت میں اپنے ساتھ رکھتے۔ اس طریقہ کار سے ہمیں دو فائدے پہنچے۔ پہلا فائدہ تو یہ پہنچا کہ ایک بالکل اجنبی حلقے میں ہماری آواز پہنچ گئی اور دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ



حاصل ہوا کہ کبھی بدعتی مولویوں نے اپنے عوام کو ہماری طرف سے بدظن بھی کرنا چاہا کہ یہ بدعتیہ اور عرس و فاتحہ کے مخالفت لوگ ہیں تو انہی کے عوام نے انہیں جھٹلا دیا کہ یہ لوگ عرس و فاتحہ کے مخالفت ہوتے تو فلاں فلاں عرس میں کیوں دیکھے جاتے۔

اپنی کارگزاریوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں ہمیں ان گدی نشین پیروں سے بھی کافی مدد لی جو بریلویوں کی طرح اپنے مسلک میں سخت نہیں ہیں۔ ہم ان کی مخالفتوں میں حاضر ہوئے اور ایک خوش عقیدہ نیازمند کی طرح ہم نے ان کی دست بوسی کی اور انہیں اپنے اجتماع میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ کئی بار کی آمد و رفت کے بعد جب وہ تیار ہو گئے تو انہیں نہایت اعزاز و تکریم کے ساتھ اپنے اجتماع میں لے آئے۔ ان کی ہم کابی میں ان کے مریدین کا جو دستہ آیا تھا اس نے جب اپنے پیر کے ساتھ ہمارا نیازمند روٹیہ دیکھا تو وہ ہم سے کافی حد تک مانوس ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دوستوں اور پیروں میں ہماری خوش عقیدگی کا ایک اچھا خاصا شہار بن گیا۔

اس طرح رفتہ رفتہ ہم بغیر کسی فکری تصادم کے وہاں کے اجنبی حلقوں میں داخل ہو گئے یہاں تک کہ آج ان حلقوں کی بہت بڑی تعداد نہ صرف یہ کہ تبلیغی جماعت کی ہمنوا بن گئی ہے بلکہ ہم نے انہیں ذہنی طور پر آنا بدل دیا ہے کہ اب اگر ان کے پیر صاحبان بھی ہم سے قطع تعلق کا انہیں حکم صادر فرمائیں تو وہ اپنے پیر سے قطع تعلق کر سکتے ہیں لیکن اپنی جماعت کے خلاف کچھ سنا برداشت نہیں کریں گے۔

یہاں پہنچ کر ان کا لب و لہجہ بدل گیا۔ انہوں نے فاتحانہ لہجہ میں کہا: "مولانا! حسد کا شکر ادا کیجیے کہ تبلیغی جماعت کی خاموش جدوجہد کے نتیجے میں اب وہاں کفر و شرک کے مراکز کی وہ دُھوم و ہام باقی نہیں ہے۔ میلاد و فاتحہ اور بدعات کی چہل پہل بھی اب دن بدن ماند پڑتی جا رہی ہے۔ ہمارا جذبہ جہاد اسی طرح سلامت رہ گیا تو وہ دن دور نہیں ہے جب کہ ان مزاروں پر مکھیاں بھنبھنائیں گی اور ہم ان صنم خانوں کی ویرانی پر شکرانے کی نماز ادا کریں گے۔"

گفتگو کے اس آخری حصے پر میرا پیمانہ صبر لہریز ہو گیا۔ میں نے تیسرا بدل کر ان سے کہا:

آپ کی کارگزاریوں کی رودادِ بسنتہ کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس دنیا میں دجل و فریب کی آخری تربیت گاہ کا نام تبلیغی جماعت ہے۔ یہ دنیا اپنی عمر کے آخری حصے سے گزر رہی ہے ہو سکتا ہے قدرتی طور پر دجال کا ٹیپ آپ ہی لوگوں کے ہاتھوں تیار کرایا جا رہا ہو۔ اس جواب پر وہ ہکا بکا سے ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے: ”بڑا دھوکہ ہوا، میں آپ کو اپنا سمجھ رہا تھا“

تبلیغی جماعت سے ذہنی طور پر میں بیزار تو تھا ہی اس قلم کی تلوار اٹھانے کا عزم واقعہ نے میری دینی غیرت کو اور بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اسی وقت میں نے عہد کر لیا کہ اس جماعت پر ایک مبسوط کتاب ضرور لکھوں گا۔ چنانچہ جمشید پور پہنچ کر میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اس موضوع پر جتنے بھی مواد ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ابتداءً مضامین کا جو خاکہ ذہن میں تھا اس کی ضخامت سو صفحات سے زیادہ نہیں تھی لیکن ترتیب کا کام شروع کرنے کے بعد تقریباً ڈھائی سو صفحات کی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

مشاغل کے هجوم اور موانع کی کثرت کے باعث ہزار ذہنی آمادگی کے باوجود شاید یہ کتاب اتنی جلد منظرِ عام پر نہ آسکتی لیکن ہونے والی بات کہنے کہ کتاب کا ابتدائی مسودہ میں نے اپنے اکابر و اجاب میں سے جس کسی کو سنایا انہوں نے اسے بے حد پسند کیا اور اصرار فرمایا کہ اسے جلد سے جلد مکمل ہو کر منظرِ عام پر آجانا چاہیے۔

خصوصیت کے ساتھ سیدی حضور برہان الملک سرکار جلیپور دامت برکاتہم، حضرت سید العلماء صدر آل انڈیا سنی جمعیت العلماء ممبئی، حضرت استاذ العلماء شیخ الحدیث اشرفیہ مبارکپور، حضرت سلطان المتکلمین مفتی اعظم کانپور، حضور مجاہد ملت ریس اعظم اڑیسہ، حضرت علامہ شاہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی، حضرت مولانا سید شاہ عبدالحق صاحب چشتی، حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی، حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، حضرت مولانا ابوالوفا صاحب فصیحی، حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب ابوالعلائی، حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی، حضرت مولانا سردار الحق صاحب، حضرت مولانا مفتی

شریف الحق صاحب امجدی، حضرت مولانا رئیس عالم صاحب قادری وغیر ہم اور ایک صاحب خیر کا اصرار اس کتاب کی تکمیل کے لیے بہترین معاون ثابت ہوا۔

کتاب کی طباعت کے سلسلے میں اپنے مدرسے سیکریٹری انتظامیہ جناب احمد بخش صاحب اور نائب مہتمم مولانا عرفان صاحب کے لیے میں دل سے دعا گو ہوں کہ ان حضرات کی وجہ سے مجھے اس کتاب کی ترتیب کے لیے فرصت کے لمحات میسر آئے۔

اپنے موضوع پر کتاب کی افادیت کے سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ قارئین کا اپنا حق ہے البتہ تاثرات سے سرفراز کرنے کی درخواست ضرور کروں گا۔ دعائیں شریک حال رہیں تو ”زلزلہ“ نام کی ایک انقلاب انگیز اور معرکہ الآراء کتاب جلد ہی منظر عام پر آئے گی۔

ناچینز

ارشاد قادری

مکتبہ جام نور فیض العلوم۔ جمشید پور بہار



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ایک سوال

جناب محترم علامہ ارشد القادری صاحب مدبر اعلیٰ جام نور کلکتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نہایت اضطراب کی حالت میں آپ کو ایک تکلیف رسے رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ  
دینی خدمت کے رشتے سے یہ تکلیف آپ کے لیے بارِ خاطر نہ ہوگی۔

بستی نظام الدین دہلی کی تبلیغی جماعت کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیسی ہے؟  
اس کی تبلیغی سرگرمیوں کا اصل مقصد کیا ہے؟ کس ذہن و اعتقاد کے لوگ اس کی کمان کر رہے ہیں؟  
آیا اس جماعت کے ساتھ دینی منفعت کا کوئی تصور وابستہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟  
ازراہ کرم اس سلسلے میں اطمینان بخش اور مفصل و مدلل جواب مرحمت فرما کر ہم مسلمانان  
گجرات کو ممنون فرمائیں۔

آپ کا مخلص

قاری اسمعیل ٹنکاروی

احمد آباد (گجرات)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

## الجواب

مذکورہ بالا سوال کا جواب چونکہ بہت زیادہ تفصیل کا طالب ہے اس لیے میں اپنے اس جواب کو آٹھ ابواب پر تقسیم کرتا ہوں تاکہ جواب کے سارے اجزا خوب وضاحت کے ساتھ ذہن نشین ہو جائیں۔

جواب کا سلسلہ شروع کرنے سے قبل اپنے قارئین سے اس بات کی ضرور سفارش کروں گا کہ وہ غیر جانب دار ہو کر میری تحریر کا مطالعہ فرمائیں۔ عین ممکن ہے کہ تبلیغی جماعت کے متعلق پہلے سے جو رائے ذہن میں قائم کر لی گئی ہو، میرا یہ جواب اس سے ٹکرا جائے۔ پھر بھی عرض کروں گا یہی وہ منزل ہے جہاں انصاف کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور کسی بھی آدمی کو غیر واقعی حالات کی زد سے اپنے آپ کو بچا لینے کا موقع ملتا ہے۔ دیتا میں کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے علم و ذہن کا فیصلہ ناقابل تغیر ہے۔ اس لیے بدول ہو کر کتاب رکھ دینے کے بجائے اس کی ایک ایک سطر سے گزر جانا حقیقت کی طرف ایک کامیاب پیش قدمی ہوگی۔ میں بھی اپنے قارئین کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے بھی تبلیغی جماعت سے متعلق ان کے اظہار میں کہیں کبھی جذبہ انصاف کی گرفت سے اپنے قلم کو آزاد نہیں ہونے دیا ہے۔ عدائے قدیر ہم دونوں کو انصاف نظر اور قبولِ حق کی توفیق مرحمت فرمائے۔

# تبلیغی جماعت کے ابتدائی افریقہ اور اُس کے بانی کا تعارف

کسی بھی جماعت کے قرار واقعی مقاصد اور اس کی سرگرمیوں کے اصل محرکات سے باخبر ہونے کے لیے اس کے بانی کے ذہن سے باخبر ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ عملی نتائج کے اعتبار سے ہر جماعت کا اپنے بانی کی فکر کے تابع ہونا ایک ایسی قدرتی چیز ہے جس سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔

خود یونبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب نے بھی جماعت اسلامی ہند کے امیر کے نام اپنے لکھے ہوئے ایک مکتوب میں برطانیہ اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے، جو کسوٹی انھوں نے جماعت اسلامی کے لیے تجویز فرمائی ہے وہی کسوٹی تبلیغی جماعت کے لیے بھی پسند کرنا ہوگی۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

محترم! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہوگی تو وہ قبیلہ توجیر ہوگا اور اس شخص کے عقاید و اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر پڑے گا۔ مکتوبات

شیخ الاسلام ج ۲ ص ۲۷۷۔

یہ نکتہ ذہن نشین ہو جانے کے بعد اب تبلیغی جماعت کے بانی اور اس تحریک کے نقطہ آغاز کی تفصیلات سننے! واضح رہے کہ ساری تفصیلات تبلیغی جماعت کے لٹریچر ہی سے اخذ کی گئی ہیں۔

تبلیغی جماعت کے مرکزی قائد مولوی منظور نعمانی اپنی کتاب "مکتوبات مولانا ایبکس" میں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا ایبکس کا یہ بیان نقل کرتے ہیں،



”ایک بار فرمایا کہ خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے۔ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی ترقی ہوتی ہے کہ ریاضت و مجاہدہ سے نہیں ہوتی کیونکہ خواب میں علوم صحیحہ القا ہوتے ہیں جو نبوت کا حصہ ہے پھر ترقی کیوں نہ ہوگی۔ ملفوظات مولانا الیاس ص ۵۱۔

یہاں تک تو وہ تمہید تھی جس کے ذریعہ حاشیہ نشینوں کا ذہن ہموار کیا گیا ہے۔ اب حرف مدعا کا ابتدائی حصہ سُنئے۔ لکھتے ہیں:

”پھر فرمایا آج کل خواب میں مجھ پر علوم صحیحہ کا القا ہوتا ہے اس لیے کوشش کرو کہ مجھے نیسند زیادہ آئے۔“ کتاب مذکورہ ص ۵۱۔

اس مقام پر ملفوظات کے مرتب مولوی منظور صاحب نعمانی کا یہ بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ لکھتے ہیں:

”خشکی کی وجہ سے نیند کم ہونے لگی تھی تو میں نے حکیم صاحب اور ڈاکٹر کے مشورہ سے سر میں تیل کی مالش کرائی جس سے نیند میں ترقی ہو گئی۔“ کتاب مذکورہ ص ۵۱۔

نیسند کی زیادتی کو ”ترقی“ سے تعبیر کرتے وقت ذرا اس جذبہ عقیدت کا دباؤ ملاحظہ فرمائیے جو صرف ”دلِ وارفتہ“ کا حصہ ہے۔ اب وہ اصل مدعا سُنئے جس کے اظہار کے لیے اتنی طویل تمہید باندھی گئی ہے۔ ملفوظات کے مرتب لکھتے ہیں:

”آپ (مولانا الیاس) نے فرمایا کہ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا۔“ ملفوظات ص ۵۱۔

ذہن پر ذرا سا زور دینے کے بعد آپ محسوس کریں گے کہ مولانا الیاس کے اس بیان نے اچانک بہت سارے حقائق کے چہرے سے نقاب الٹ دیا اور بہت سی چھپی ڈھسکی باتیں ایک دم معلومات کے اُجالے میں آگئیں۔

پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ تبلیغی جماعت کے بانی خود مولانا الیاس ہیں اور دوسرا راز یہ ہے نقاب ہوا کہ تبلیغی جماعت کے مبلغین سادہ لوح عوام کو جھوٹی ترغیب دینے کے لیے یہ جو عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا موجودہ طریقہ انبیاء اور صحابہ کا طریقہ ہے تو

یہ سو فیصدی غلط، صریح جھوٹ اور نہایت شرمناک فریب ہے۔ کیونکہ تبلیغی جماعت کا موجودہ طریقہ تبلیغ اگر انبیاء اور صحابہ کا طریقہ ہوتا تو یہ قرآن و حدیث اور کتابوں کے ذریعہ معلوم ہونے کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ طریقہ بالکل "ایجاد بندہ" ہے۔  
خواب پر کسی دینی کام کی بنیاد وہی رکھ سکتا ہے جو قرآن و حدیث کی رہنمائی سے بے نیاز ہو جائے۔

اس مقام پر ایک اور نکتہ دل چسپی سے خالی نہ ہو گا کہ خود مولانا ایباس نے اس "الہامی خواب" کے باوجود موجودہ طریقہ تبلیغ کو اپنی ہی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سے صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ انھیں خود بھی اس الہام پر یقین تھا۔ جیسا کہ اسی ملفوظات ایباس میں مولوی منظور نعمانی ان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

"ایک بار فرمایا: "حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح

ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔"۔ ملفوظات ص ۵۷۔

خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھیے اور ایک بار نہیں کئی بار پڑھیے اور انصاف و دیانت

بتائیے کہ موجودہ طریقہ تبلیغ کے ایجاد بندہ ہونے میں کیا اب بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

علاوہ ازیں تبلیغی جماعت کے علماء بھی اپنی تقریروں اور تحریروں میں بار بار اس

حقیقت کا اعادہ کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا موجودہ طریقہ مولانا ایباس نے ایجاد کیا ہے۔

وہی اس کے بانی اور موجد ہیں۔ اس لیے اس دعوے کے ثبوت میں اب مزید کسی دلیل کی

ضرورت نہیں ہے کہ یہ "چودھویں صدی" کی ایجاد ہے۔

جب یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ تبلیغی جماعت کا

انصاف و دیانت کا خون موجودہ طریقہ انبیاء اور صحابہ کا طریقہ نہیں ہے بلکہ

اس چودھویں صدی میں خود مولانا ایباس نے اسے ایجاد کیا ہے تو اب اس سلسلے میں

ایک اصولی بحث نوکِ قلم پر لانا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ قارئین کرام حتیٰ کے ساتھ انصاف کرنے میں نخل سے کام نہیں لیں گے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دینی اُمنگوں کا عہد شباب ڈھل جانے کے بعد ہندستان اور تمام ممالک اسلامیہ میں دین سے باخبر ہونے کے چار ہی ذرائع مسلمانوں کے پاس رہ گئے تھے۔ خواص کے لیے دینی مدارس اور عوام کے لیے محافل میلاد و وعظ، مساجد اور خانقاہیں۔

محافل میلاد نے ایک عالمگیر ذریعہ تبلیغ کے طور پر تمام دنیا کے مسلمان مرد و زن اور شہر و دیہات کے عامہ مسلمین کی جو عظیم دینی خدمات انجام دی ہیں اور جس وسیع پیمانے پر ان کے ذہن کو دین کے ساتھ مربوط رکھا ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن وقت کا سب سے بڑا ماتم یہ ہے کہ پریس، لٹریچر اور نو ساختہ تحریکوں کے اس موسم برسات سے قبل جس محفل میلاد نے صدیوں تک اسلام کی تبلیغی ضرورتوں کو پورا کیا ہے اور امت کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ وابستہ رکھنے میں ایک والہانہ کردار کی تاریخ مرتب کی ہے اسی محفل میلاد کو تبلیغی جماعت کے علماء صرف اس لیے حرام کہتے ہیں کہ اس کا نام تبلیغی جماعت نہیں "محفل میلاد" ہے یا اس لیے کہ اس کی ایجاد چودھویں صدی میں نہیں بلکہ پانچویں صدی میں ہوئی ہے۔

حوالہ کے لیے دیکھیے تبلیغی جماعت کے بانی مولانا ایاز کس کے پروردگار شید احمد گنگوہی کا یہ فتویٰ! کسی نے سوال کیا:

"العقاد مجلس میلاد و بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمایا: "العقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے"۔ - فتاویٰ رشیدیہ

ج ۲ ص ۸۳ -

جہاں تک دینی مسائل کی تبلیغ اور خدا و رسول کے ساتھ بندوں کو وابستہ رکھنے کیلئے ترغیبات کا تعلق ہے خدا شاہد ہے کہ محفل میلاد کے انعقاد سے ہمیشہ یہی اغراض مطلوب رہے ہیں اور آج بھی محفل میلاد کے نام پر جہاں کہیں کوئی اجتماع ہوتا ہے وہاں زمانہ گواہ ہے



کہ خیر و حسنات ہی کے سہ چشموں کی طرف لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے کہیں بھی اس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی کہ شر اور معاصی کی طرف انھیں بلایا گیا ہو۔

لیکن ذہن کا یہ افلاس سمجھ میں نہیں آتا کہ نوسو برس کے رائج طریقہ تبلیغ کو تو کھلے بندوں حرام و قبیح کہا جاتا ہے اور اس چودھویں صدی میں ایجاد ہونے والے طریقہ تبلیغ کو دین کا سب سے اہم کام قرار دیا جا رہا ہے۔

کسی بھی بدعت سے اگر اس لیے نفرت ہے کہ وہ مہم صحابہ کی ایجاد نہیں ہے تو وہ چاہے نوسو برس کی پرانی بدعت ہو یا پچاس برس کی نئی، شریعت کا فیصلہ دونوں کے حق میں یکساں ہونا چاہیے۔

پھر پچاس برس کی بدعت کو اگر اس لیے قبول کر لیا گیا ہے کہ اس میں دین کا نفع منصوص ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسی دینی منفعت کی بنیاد پر نوسو برس کی بدعت کو بھی گوارا نہ کیا جائے۔ بالکل ایک ہی طرح کے مقدمہ میں سوچنے کا الگ الگ انداز واضح طور پر اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ سوچنے والے دین کے رُخ پر نہیں سوچتے، اپنے ذاتی اور گرد ہی مفاد کے رُخ پر سوچتے ہیں ورنہ یہ امر واقعہ ہے کہ دین کا مفاد اگر ان حضرات کے پیش نظر ہوتا تو محفل میلاد کے سوال پر لڑنے کی بجائے اُسے اپنی رگِ جاں کی طرح عزیز رکھتے۔

بہر حال یہ حضرات اگر بشارتِ قلب کے ساتھ انصاف و دیانت کے اس خون کا اعتراف نہ کر سکیں تو کم از کم اُن سے میرا یہ مطالبہ غیر معقول نہیں ہے کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا تلاش کرنے سے قبل کسی ایٹھنے میں وہ خود اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھ لیا کریں۔ بگینا ہی کی نخوت کے آزار کا اس سے بہتر اور کوئی علاج اب تک دریافت نہیں ہو سکا ہے۔

یہاں تک تو تبلیغی جماعت کی تاریخ ولادت پر بحث تھی اب مولانا الیاس کا تعارف اس جماعت کے بانی مولانا الیاس صاحب کی شخصیت کا تعارف ملاحظہ فرمائیے۔ تبلیغی جماعت کے دوسرے مرکزی قائد مولانا ابوالحسن علی ندوی نے



یہ شکایت کی کہ :

جہاں تسبیح لے کر بیٹھا ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اس قدر گرانی کہ جیسے سوسو  
من کے پتھر کسی نے رکھ دیئے زبان و قلب سب بستہ ہو جاتے ہیں۔ سوانح  
تاسمی ج ۱ ص ۲۵۸۔ شائع کردہ دارالعلوم دیوبند۔

اس پر حاجی صاحب نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا،

”یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور یہ وہ ثقل (بوجھ) ہے جو  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا تم سے حق تعالیٰ کو

وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے۔“۔ سوانح تاسمی ج ۱ ص ۲۵۹۔

اب اس تفصیل کی روشنی میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے لکھنے کے مطابق معلوم ہوا کہ

بعینہ یہی قصہ مولانا ایاس کے ساتھ بھی پیش آیا تھا یعنی ان کے قلب پر بھی نبوت کا فیضان

ہوتا تھا اور انہیں بھی معاذ اللہ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نزول وحی کی گرانی محسوس

ہوا کرتی تھی۔

یہاں تک تو پیغمبرانہ منصب کی طرف ایک خاموش پیش قدمی تھی۔ اب مثل انبیاء

دعویٰ علیہم السلام کے لوگوں میں ظاہر کئے جانے کا دعویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ لفوظات

ایاس کا مرتب اپنی کتاب میں ان کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے :

(آپ نے فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد گنتم خیر امة اخرجت للناس

تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر کی تفسیر خراب میں یہ القا ہوئی

کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کیے گئے ہو۔ لفوظات

لا الہ الا اللہ اور غضب دیکھیے کہ یہ آیت کریمہ بھی خدا ہی کی نازل فرمودہ ہے

اور اس کی تفسیر بھی وہی القا فرما رہا ہے فرق صرف یہ ہے کہ آیت محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی تفسیر مولانا ایاس پر اتری ہے پس خدا ہی کی طرف سے جب

آیت و تفسیر دونوں ہی کا نزول ہے تو کون خدا کا باغی بندہ ہے کہ ایک پر ایمان لائے دوسرے

سے انکار کر دے۔





مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب "دینی دعوت" میں لکھا ہے کہ ایک بار دہلی میں غلط طور پر مولانا ایباس کی موت کی خبر مشہور ہو گئی۔ اس افواہ پر کافی لوگ جمع ہو گئے۔ لکھتے ہیں کہ اس موقع پر خبر کی تردید کے لیے ایک تقریر کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اب اس کے بعد کا واقعہ خود انہی کی زبانی سنئیے۔ لکھتے ہیں:

مولانا منظور صاحب نعمانی نے مسجد کے نیچے درخت کے تلے وَمَا مَحْتَدًا  
إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے مضمون پر ایک بر محل اور

موثر تقریر کی۔ - دینی دعوت ص ۱۸۱ -

اور پھر یہی آیت اُس دن بھی تلاوت کی گئی جس دن سچ مچ مولانا ایباس انتقال کر گئے  
چنانچہ یہی علی میاں لکھتے ہیں کہ جب اُن کا جنازہ میدان میں لا کر رکھا گیا تو اس موقع پر:

"شیخ الحدیث (مولانا زکریا) اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں

کو میدان کے نیچے جمع کیا جائے اور اُن سے خطاب کیا جائے وَمَا مَحْتَدًا

إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے مضمون سے بڑھ کر اس

موقع کے لیے تعزیت و موعتت کیا ہو سکتی تھی؟ - دینی دعوت ص ۱۸۶ -

قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ وَمَا مَحْتَدًا إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

الرُّسُلُ کی آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ نادر صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے موقع پر تلاوت فرمائی تھی اور اسی آیت کی روشنی میں

صحابہ کرام کو اس امر کا یقین دلایا تھا کہ حضور وصال فرما گئے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور محمد

اللہ کے رسول ہیں اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

آیت کا مفہوم اور اس کا محل استعمال واضح ہو چکنے کے بعد اب سوچنے کی بات یہ ہے

کہ آخر مولانا ایباس کی وفات پر بار بار اسی آیت کی تلاوت کا کیا موقع تھا جبکہ موت کے

مضمون پر قرآن کریم میں بے شمار آیات موجود ہیں۔

اس سے صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ مولانا ایباس کا منصب ان کے ماننے والوں

کی نظر میں کسی طرح بھی ایک رسول کے منصب سے کم نہیں تھا اسی لیے ان کی موت پر بھی

وہی آیت منطبق کی گئی جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں نازل ہوئی تھی اور صحابہ کرام نے پیغمبر ہی کے وصال شریف کے موقع پر جس کی تلاوت فرمائی تھی۔

چودہ سو سال کی طویل مدت میں لاکھوں اکابر اُمت اور عرفائے حق نے اس سرائے فانی سے سفر کیا لیکن کہیں ثابت نہیں ہے کہ کسی بڑے سے بڑے بزرگ کے وصال پر یہ آیت منطبق کی گئی ہو۔

اس لیے مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ مولانا ایباس کے الہامی دعووں سے تبلیغی جماعت کے لوگ اتنے زیادہ متاثر تھے کہ ان کی نظر میں مولانا ایباس کا مقام قطعاً ایک پیغمبر کے مقام کے دوش بدوش تھا۔

تتقیص انبیاء کے جذبے یہاں تک تو مولانا ایباس کی عظمت شان کے اظہار کا مثبت طریقہ تھا۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔  
کی حوصلہ افزائی اس نکتے سے آپ ناواقف نہ ہوں گے کہ دوسروں کی تنقیص کر کے بھی کبھی اپنی برتری کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مولانا ایباس کے تابعین کو مبارک ہو کہ مولانا نے اس فن کو بھی تشنۃ القفا ت نہیں رہنے دیا ہے۔

چنانچہ تبلیغی کارکنوں کا انبیائے کرام کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ان کے نام اپنے ایک گشتی مراسلہ میں موصوف تحریر فرماتے ہیں:

”اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تھے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوششیں کریں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے“۔ مکاتیب ایباس ص ۱۰۶، ۱۰۸۔

قسم ہے آپ کو جلالت خداوندی کی اور اس عبارت کی اسپرٹ پر غور فرمائیے اور بلاگ ہو کر فیصلہ دیجئے کہ کیا اس عبارت میں انبیاء کے مقابلے پر اپنے اور اپنے تبلیغی کارکنوں کی برتری کا جذبہ کار فرما نہیں ہے۔ دین کا وہ کون سا کام ہے جو خدا کی مشیت کے بغیر وجود میں آتا ہو لیکن نہ کر سکنے والے کے مقابلے میں کر گزرنے والے کی برتری تو بہر حال ثابت ہو جاتی ہے۔



اس لیے کہنے دیا جائے کہ اس اہانت آمیز پیرایہ بیان کا مقصد سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جن انبیائے کرام کا حلقہ تبلیغ سا لہا سال کی جدوجہد کے بعد بھی چند افراد سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ان کے مقابلے پر آج کے ان تبلیغی کارکنوں کی برتری ثابت کی جائے جو اپنے تئیں ایک عالم کو ہدایت یاب بنا چکے ہیں اور اس کے بعد انھیں اس ہلاکت خیز نخوت میں مبتلا کر دیا جائے کہ جو کام انبیائے بھی نہ ہو سکا وہ کام ہم کر گزرے۔

معاذ اللہ! ذرا سوچیے کہ کیا نہایت ہی ایک آزار پوری تبلیغی جماعت کی ہلاکت کے لیے کافی نہیں ہے؟

اور یہ بھی سن لیجئے کہ انبیائے کے مقابلے میں امتی کو آگے بڑھانے کا یہ جذبہ کچھ اتفاقی نہیں ہے کہ اسے ظلم کی لغزش قرار دیا جائے بلکہ ان حضرات کا مزاج ہی یہ ہے جیسا کہ مولانا ایباس کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب دیوبندی اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

”پیغمبروں کو عمل کی وجہ سے فضیلت نہیں۔ عمل میں تو بعض امتی پیغمبر سے

بڑھ جاتے ہیں۔“۔ مدینہ بجنور یکم جولائی ۱۹۵۸ء ص ۳ کالم ۳۔

اور بالکل اسی طرح کا عقیدہ اس گروہ کے امام مولانا قاسم نانوتوی بھی بہت پہلے اپنی کتاب

تخذیر الناس میں تحریر فرما گئے ہیں۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔

باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ

جاتے ہیں۔“۔ تخذیر الناس ص ۵۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ مولانا ایباس سے لے کر مولانا حسین احمد اور مولانا قاسم

نانوتوی تک سب کے حق میں مشترک طور پر قلم کی لگاتار لغزشوں کا تصور کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟

ایک ہی مذہب فکر کے تین پیشواؤں کے لکھنے اور سوچنے کا ایک ہی انداز کیا واضح طور پر اس

امر کی نشان دہی نہیں کرتا کہ دراصل یہ قلم کا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ پیغمبروں کی تنقیص کی

طرف ان حضرات کی ایک سوچی سمجھی اور منظم پیش قدمی ہے۔

تنقیص انبیاء کے فن میں یہ معلوم کر کے آپ حیرت زدہ نہ ہوں کہ تنقیص انبیاء کے دیوبندی حضرات کی مہارت فن میں ان حضرات کو ایک خاص مہارت حاصل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب یہ حضرات انبیاء کی تنقیص کرنا چاہتے ہیں تو براہ راست ان کی عظمت پر حملہ کرنے کی بجائے، پہلے یہ لوگ خدا کے ساتھ انبیاء کے تعابیل کا ایک فرضی ماحول بناتے ہیں اور اس کے بعد انبیاء کو خدا کے مقابلہ پر رکھ کر جو چاہتے ہیں بے خطر کہہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا ایباس نے بھی انبیاء کی تنقیص کے لیے اپنے مکتوب میں یہی پیرایہ اختیار کیا ہے اور پھر ذرا قلم کی چابکدستی دیکھیے کہ انبیاء کی تنقیص شان پر جب ان سے کوئی باز پرس کرتا ہے تو جھٹناویل کرتے ہیں کہ ہم نے تو خدا کی قدرت و عظمت اور اس کی جلالت شان کا پہلو واضح کیا ہے۔ ہم نے انبیاء کی کہاں تنقیص کی ہے۔ دراصل قلم کی یہی چابکدستی ان کی مہارت فن کا سب سے بڑا راز ہے۔ مثال کے طور پر اس فن کے امام مولوی اسمعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں خدا کی شان کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

”اُس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کر ڈالے“۔ تقویۃ الایمان ص ۳۱۔

خدا کی عظمت شان سے کس کافر کو انکار ہو سکتا ہے لیکن دراصل گریباں تھانے کی جگہ یہ ہے کہ اس کے اظہار کے لیے جو پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے وہ کیسا ہے اور کس کا ہے؟ انبیاء کو خدا کی عظمت کے نشانے پر رکھے بغیر کیا خدا کی عظمت کے اظہار کا کوئی دوسرا پیرایہ نہیں ہو سکتا تھا؟

میں کہتا ہوں پیرایہ بیان کے عیب و ہنر سے اگر آنکھیں بند کر لی جائیں تو خدا کی قدرت کو درمیان میں رکھ کر آسانی سے ہر شخص کی حرمت کا مذاق اڑایا جا سکتا ہے بلکہ اسی عنوان پر ایک ضخیم حمد باری تیار کی جا سکتی ہے۔

مثال کے طور پر بلاشبہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنے کسی بھی بندہ کو خنزیر کی شکل میں تبدیل کر کے اسے جہنم کا کندہ بنا دے۔ لیکن اسی پیرایہ بیان میں اگر کوئی مولانا ایباس کا نام لے کر

خدا کی قدرت کا اظہار کرے تو انصاف سے بتائیے کہ مولانا ایلیاس کے معتقدین چیخ اٹھیں گے یا نہیں؟

یا پھر تقویۃ الایمان کے مصنف کے لب و لہجہ میں اگر کوئی اس طرح خدا کی شان کا اظہار کرے کہ اُس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو سارے تبلیغی مولویوں کو رو سیاہ بندر بنا دے، تو آپ ہی انصاف سے کہیے کہ بات سو فیصدی صحیح ہونے کے باوجود کیا اس پر ایڑہ بیان سے تبلیغی جماعت کے لوگوں کی دل آزاری نہیں ہوگی؟ واضح رہے کہ کہنے کی نیت سے میں نے یہ باتیں نہیں کہی ہیں بلکہ مقصود ان تمثیلوں سے صرف یہ محسوس کرانا ہے کہ دوسروں کے جذبہ عقیدت کی ٹھیس کتنی دردناک ہوتی ہے۔

اس باب کے خاتمے پر میں پھر تبلیغی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب کے اس بیان کا اعادہ کر رہا ہوں کہ جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہوگی تو وہ قبلہ توجہ ہوگا اور اس شخص کے عقائد و اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر پڑے گا۔

گزشتہ صفحات میں تبلیغی جماعت کا مولانا ایلیاس کی طرف منسوب ہونا اظہار من الشمس ہو گیا اور یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ وہ کون تھے، کیا چاہتے تھے اور کس طرح انہوں نے تبلیغ و دعوت کے پردے میں پیغمبرؐ منصب کی طرف پیش قدمی کی ہے اور صرف پیش قدمی ہی نہیں کی ہے بلکہ چھلانگ لگا کر انبیاء سے بھی آگے نکل جانے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور اتنا ہی نہیں کیا ہے بلکہ اپنے ماننے والوں میں تقیص انبیاء کے جذبے کی بھی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

اتنی وضاحتوں کے بعد اب تبلیغی جماعت کے ذہنی ماحول کی آب و ہوا کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسی بوجھل فضا میں ایک سچا مسلمان اور ایک ظاہر و باطن کا وفادار مومن کیوں کر سانس لے سکتا ہے۔

بہر حال ہمارا کام حقائق کے چہرے سے نقاب الٹنا تھا وہ ہم نے کر دیا اب اس کا فیصلہ فاریں کے ذمہ ہے کہ ان کے ایمان کی پرورش کے لیے کیسی جگہ چاہیے۔ کاجل کی کوٹھڑی میں پہنچ کر وہ دودھ کی طرح اپنے سفید دامن دل کو داغدار ہونے سے بچا

سکیں گے یا نہیں؟

تسلیمی جماعت کی ہلاکت نیز یوں کو محسوس کرنے کے لیے اب بھی اگر ذہن کا کوئی گوشہ تاریک رہ گیا تو آگے بڑھیے اور دوسرے باب کا مطالعہ فرمائیے۔



## تبلیغی جماعت کے اغراض و مقاصد

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جماعتوں اور تحریکوں کے متعلق پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے فیصلے کا انحصار ان کے اغراض و مقاصد ہی پر ہوا کرتا ہے ورنہ جماعت کتنے ہی فعال، متحرک، وسیع الاثر اور اسباب و وسائل سے مسلح ہو لیکن اگر اس کے مقاصد ناپسندیدہ ہوں تو ایسی جماعت کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

اس لیے تبلیغی جماعت کے متعلق کوئی آخری رائے قائم کر لینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اُن مقاصد کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے جو بانی جماعت کے ذہن میں تھے۔

پس اس سلسلے میں ہم مولانا منظور نعمانی صاحب کی تعلیمات کی اشاعت کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تبلیغی جماعت کا اہم مقصد ”ملفوظات الیاس“ میں خود بانی جماعت کی زبانی اس امر کی نشان دہی فرمادی ہے۔ ان کا ایک مضمون نقل کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

”ایک بار فرمایا: حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے

پس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح

ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔“۔ ملفوظات ص ۵۷۔

کسی بھی تبلیغی انجمن کا ڈھانچہ دو ہی حصوں پر مشتمل ہوا کرتا ہے ایک تعلیم دوسرا

طریقہ تبلیغ، ان دو میں سے کوئی ایک بھی اگر اسلام کی طرف منسوب ہو تو ہم بجا طور پر

اس انجمن کو اسلامی انجمن کہہ سکتے ہیں۔

لیکن مولانا الیاس کے مذکورہ بالا بیان میں چونکا دینے والی خبر یہ ہے کہ ان دونوں

حقوق میں سے کوئی حصہ بھی خدا اور رسول کی طرف منسوب نہیں ہے۔ تعلیم تھانوی صاحب کی ہے اور طریقہ تبلیغ خود مولانا ایلیاس کا ہے۔

اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا اصل مقصد خدا اور رسول کی تعلیمات کا پھیلانا نہیں ہے بلکہ تھانوی صاحب کی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ تبلیغی جماعت نے اپنا مقصد تبلیغ یہ کیوں قرار دیا۔ کیونکہ مقصد تو ہر شخص اپنی ہی پسند کے مطابق معین کرتا ہے۔ دراصل اعتراض کی جگہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے لوگ اپنے اس مقصد کو چھپاتے کیوں ہیں۔ وہ بر ملا کیوں نہیں کہتے کہ ہم مولانا تھانوی کی تعلیمات کو عام کرنے اٹھے ہیں جو ان کی تعلیمات سے ہمدردی رکھتا ہو وہ ہمارے ساتھ آجائے۔

لیکن یہ کتنا بڑا فریب ہے کہ مقصد تو یہ ہے اور مسلمانوں کے سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم خدا اور رسول کا دین پھیلانے لگتے ہیں۔ جس جماعت کے تبلیغی نقل و حرکت کی ابتداء ہی جھوٹ سے ہوتی ہو سمجھ لیجئے کہ اس کی انتہا کس چیز پر ہوگی۔ جو میر کارواں پہلے ہی قدم پر دھوکہ دے کیا اس سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک اپنے قافلے کو پہنچا دے گا۔

اب اسی سلسلے کی ایک دوسری عبارت اور ملاحظہ فرمائیے۔ ملفوظات کے مرتب

لکھتے ہیں :

”مولانا ایلیاس نے فرمایا کہ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بڑھانے ، حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔ یہ ملفوظات ص ۶۷۔

عبارت کی سطر سطر چیخ رہی ہے کہ تبلیغی جماعت کی جدوجہد کامرکزی نقطہ خدا اور رسول

کی خوشنودی کا حصول نہیں بلکہ تھانوی صاحب کی رُوح کی خوشنودی ہے۔ پھر بات وہیں آگئی کہ تھانوی صاحب کی تعلیمات و ہدایات کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کون کرے گا۔۔۔۔۔ تبلیغی جماعت!

اب میوات کے تبلیغی کارکنوں کے نام مولانا ایاس کے گشتی مراسلے کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیے۔ انہیں اپنے مقصد تبلیغ کی ترغیب دیتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منفع ہوا جائے۔ ان کی کتابوں سے علم آئے گا اور ان کے آدمیوں سے عمل“۔۔۔ مکاتیب ایاس ص ۱۳۸۔

مذکورہ بالا عبارتوں کے ذریعہ تھانوی صاحب اور تبلیغی جماعت کے درمیان منفق ہونے والے مقصدی رشتے پر کافی روشنی پڑ گئی۔ اب جہاں تک تھانوی صاحب کی تعلیمات کو پھیلانے اور ان کی کتابوں سے منفع ہونے کے لیے کسی تحریک کے چلانے کا سوال ہے، اس کی ہلاکت خیزی اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک کہ مولانا تھانوی کی تعلیمات اور ان کی کتابوں کا غیر جانب داری کے ساتھ جائزہ نہ لیا جائے۔

اگر فی الواقعہ ان کی تعلیمات اور ان کی کتابوں سے اُمت کے رشتہ اتحاد اور ایمان کی سلامتی کو کسی طرح کا صدمہ پہنچتا ہے تو بلاشبہ اُمت مسلمہ کے حق میں تبلیغی جماعت کی یہ کوشش ایک قاتلانہ حملے سے کم نہیں ہے۔

## تھانوی صاحب کی تعلیمات کے چند نمونے

اب ذیل میں تھانوی صاحب کی تعلیمات و ہدایات کے چند نمونے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ تبلیغی جماعت کی دینی مضرتوں کا صحیح طور پر اندازہ لگا سکیں۔

پہلا نمونہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا احمد سعید اکبر آبادی اپنے

ماہنامہ 'برہان' دہلی میں تھانوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"اپنے معاملات میں تاویل و توجیہ اور اغماض و مسامحت (چشم پوشی) کرنے کی مولانا (تھانوی) میں جو نحو تھی اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ ہرچہ کلمہ شہید صبح صبح ہوا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے بعد اشرف علی س رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے۔ شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکہ ہے۔ تم فوراً توبہ کرو اور استغفار کرو۔ لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔"۔ 'برہان' فروری ۱۹۵۲ء ص ۱۰۷۔

اس واقعہ پر گھر ہی کے آشنا کا تبصرہ بہت کافی ہے اس لیے مزید کسی تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ البتہ اس واقعہ کے باقی حصے کی تکمیل کے لیے آنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بات خواب ہی پر ختم نہیں ہو گئی تھی بلکہ بیدار ہونے کے بعد بھی مرید کی زبان پر ان کی نبوت کا اقرار بدستور جاری رہا۔

جیسا کہ تھانوی صاحب کے نام اپنے ایک لکھے ہوئے خط میں مرید نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ خواب کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناظاتی بھی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے۔ بایں خیال بسندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کر وٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی کہتا ہوں اللہم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی۔ مالا کہ اب بیدار ہوں خواب



نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ ۱۔ رسالہ  
 الامداد مطبوعہ نھانہ بھون بابت سوال ۱۳۳۵ھ ص ۳۴۔  
 کھبخت وہ زبان بھی کتنی شاطر و بیار ہے جو اپنے مرشد کو کلمہ تنقیص کہنے کے لیے تو بے قابو  
 نہیں ہوتی لیکن اس کی ثبوت کا اقرار کرنے کے لیے بے قابو ہو جاتی ہے۔ یہ عذر ٹنک اگر  
 قبول کر لیا جائے تو دنیا سے بالکل امان ہی اٹھ جائے۔ بڑے سے بڑا دشنام طراز بھی یہ کہہ کر  
 نکل جائے کہ کیا کروں، بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔  
 اور اس واقعہ کا سب سے عبرتناک تماشا تو یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ”پیر منان“  
 اس صریح کلمہ کفر پر اپنے مرید کو سرزنش فرماتے، یہ حوصلہ افزا جواب لکھ بیٹھتے ہیں۔  
 ”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع  
 سنت ہے۔“ الامداد ص ۳۴۔

جس نشاط طبع کے ساتھ ایک کفر صریح کی تحسین فرمائی گئی ہے مریدین و معتقدین کھیلے  
 اس جواب میں کتنے خاموش اشارے چھپے ہوئے ہیں اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔  
 تاہم یہ سوال اپنی جگہ ضرور کیا جاسکتا ہے کہ مان لیا مرید کی زبان بے قابو ہو گئی تھی لیکن  
 پیر منان کا قلم تو اختیار میں تھا۔ انھوں نے ہوش میں رہتے ہوئے ایک کلمہ کفر کی تائید کیوں  
 فرمائی۔ اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی بے اختیار نہیں تھا۔ یہ واقعہ دونوں  
 ہی کے سمجھے بوجھے اختیار سے وجود میں آیا تھا۔

اب آپ ہی انصاف سے ہٹائیے کہ اسی طرح کی کفر نواز تعلیمات کو تبلیغی جماعت نے  
 مسلمانوں میں پھیلا یا تو کیا حشر ہو گا۔ ان کے ایمان و اسلام کا۔ لیکن حیرت ہے کہ اتنی کھلی ہوئی  
 گمراہی کے بعد بھی تبلیغی جماعت کو اصرار ہے کہ وہ تھانوی صاحب کی ان تعلیمات کو مسلمانوں  
 میں عام کرے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ دین کی سلامتی کے خلاف ایک خطرناک اقدام کیوں  
 کرنے جا رہی ہے۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھوانا چاہتی ہے  
 لیکن اس کی تبلیغی جدوجہد میں ایک نئے قادیان کے آثار صاف نظر آ رہے ہیں۔

دوسرا نمونہ مولانا سعید اکبر آبادی نے تھانوی صاحب کی جس سرشت کی طرف اپنے ماہنامہ برہان میں واضح طور پر اشارہ کیا ہے۔ اب اس کا اعتراف خود تھانوی صاحب کی زبانی سنئے۔

ان کے ملفوظات کے مرتب خواجہ عزیز الحسن لکھتے ہیں:

”حضرت (تھانوی) نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھیے! میرا مادہ تاریخی (تاریخی نام) ”مکر عظیم“ ٹھیک ہے یا نہیں؟ میں آخر شیخ زاہد ہوں شیخ زاہد

بڑے فطرتی ہوتے ہیں مجھے بھی فطرتیں بہت آتی ہیں۔ حسن العزیز ج ۱ ص ۱۳

کسی مکار اور فطرتی آدمی کی تعلیمات اور اس کی زندگی کی ”برکات“ سے مسلمانوں کو

کس قسم کے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تاہم اتنی بات ضرور کہوں گا کہ مکر انسان کا سب سے شرمناک عیب ہے لیکن تھانوی صاحب نہایت فخر کے ساتھ اپنے اس فن کا اعتراف کرتے ہیں۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ تبلیغی جماعت نے اسی طرح کی شرمناک تعلیمات کو مسلمانوں

کے درمیان پھیلا یا تو کیا سال ہو گا مسلم معاشرہ کا۔ جو کچھ بھی طہارت نفس کے آثار آج

ادھر ادھر بکھرے نظر آتے ہیں وہ بھی تباہ ہو کے رہ جائیں گے۔

لگے ہاتھوں تھانوی صاحب کی تعلیمات کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

ان کے ملفوظات کا مرتب لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ تھانوی صاحب کسی شخص سے ناراض

ہو گئے اور اپنے لوگوں کو حکم دے دیا کہ اس سے سلام و کلام بند کر دیں۔ جب اس نے ان کو

معافی مانگی تو حکم صادر ہوا کہ ہر روز بعد نماز مغرب یہ اعلان کرو تب جا کر تمہاری خطا معاف ہوگی۔

اب دل پر ہاتھ رکھ کر ذرا اس شرمناک اعلان کے وہ الفاظ پڑھیے جو اس غریب کی زبان

سے کہلوائے گئے:

”صاحبو! چونکہ میں فلاں قوم کا ہوں اس لیے کم وصلگی کے سبب اپنے مرتبی

(تھانوی صاحب) کی عنایتوں پر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا جس کی سزا میں

گرفتار ہوں۔ ۱۔ کمالات اشرفیہ۔ ص ۱۶۹

کسی تصور وار سے اپنی تقصیر کا اعتراف کرانا قطعاً کوئی جرم نہیں ہے، لیکن یہ کہلوانا کہ میں فلاں قوم کا ہوں اس لیے مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی ہے۔ پوری قوم کی تزییل کرنا ہے۔ یہی وہ جاہلیت ہے جسے اسلام نے کچل کر رکھ دیا تھا لیکن تھانوی صاحب کی تعلیمات کے ذریعہ تبلیغی جماعت اسی مردہ جاہلیت کو مسلمانوں میں دوبارہ زندہ کرنا چاہتی ہے۔ اب اخیر میں تھانوی صاحب کی تعلیمات کا ایک اور نہایت شاندار نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے ملفوظات کا مرتب ان کا یہ منہ بولا بیان نقل کرتا ہے:

”فرمایا کہ میں دعوت اور ہدیر میں حرام و حلال کو زیادہ نہیں دیکھتا کیوں کہ میں منتہی نہیں

ہوں۔“۔ کمالات اشرفیہ ص ۲۰۶۔

اسی طرح کی تعلیمات اگر تبلیغی جماعت مسلمانوں میں پھیلانا چاہتی ہے تو خدا ہی حافظ ہے اس قوم کا۔ اس کے اخلاقی احساسات اور اس کے کردار کی راست بازی کا کسی طرح کی روحانی ترقی تو کیا خاک ہوگی کہ ان گمراہ کن تعلیمات کے نتیجے میں اخلاق و تقویٰ کا بچا کھچا سرمایہ بھی غارت ہو کے رہ جائے گا۔

تھانوی صاحب اور تمام دیوبندی علماء کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ حالت نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا گھڑے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بڑا ہے حضور کا خیال آتے ہی نماز فاسد ہو جائے گی اور نماز میں بھی فعل شرک کا مرکب قرار پائیگا۔ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ حضور کا خیال تعظیم کے ساتھ آئیگا اس لیے حالت نماز میں غیر خدا کا خیال شرک کی طرف کھینچ لے جائے گا۔ حوالہ کے لیے دیکھیے دیوبندی مذہب کی مستند کتاب ”صراط مستقیم“ کے صفحہ ۸، کی عبارت جو بہت مشہور و معروف ہے۔ یہ عقیدہ تو ان حضرات کا سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور و خیال کے بارے میں ہے لیکن خود اپنے تصور کے بارے میں تھانوی صاحب کی کیا ہدایت ہے ذرا اسے بھی ملاحظہ فرمائیں مجھے یقین ہے کہ دیر تک آپ پر ایک سختی کی کیفیت طاری رہے گی۔

مولوی عبد الماجد دریا بادی جو تھانوی صاحب کے خلیفہ خاص ہیں انہوں نے موصوف کو

ایک خط لکھا کہ:

”نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا کہ عین حالت نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب (والا) کو یا.... کو فرض کر لیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور بھی عرضہ تک قائم نہیں رہتا بہر حال اگر یہ عمل مجھ پر ہو تو تصویر فرمائی جائے ورنہ آیتہ احتیاط رکھوں گا۔“۔ حکیم الامت ص ۵۴۔

یہاں تک تو مولوی عبد الماجد صاحب کی خود اپنی عرضداشت تھی اب حیرت میں ڈوب کر تھانوی صاحب کا جواب سنئے:

فرمایا ”مجھ سے جبکہ دوسروں کو اطلاع نہ ہو“ (حکیم الامت ص ۵۴) اب آپ ہی جذبہ انصاف کو شریک حال بنا کر کیسے کہ ذہن و اعتقاد کے اس ”دورخے پن“ کو ”رسول و مہتمم“ اور ”شیخ پرستی“ کی تعلیم کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

اور ”دوسروں کو اطلاع نہ ہو“ والی بات تو اتنی سنسنی خیز ہے کہ اس ایک ہی جملے سے مذہبی دیانت کا سارا حال آشکار ہو جاتا ہے۔ یہیں سے دل کی یہ چوری صاف پکڑی جاسکتی ہے کہ باہر تو توحید کے علمبردار بنے پھر بیٹے اور گھر میں اپنی پرستش کرائیے۔

اب خوف الہی کو درمیان میں ڈال کر ہر خدا ترس مسلمان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسی طرح کی ”رسول دشمنی“ اور ”مشرکانہ تعلیمات“ مسلمانوں میں پھیلائی گئیں تو آپ ہی بتائیے کہ آخرت کی تباہی کے سوا مسلمانوں کے حصے میں اور کیا چیز آئے گی؟

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ جب تبلیغی جماعت کے عقیدے میں بحالت  
**ایک سوال** نماز سرکارِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال لانا شرک ہے تو وہ نماز کی تبلیغ سے کس طرح عمدہ برآ ہوگی؟ کیونکہ نماز میں التَّحِيَّاتِ کا پڑھنا واجب اور اُسے پڑھتے وقت جب نمازی السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ كے ساتھ ظاہر ہے کہ نبی کا خیال آئے گا۔ اب اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو تعلیم کے ساتھ آئے گا یا تحقیر کے ساتھ۔



اگر تعظیم کے ساتھ آیا تو دیوبندی مذہب پر شرک ہو گیا اور توہین کے ساتھ آیا تو نبی کی توہین متفقہ طور پر کفر ہے۔

اب اس مشکل سے بچنے کے لیے دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو نماز میں یک لخت التحیات چھوڑ دی جائے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کا پڑھنا واجب ہے اور واجب کے ترک سے نماز ہی نہیں پوری ہوتی۔ اب دوسری صورت یہ ہے کہ التحیات تو پڑھی جائے لیکن حضور پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہی دل میں نہ لایا جائے مگر پھر مشکل یہ ہے کہ اس سلسلے میں امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نمازیوں کو متنبہ کرتا ہے احضروا فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقل السلام علیک یعنی پہلے اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ گر تصور کرو تب کہو السلام علیک ایہا النبی۔ غرض کسی صورت میں بھی تبلیغی جماعت والوں کے لیے نماز کی ادائیگی سے عمدہ برآ ہونا ممکن نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے اس عقیدے سے تائب ہو جائیں جسے صراطِ مستقیم کے حوالہ سے میں اوپر نقتل کر چکا ہوں۔

اور جب تبلیغی جماعت والوں کے لیے خود اپنی نماز کی ادائیگی سے صحیح طور پر عمدہ برآ ہونا ناممکن ہے تو وہ دوسروں کو نماز کی کیا تلقین کر سکتے ہیں؟

چوتھا نمونہ کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے پر جب ابولہب جیسے نامزد کافر کو آخرت میں صلہ ملا تو مسلمان اگر اپنے سرکار نامدار کی ولادت پاک کی خوشی منائیں تو انہیں کوئی اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟

تھانوی صاحب نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔

”ہماری یہ خوشی جائز ہوتی اگر دلائل شرعیہ منکرات کو منع نہ کرتے اور ظاہر ہے کہ مباح وغیر مباح کا مجموعہ غیر مباح ہوتا ہے۔“ کمالات اشرفیہ ص ۴۴۴

مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ پر خوشی کا اظہار ناجائز ہے اور جب ناجائز ہے تو ظاہر ہے کہ آخرت میں اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

یہ نور ہا خدا کے محبوب پیغمبر کے بارے میں تھا نوی صاحب کا فتویٰ! اب خود اپنے بارے میں ان کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

کتاب اشرف السوانح کے مصنف خواجہ عزیز الحسن نے، جو تھانوی صاحب کے نہایت چہیتے مرید تھے، اپنے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار میں نے شرماتے لجاتے حضرت سے عرض کیا کہ ”میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں۔ اس اظہارِ محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ آپ کی محبت ہے، ثواب ملے گا۔ ثواب ملے گا۔“۔ اشرف السوانح ج ۲ ص ۸۲۔

دیکھ رہے ہیں آپ! تھانوی صاحب کی خود بینی اور خود پرستی کا یہ تماشا! جشنِ عید میلاد النبی منا کر اگر مسلمان اپنے محبوب پیغمبر کے ساتھ اظہارِ محبت کریں تو ان کے لیے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ لیکن تھانوی صاحب کے مریدان کی منکوحہ بننے کی تمنا کر کے ان سے اظہارِ محبت کریں تو اس بیوہ خیال پر بھی انھیں ”ثواب ملے گا، ثواب ملے گا۔“ واللہ! انہما ہو گئی رسول دشمنی کی بھی! تصور نہیں کیا جاسکتا کہ کسی کا دل اپنے نبی کی طرف سے اتنا بھی سیاہ ہو سکتا ہے۔

اب آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ اسی طرح کی ”رسول دشمن“ تعلیم کو اگر تبلیغی جماعت نے مسلمانوں میں پھیلا یا تو نمازی بن جانے کے بعد بھی نجات کے لیے ان کے پاس کیا رہ جائے گا؟

آدمی بے عمل رہے اس کی تلافی ہو سکتی ہے لیکن اپنے نبی کی طرف سے تنگ دل ہو جائے اس کی تلافی کسی نیکی سے نہیں ہو سکتی۔

اب مسلمانوں کے معاشرتی، روایاتی اور اجتماعی نظام زندگی سے متعلق پانچواں نمونہ تھانوی صاحب کی تعلیمات و ہدایات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

مردوں کو ہدایت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عقیدہ و غنہ و بسم اللہ کے مکتب میں جمع ہونا یہ سب ترک کر دو ورنہ اپنے گھر کو

نہ دوسرے کے یہاں شریک ہو۔

غمی میں تہیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ، شب برات کا علوہ یا محرم کا  
تہوار خود کرو نہ دوسرے کے یہاں جا کر ان کاموں میں شریک ہو۔۔۔ قصدا السبیل ص ۲۵  
اب عورتوں کے نام موصوف کا ہدایت نامہ پڑھیے، لکھتے ہیں:  
”فاتحہ و نیاز ولیوں کی مت کرو۔ بزرگوں کی منت مت مانو۔ شب برات کا علوہ  
محرم، عرفہ، تبارک کی روٹی کچھ مت کرو۔۔۔ قصدا السبیل ص ۲۶۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

”کہیں بیاہ شادی، مونڈن، چلہ، چھٹی، عقیقہ، منگنی، چوتھی وغیرہ میں مت  
جاؤ نہ اپنے یہاں کسی کو بلاؤ۔ بہشتی زیور ایک کتاب ہے اس کو یا تو پڑھ لو  
یا سن لیا کرو اور اس پر چلا کرو۔۔۔ قصدا السبیل ص ۲۶۔

اب ان امور کی فہرست ملاحظہ فرمائیے جنہیں تھانوی صاحب سے تعلق قائم کرنے  
اور ان کی ”برکات“ سے استفادہ کرنے کے لیے چھوڑنا پڑے گا۔ لکھتے ہیں:

”مردہ کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں کرنا، عرس میں جانا، بزرگوں کی  
منت ماننا، فاتحہ، نیاز، گیارھویں وغیرہ متعارف طور پر کرنا، راج کے موافق  
مولود شریف کرنا، ”برکات کی زیارت کے لیے عرس کا سا انتظام کرنا، شب برات  
کا علوہ پکانا، رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر شیرینی ضرور کر کے بانٹنا۔۔۔ قصدا السبیل

قسم ہے آپ کو غیرت حق کی! یہاں چند لمحے کے لیے رُک جائیے اور ہر طرف سے  
خالی الذہن ہو کر سوچیے کہ تھانوی صاحب کی ان جملہ تعلیمات و ہدایات پر عمل درآمد کے بعد  
مسلم معاشرہ کا کیا حال ہوگا؟ زندگی کی وہ تقریبات جو اجتماعیت کو چاہتی ہیں وہ کیوں کر  
وجود میں آسکیں گی۔ خاندانوں کے باہمی رشتے، قبیلوں کے آپس کے تعلقات کیوں کر بحال  
رہ سکیں گے جبکہ خوشی اور غمی کے موقع پر بھی کوئی کسی سے تعلق نہیں رکھے گا۔

پھر اسے بھی ہم مان لیتے۔ اگر اسلام کا بھی ہم سے یہی مطالبہ ہوتا لیکن جب خدا اور  
رسول نے ان امور سے ہمیں نہیں منع کیا ہے تو تھانوی صاحب کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہماری

معاشرتی روایات کو صرف اپنی افتاد طبع کے بل پر تباہ کریں۔

اب تھانوی صاحب نے اپنی جس کتاب بہشتی زیور پر چلنے کی ہدایت فرمائی ہے،  
 ذرا اس کی بھی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔ اُن کاموں کی فہرست پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں  
 جن کے کرنے سے اُن کے نزدیک ایک مسلمان، کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔  
 کسی کو دُور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اُس کو خبر ہو گئی، کسی سے مرادیں مانگنا، کسی کے  
 سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑا رہنا، سہرا باندھنا، علی بخش، حسین بخش،  
 عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا، یوں کہنا کہ خدا اور رسول اگر چاہے تو فلانا کام ہو جائیگا۔  
 -۱- بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۳۔ کفر و شرک کی باتوں کا بیان۔

غور فرمائیے! تھانوی صاحب کے یہ "ارشادات" اگر حق بجانب تسلیم کر لئے جائیں تو  
 ہندو پاک کے پیش کردہ مسلمانوں میں سے شاید ہی چند لاکھ افراد رہ جائیں گے جو مسلمان کہلانے کے  
 مستحق ہوں ورنہ سارے کے سارے مسلمان یک لخت دائرہ اسلام سے نکل جائیں گے۔  
 شاید یہی وجہ ہے کہ تبلیغی جماعت مسلمانوں کو کلمہ پڑھا کر از سر نو مسلمان کرتی پھرتی ہے ورنہ  
 ظاہر ہے کہ ایک کلمہ گو کو کلمہ پڑھانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نتیجہً اب اس بحث کے خاتمے پر میں آپ کے ایمان و دیانت کے جذبے سے  
 اپیل کرتا ہوں کہ پچھلے صفحات میں تھانوی صاحب کی تعلیمات و ہدایات کے  
 جو چند نمونے میں نے ان کی کتابوں کے حوالہ سے پیش کیے ہیں ان پر غیر جانب داری اور ہمدردی  
 کے ساتھ غور فرمائیں۔

ان میں وہ باتیں بھی ہیں جن سے اہانتِ رسول کے جذبے کو شہ طتی ہے اور تھانوی  
 صاحب کے پیغمبرانہ منصب کی یقین دہانی کے لیے ذہن کی راہ کھلتی ہے اور ان کی تعلیمات کے  
 بعض حصے وہ بھی ہیں جہاں سے اخلاق و تقویٰ کا مزاج پر عیاری اور نفسانیت پرستی کا رنگ  
 پڑھتا ہے اور پھر ان کی تعلیمات کا وہ حصہ تو بہت واضح ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کی اجتماعی



معاشرت اور مذہبی روایات کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی مسلمان مسلمان ہی نہیں رہ جاتا۔

اب ان حالات میں آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ تبلیغی جماعت مسلمانوں میں اس طرح کی مخدوش اور گمراہ کن تعلیمات پھیلا کر سوا اس کے اور کیا نتائج برپا کرے گی کہ گھر گھر مسلمانوں میں عقیدہ و خیال کے اختلافات کی جنگ شروع ہو اور ان کی روایاتی اجتماعی اور مذہبی زندگی کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے انھیں دنیا و آخرت کی ذلتوں اور نامرادیوں سے ہٹا کر دیا جائے اور اتنا ہی نہیں بلکہ انھیں پیغمبروں کی جناب میں اتنا گستاخ اور تنگ نظر بنا دیا جائے کہ نجات کی آخری امید بھی باقی نہ رہ جائے۔

اتنی تفصیلات کے بعد اب یہ بتانے کی ضرورت باقی نہیں ہے کہ جس جماعت کے فکری اور علمی مواد اس درجہ مہلک اور ذہریلے ہوں اُس جماعت کے ساتھ اشتراک و تعاون کا کوئی رشتہ کسی طرح قائم کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ ایک فرد کا نقصان ہو تو اسے برداشت کیا جاسکتا ہے لیکن پوری ملت کی روحانی آسائش کا خطرہ کبھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ میرے اس اندیشے کے امر واقعہ ہونے میں کسی کو شک ہو تو غیر جانب داری کے ساتھ وہ ان حلقوں کا جائزہ لے جہاں تبلیغی جماعت کے "مبارک قدم" پہنچ گئے ہیں اور ایسے مقامات کی کمی نہیں ہے جہاں اس طرح کی تعلیمات کی بدولت فضاؤں میں اختلاف خیال کی برہمی پھیلی ہوئی ہے اور منافرت کی آگ دن بدن تیز ہوتی جا رہی ہے۔

## تبلیغی جماعت کا دوسرا محاذ

مولانا رشید احمد گنگوہی کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل

تبلیغی جماعت کے ایک محاذ کی سیر کر چکنے کے بعد اب دوسرے محاذ کی طرف چلیے! پہلے مولانا الیاس کے تبلیغی خاکے کا بقیہ حصہ پڑھ لیجیے تاکہ آپ کی نظر میں اُن کے

مقاصد کا نقشہ اور صورتہ رہ جائے۔

موصوف اپنے پیر و مرشد مولانا رشید احمد گنگوہی کی عظمت شان کا خطاب پڑھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے قطب ارشاد اور مجدد تھے اور مجدد رکھنے کے لیے ضروری نہیں کہ سارا تجدیدی کام اسی کے ہاتھ پر ظاہر ہو بلکہ اس کے آدمیوں کے ذریعہ جو کام ہو وہ سب بھی بالواسطہ اسی کا ہے۔ : طغولات الیاس ص ۱۲۳۔

کیا سمجھے آپ ؛ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ان کے تجدیدی کام کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ اب ہمارے ہاتھوں پورا ہو گا۔ اس لیے ان کے کام کے باقی ماندہ حصے کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خود گنگوہی صاحب کے تجدیدی کارناموں کا جائزہ لیا جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ بعد میں آتوالا مجدد انہی کے قائم کیے ہوئے خطوط پر اپنے کام کا نقشہ مرتب کرے گا۔ لہذا ذیل میں گنگوہی صاحب کے تجدیدی کارناموں کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے :

پہلا کارنامہ چودہ سو برس سے ساری امت کا یہ متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ خدائے پاک نے قرآن میں سور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین کے لقب سے جو موصوف کیا ہے وہ انہی کے ساتھ خاص ہے۔ اب کائنات میں کوئی دوسرا رحمۃ اللعالمین نہیں ہو سکتا۔

لیکن گنگوہی صاحب کا کہنا ہے کہ رحمۃ اللعالمین کا وصف حضور کے ساتھ خاص نہیں ہے دوسرے بھی رحمۃ اللعالمین ہو سکتے ہیں۔

اب یہ نئی دریافت انہی کے الفاظ میں سنئے :  
کسی نے ان سے سوال کیا کہ — لفظ رحمۃ اللعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں ؟  
جواب ارشاد فرمایا :

” لفظ ’رحمۃ اللعالمین‘ صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔“

فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۹

اور حیرت میں ڈوب کر اب یہ سنسنی خیز خبر پڑھیے کہ گنگوہی صاحب کا یہ جواب، جواب ہی کی حد تک نہیں رہا بلکہ انہوں نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے۔  
جیسا کہ اشرف السوانح کا مصنف تھانوی صاحب کے متعلق لکھتا ہے۔ دل کی ایک دروناک ٹیس کے ساتھ لوزہ خیز کہانی نیچے:

”حضرت والا (تھانوی صاحب) کی سدا پارحمت شخصیت پر بلا مبالغہ و کفّی باللہ شہیداً وہ لقب صادق آتا ہے جس سے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے شیخ العرب و اجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز (یعنی اپنے پیر و مرشد) کو بعد وفات حضرت حاجی صاحب مدوح، یاد فرمایا تھا۔ یعنی بار بار فرماتے تھے ہائے رحمة للعلمین! ہائے رحمة للعلمین!۔ ۱۔ اشرف السوانح ص ۱۵۳  
معاذ اللہ! سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وصف خاص میں ذرا پکے برپے یا اشتراک کے دعوے ملاحظہ فرمائیے!

پہلے تو گنگوہی صاحب نے اپنے پیر کو رحمة للعلمین، رحمة للعلمین کہہ کر پکارا اور اب اشرف السوانح کا مصنف خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ رحمة للعلمین کا لقب تھانوی صاحب پر بھی بلا مبالغہ صادق آتا ہے۔ اور غضب تو یہ ہے کہ ظالم اس لفظ کے اطلاق میں مبالغہ بھی تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ واقعہ تھانوی صاحب رحمة للعلمین ہیں اور پھر ذرا بارگاہ خداوندی میں یہ ملعون جسارت بھی ملاحظہ فرمائیے کہ حبیبِ خدا کی بے حرمتی اور ان کے ساتھ تھانوی کی ہمسری پر خدا کو گواہ بھی بنا رہا ہے۔

خدا کی پناہ! حبیبِ خدا کی شانِ یکتائی پر اس سے زیادہ سنگین حملہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس مقام پر اس سے زیادہ ہیں اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ رسولِ عربی کی وفادار امت ذرا بھی عشق و ایمان کی غیرت رکھتی ہو تو وہ اپنے آقا کی حرمتوں کے خلاف تبلیغی جماعت کے ان شرمناک منصوبوں کو خاک میں ملا دے۔ تبلیغی جماعت اپنی سرگرمیوں کے ذریعہ اگر اسی طرح کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل کرنا چاہتی ہے تو اسے خبردار ہو جانا چاہیے کہ آج بھی رسولِ عربی کے دیوانے اپنی جان کا مصرف خوب جانتے ہیں۔ جیتے جی وہ دنیا میں کوئی دوسرا رحمة للعلمین

نہیں بننے دیں گے۔

دوسرا کارنامہ چودہ سو برس سے اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ جو بد بخت کسی صحابی رسول کو کافر کہے وہ قطعاً اسلام سے خارج ہے لیکن گنگوہی صاحب کا کہنا ہے۔ اسلام سے خارج ہونا تو بڑی بات ہے۔ وہ سنت جماعت سے بھی خارج ہوگا۔ اب انہی کے الفاظ میں ان کا یہ تجدیدی کارنامہ ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

”جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کر لے (کسی صحابی کو معاذ اللہ کافر کہے)

وہ ملعون ہے۔ ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔“ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۳۱

”وہ ملعون ہے اور ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔“ ان جملوں سے دھوکہ نہ کھائیے گا۔ کیونکہ ملعون تو قرآن کی زبان میں ایک جھوٹا آدمی بھی ہے اور اسے بھی امام مسجد بنانا جائز نہیں، حالانکہ اس کے باوجود اس کے مسلمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

در اصل کلیجہ پھٹ جانے کی بات یہ ہے کہ سرکار مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی کو کافر کہے تو اگر واقعہ وہ کافر ہے جب تو کہنے والے پر کوئی الزام نہیں ورنہ کفر کافرتوں ہی خود کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

ایسی صورت میں صحابہ کرام کو کافر کہنے والا بھی اگر اسلام و سنت سے خارج نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ معاذ اللہ اس کی یہ تکفیر صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے۔ کیونکہ اگر اس کی تکفیر صحیح نہ ہوتی تو فرمان نبوت کے مطابق اپنی تکفیر کا نشانہ اُسے خود بننا چاہیے تھا۔

اب آپ ہی انصاف سے کہئے کہ گنگوہی صاحب کا یہ سیاہ کارنامہ ایک حتیٰ پرست مسلمان کو لڑا دینے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ کون بد نصیب مسلمان ہے جو ایمان کی غیرت رکھتے ہوئے صحابہ کرام کے اسلام پر اس ناپاک حملے کو برداشت کر سکے گا۔

اس تمام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب ان حضرات کے نزدیک صحابہ کرام کو کافر کہنے والا بھی سنت جماعت سے خارج نہیں ہے تو ہمیں سے دیکھ لیجئے کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو کبھی کبھار ”سنٹی“ کہہ دیا کرتے ہیں تو یہ کس قماش کے سنٹی ہیں۔



پس فیصلہ کیجئے کہ تبلیغی جماعت اس طرح کے دل آزار کارناموں کی تکمیل کر کے سوا اسکے اور کیا چاہتی ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی آسائش سے زنجیوں کی طرح چھڑکی جائے اور ان کے دینی جذبات کو اتنا گھائل کر دیا جائے کہ وہ ہر وقت دہکتے ہوئے انگاروں پر لوٹتے رہیں۔

ایک ہزار چار سو برس سے اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ سرکارِ کونین تیسرا نمونہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری پیغمبر ہیں اور انہی کے اتباع پر بنی نوع انسان کی ہدایت و نجات موقوف ہے لیکن مولانا گنگوہی کا دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں ہدایت و نجات میرے اتباع پر موقوف ہے۔ اب یہ نیا دعویٰ خود انہی کے الفاظ میں نیچے:

اُن کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ بارہا آپ کو اپنی زبان فیضِ ترجمان سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ”سُن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔“ - تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷۔

پادری کے جذبے سے انگ ہو کر صرف ایک لمحے کے لیے سوچیے!

یہ دعویٰ کہ اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر، کیا کسی طرح بھی پیغمبری کے دعوے سے کم ہے؟ کیونکہ کسی کے اتباع پر نجات موقوف ہو۔ یہ نشانی صرف پیغمبر ہی کی ہو سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس دعوے کا حاصل یہ ہے کہ حصولِ نجات کے لیے معاذ اللہ اب رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب نجات کا دار و مدار ”نئے ہادی“ کے اتباع پر ہے۔

یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ نائبِ رسول ہونے کی حیثیت سے علماء کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباعِ رسول کی دعوت دیں۔ خود اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعاً ان کا منصب نہیں ہے لیکن گنگوہی صاحب کے اس دعوے سے صاف عیاں ہے کہ وہ ایک امتی کے منصب پر قانع نہیں ہیں، پیغمبر کی جگہ لینا چاہتے ہیں۔

اس مقام پر میرے جذبات کے تلاطم کا عجیب حال ہے۔ سوچتا ہوں تو شدتِ کرب سے آنکھوں میں خون تیرنے لگتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن

اسے کیا کہنے گا کہ تبلیغی جماعت کے مولانا ایسا سے لے کر تھانوی صاحب اور گنگوہی صاحب تک سب نے یکساں طور پر منصب نبوت کی طرف پیش قدمی کی ہے۔ ایک کی بات ہوتی تو نیتوں کی کوئی صفائی پیش کی جاسکتی تھی لیکن ایک ہی جماعت کے تین پیشواؤں کے مشترک اقدامات کی کیا تاویل ہو سکتی ہے جبکہ کھلی آنکھوں سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان میں سے جو اٹھتا ہے رو خدمت ضرور انجام دیتا ہے۔

ایک طرف پیغمبر کو امتی کی سطح پر لانا چاہتا ہے اور دوسری طرف اپنے آپ کو پیغمبر کی سطح پر لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ دیجئے کہ تبلیغی جماعت اسی طرح کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل کرنا چاہتی ہے تو ہندوستان میں ایک ہی قادیان کا فتنہ کیا کم ہے کہ ایک نئے فتنے کو دودھ پلا کر جوان کیا جائے۔

اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو ہندو پاک میں ایسے مسلمانوں کی نوے فیصدی چوتھا نمونہ اکثریت ہے جو سوس و فاتحہ اور مزارات اولیاء سے متعلق خانقاہی روایات پر کھلے دل سے عقیدہ رکھتے ہیں۔

سارا عالم اسلام ایسے مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتا ہے بلکہ ان کے ساتھ اسلام کے معاشرتی، اجتماعی اور مذہبی تعلقات بھی صدیوں سے قائم ہیں لیکن مولانا گنگوہی کا اصرار ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کسی طرح کا اسلامی تعلق رکھنا جائز نہیں ہے۔ رشتہ مناکحت سے لے کر سلام، کلام، تہنیر و تکفین اور ہمدردی و بیمار پرسی تک سب یک لخت ترک کر دینا چاہئے۔

اب ان کا یہ تجدیدی کارنامہ خود انہی کے الفاظ میں سنئے:

کسی نے ان سے سوال کیا:

”اگر کوئی شخص قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس رسوم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں؟“

جواب ارشاد فرمایا:

”جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دھڑمسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط ضبط کرنا حرام ہے۔۔۔ اور ایسے شخص سے ابتدائی سلام درست نہیں اور اگر فساد کا اندیشہ ہو تو کرے۔ اور عیادت (پیار پرسی) اور جنازہ کے لیے بھی وہی حال ہے اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو کر لے ورنہ نہیں ہے۔“۔۔۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲۲۔

گر وہی جذبات کی سطح سے بالاتر ہو کر صرف حقائق کی بنیاد پر فیصلہ کیجے کہ تبلیغی جماعت کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں باہمی منافرت کا یہ زہر پھیلا یا گیا تو کیا حال ہو گا آج کے بکھرے ہوئے مسلمانوں کا۔ یوں ہی ان کا باہمی فاصلہ بڑھنا جا رہا ہے۔ اس تنظیم تحریک کے بعد ایک دوسرے کے درمیان حائل ہونے والی دیواروں کو کون توڑ سکے گا۔

اب مسلمانوں کی روایاتی، معاشرتی اور اجتماعی زندگی پر اپنی تجدیدی کارگزاریوں پانچواں کارنامہ کے ذریعہ گنگوہی صاحب نے جو قیامت ڈھائی ہے ذرا اس کی بھی ایک فہرست ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ کتے ہیں؛

”محرم میں ذکر شہادت حسین علیہما السلام کرنا، اگرچہ بروایت صحیحہ ہو، سبیل لگانا، شربت پلانا، چندہ سبیل اور شربت میں دینا، یاد و دھ پلانا سب نادرست اور تشبہ و افص کی وجہ سے حرام ہے۔“۔۔۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱

ذرا سوچیے! آج ہندو پاک میں وہ کون سی مسلم آبادی ہے جہاں محرم کے موقع پر تذکرہ شہادت کی مجلس نہیں منعقد ہوتی لیکن شہدائے کربلا کے ساتھ ذرا گنگوہی صاحب کی تنگ ولی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ اتنی بات کے بھی روادار نہیں ہیں کہ صحیح روایتوں کے ساتھ بھی ان کی مظلومی، جاں نثاری، حق پرستی اور دین پروری کے واقعات سے مسلمانوں کو باخبر کیا جاسکے۔

انصاف کیجئے کہ کیا کھلے طور پر یہاں نیک کی حمایت اور جگہ گوشہ خیز رسول کے ساتھ تعصب و عناد کا جذبہ کارفرما نہیں ہے۔؟

۲۔ اب دلوں کی سنگینی کا ایک تماشا اور ملاحظہ فرمائیے:

آل نبی کے نام کا شربت تو ان حضرات کے یہاں حرام ہے۔ لیکن آبادیوں میں پھرنے والا یہ آوارہ گوا تناول فرمانا یہ لوگ جائز ہی نہیں بلکہ فعلِ ثواب سمجھتے ہیں۔ گنگوہی صاحب کا یہ تجدیدی کارنامہ خود انہی کی زبانی سنئیے:

کسی نے ان سے سوال کیا:

”جس جگہ زراغ معروف (گوا) کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بُرا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس گوا کھانے والے کو ثواب ہو گا یا نہ ثواب ہو گا نہ عذاب؟“

جواب مرحمت فرمایا: ”ثواب ہو گا۔“۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲۰۔

ذرا سوچیے! کیا حال ہو گا اُس دن آبادیوں کی رونق کا جس دن تبلیغی جماعت کے لوگ اپنی چلائی ہوئی مہم میں اس فعلِ ثواب کو بھی شامل کر لیں گے۔ اب ذخیرہ ثواب کے لیے ان حضرات کو اس سے بہتر نسخہ اور کہاں مل سکتا ہے؟ ہم شور باوہم ثواب؟

۳۔ اب گنگوہی صاحب کی ایک نئی دریافت اور ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجنا سود میں داخل ہے۔ انہی کے الفاظ میں ان کا یہ تجدیدی کارنامہ ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست اور داخل ربوا (سود) ہے۔۔۔ فتاویٰ

رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲۸۔

اب اس ”گرانقدر فتوے“ کی روشنی میں ذرا حساب لگا کر بتائیے کہ ہندو پاک میں کتنے مسلمان ہوں گے جو سود کے اس گناہ کبیرہ سے معذور رہ گئے ہوں گے۔ پھر ہمیں سے ایک نیا سوال یہ بھی کھڑا ہو گیا کہ اگر واقعہً اسے سود قرار دے دیا جائے تو مسلمانوں کی معاشی زندگی کی دشواریوں کا حل کیا ہو گا۔؟

پس ہمیں کہنے دیا جائے کہ تبلیغی جماعت اس طرح کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل کر کے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتی کہ مذہبی زندگی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی معاشی زندگی بھی



مفلوج ہو کر رہ جائے اور انہیں چند مشکلات میں مبتلا کر کے ہمیشہ کے لیے تڑپتا ہوا چھوڑ دیا جائے۔

۴۔ اب ایک اور تجدیدی کارنامہ ملاحظہ فرمائیے:

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ عیدین میں معافقہ کرنا اور بغلیگر ہونا کیسا ہے۔

ارشاد فرمایا: عیدین میں معافقہ کرنا بدعت ہے۔۔۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۵۴

احادیث میں ایک بدعتی کے لیے جہنم کی سزا وارد ہوئی ہے۔ اب مولانا کے اس

فرمان کی روشنی میں تخمینہ لگائیے کہ بقر عید کے دن کتنے کروڑ مسلمان عید گاہوں سے نکلتے نکلتے جہنم

کے دروازے تک پہنچ جاتے ہوں گے۔ تبلیغی جماعت اگر یہی کارنامہ انجام دینے کے لیے

اٹھی ہے تو "سبیل نار" (راہ جہنم) کی قیادت اُسے مبارک ہو۔

۵۔ اب اخیر میں علم و فن کا ایک اور کوششہ ملاحظہ فرمائیے:

اسلامی شریعت نے مساجد کے احترام کا کس قدر اہتمام کیا ہے، وہ بتانے کی ضرورت

نہیں ہے۔ لیکن گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ

مسجد میں چار پائی بچھانا مسافر اور مقیم دونوں کو درست ہے۔۔۔ فتاویٰ رشیدیہ

ج ۲ ص ۸۹۔

ظاہر ہے کہ مقصود صرف چار پائی بچھانا نہیں بلکہ اس پر پاؤں پھیلا کر سونا بھی ہے۔ خدا

خیر کرے کہ ابھی تک تو تبلیغی جماعت کے لوگ خورد و نوش اور شب گزاری ہی کے لیے مساجد کو

استعمال کرتے ہیں لیکن جس دن مسجدوں میں چار پائیاں بچھنے لگیں گی اُس دن رہائشی مکانوں

اور مسجدوں کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا۔؟

تبلیغی جماعت کے اغراض و مقاصد کے بیان میں ایک مفصل بحث آپ کی قبول و رد کا مرحلہ نظر سے گزر چکی۔

تبلیغی جماعت آپ کو کس ماحول میں ڈھالنا چاہتی ہے؟ اس کی جدوجہد کا مرکزی

نقطہ کیا ہے؟ کس قسم کے مقاصد اس کے پیش نظر ہیں، کن لوگوں کی تعلیمات و ہدایات و

پھیلانے اٹھی ہے، آپ کی فکر کا رشتہ کن لوگوں سے وہ مربوط کرنا چاہتی ہے؟ ان سائے سوالوں کے جوابات گوشہ اور اوراق میں آپ کو دے دیئے گئے ہیں۔ اب آپ کو دو ٹوک فیصلہ کرنا ہے کہ تبلیغی جماعت کے ان اغراض و مقاصد سے آپ کس حد تک متفق ہیں۔ تعلیمات و ہدایات کے جو نمونے آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں کیا انہیں فروغ دینے کے لیے آپ اپنے دل کو راضی کر سکتے ہیں۔ اپنے جذبہ ایمان کو ٹھیس پہنچائے بغیر کیا آپ ایک لمحہ کے لیے بھی اُس ماحول میں سانس لے سکتے ہیں جہاں کھلے بندوں انبیائے کرام کی تنقیص کر کے اپنی خود ساختہ عظمت پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہو۔؟

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو اب تبلیغی جماعت سے کنارہ کشی کے لیے ہمیں کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کے ضمیر کا فیصلہ خود بہت کافی ہے۔ البتہ اس مقام پر یہ نکتہ ضرور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی بھی ایسی جماعت نہیں ہے جس میں برائیوں کے ساتھ اچھائیاں نہ ہوں لیکن پسند و ناپسند اور قبول و رد کا فیصلہ کرتے وقت سطحی اچھائیوں کو بنیادی برائیوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ عقیدے کا فساد ظاہر ہو جانے کے بعد عمل کی خوشنمائی قطعاً بے شمس ہو جاتی ہے۔

تبلیغی جماعت کی ہلاکت خیز یوں کو محسوس کرنے کے لیے اب بھی اگر ذہن کا کوئی گوشہ تاریک رہ گیا ہو تو آگے بڑھنے اور تعمیر سے باب کا مطالعہ فرمائیے۔

## دینی شعاوتوں کی ایک روناک کہانی

مذہبی زندگی میں ایمان و اعتقاد کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن حکیم کا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ ہر جگہ عمل صالح سے پہلے ایمان کی قید لگاتا ہے۔ قرآن کی نظر میں ایمان و اعتقاد کی سلامتی کے بغیر عمل کا وجود کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پھر عقائد ہی کے اختلاف کا یہ ثمرہ ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی وحدت مختلف فرقوں کے درمیان تقسیم ہو گئی ہے اور ہر فرقہ اپنے اپنے عقائد کے نشانات پر ایک دوسرے سے الگ الگ ہے۔ زمانہ حال کے فرقوں میں "فرقہ و ہابہ" نے اسلام کی حرمت پر جو قیامت ڈھائی ہے اور جس بیدروی کے ساتھ اس فرقے نے چودہ سو برس کی دینی حقیقتوں کا چہرہ مسخ کیا ہے وہ تاریخ کا ایک نہایت المناک واقعہ ہے۔

ذہن پر بوجھ نہ ہو تو اس فرقے کے قیامت آشوب مظالم کی تاریخ کا کچھ حصہ دشمن کی زبانی نہیں "دوست" کی زبانی سنیے!

دوست کے حق میں دوست کا اعتراف دیوبندی گروہ کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب نے اس فرقے

اور اس کے بانی محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق نہایت سنگین اور لرزہ خیز حالات تحریر فرمائے ہیں، لکھتے ہیں:

"محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتداءً تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و الجماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت

شمار کرتا رہا۔۔۔ الشہاب الثاقب ص ۲۲۔

اس کے بعد لکھتے ہیں :

محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانانِ دینا و دینا مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔۔۔ الشہاب ص ۲۳۔

فرقہ وہابیہ کی کہانی اب ذیل میں انہی کے قلم سے فرقہ وہابیہ نجدیہ کے عقائد کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ کہیں کہیں فرط غضب میں ان کے قلم کا شیخ دیوبند کی زبانی وہ تیور بھی ملاحظہ فرمائیں جسے لوگ "گالی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

۱۔ نشانِ نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ہے۔۔۔ الشہاب ص ۲۴۔

۲۔ نجدی اور اس کے اتباع (ماننے والوں) کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانے تک تھی جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعد ازاں وہ دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔۔۔ الشہاب ص ۲۵۔

۳۔ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل عربین پر سخت لعین اس نداء و خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استنراڑ اتے ہیں۔۔۔ الشہاب ص ۲۵۔

۴۔ وہابیہ نجدیہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور بر ملا کہتے ہیں کہ يَا رَسُولَ اللَّهِ میں



- استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے۔ - الشہاب ص ۶۵
- ۵۔ وہابیہ خبیثہ کثرت صلاۃ و سلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال و درود بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔ - الشہاب ص ۶۶
- ۶۔ وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بجز لہ عدم کے نہ ہونے کے برابر پہنچا دیتے ہیں۔ - الشہاب ص ۶۷
- ۷۔ وہابیہ سوائے علم احکام اشراق جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔ - الشہاب ص ۶۷
- ۸۔ وہابیہ نفس ذکر و ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس اذکار اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ - الشہاب ص ۶۷

ایک سنسی خیر انکشاف میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کے یہ عقائد دشمن کے ذریعہ نہیں بلکہ دوست کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں اس لیے یہاں غلط بیانی کا کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا حسین احمد صاحب کو دوست ہیں نے اس لیے کہا ہے کہ نومبر ۱۹۵۵ء میں والی نجد شاہ سعود ابن عبدالعزیز جب ہندوستان کے دورہ پر آئے تھے تو مولانا حسین احمد نے ۲۹ نومبر ۱۹۵۵ء کو انہیں جمعیتہ علمائے ہند کی طرف سے ایک سپا سنامہ پیش کیا تھا، جس جلسہ میں یہ سپا سنامہ پیش کیا گیا تھا اس میں انجمنی وزیر اعظم ہند پنڈت نہرو بھی شریک تھے۔ اب حیرت میں ڈوب کر ان کے سپا سنامے کا ایک اہم حصہ پڑھیے۔ جس فرقہ گستاخ "وہابیہ خبیثہ" کی مذمت میں انہوں نے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ اسی "فرقہ خبیثہ" کے ساتھ اپنی فکری یک بہتی اور مذہبی رفاقت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے انہیں ذرا بھی جھجک نہیں محسوس ہوئی ہے۔

جمعیتہ علمائے ہند کا اعتراف اپنے سپاسنامہ میں شاہ سعود کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یا صاحب الجلالۃ! خاص حجاز مقدس کے سلسلے میں جب جلالتہ الملک المرحوم سلطان عبدالعزیز ابن سعود رحمہ اللہ نے فاتحانہ اقدام کیا تو جمعیتہ علمائے ہند ہی وہ جماعت تھی جس نے یورپین ڈپلومیسی کے خلاف اس اقدام کو حجاز مقدس کیے فال نیک سمجھا اور سلطان مرحوم کو مبارک باد پیش کی۔ پھر اپنے خصوصی نمائندوں کے ذریعہ موقع بہ موقع سلطان مرحوم کی خدمت میں مفید مشورے پیش کرتی رہی۔ اور جمعیتہ علمائے مذکور کو فخر ہے کہ سلطان مرحوم نے اس کے مشوروں کو شرف قبولیت عطا فرمایا، جس سے مخالفین کی زبان بھی بند نہ ہوئی اور اصلاحی مقاصد بھی کامیاب ہوئے۔

حکومت آل سعود کے استقلال کے بعد جج اول کے موقع پر جمعیتہ علمائے ہند ہی وہ قابل ذکر مذہبی اور سیاسی جماعت تھی جس نے اپنا نمائندہ بھیج کر اطمینان و مسرت کا اظہار کیا۔ :- شاہ سعود والی عرب کا دورہ ہند ص ۳۸ ، شائع کردہ لالہ رخ پبلکیشنز سریکر کشمیر۔

نجدیوں کے جس "فاتحانہ اقدام" پر جمعیتہ علمائے ہند نے مبارک بادی کا پیغام بھیجا تھا اور جن "اصلاحی مقاصد" کی کامیابی پر اپنے اطمینان و مسرت کا اظہار کیا تھا جب تک ان کی لرزہ خیز تفصیلات آپ کے سامنے نہیں آجاتیں اس سپاسنامے کا پس منظر سمجھ میں نہیں آسکا۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کی تفصیلات بھی قابل اعتماد لوگوں کے ہاتھوں ہمیں دستیاب ہو گئی ہیں۔

شرح اس قیامت آشوب داستان کی یہ ہے کہ ۲۲ اگست ۱۹۲۵ء لندن کا ایک تار کو لندن سے کسی پریس رپورٹ نے ہندوستان کی خبر رساں ایجنسیوں کو ایک تار بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا:

»باوثوق ذرائع سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہابیوں نے مدینے پر حملہ شروع کر دیا ہے جس سے مسجد نبوی کے قبے کو جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر ہے، صدمہ پہنچا ہے اور سیدنا حمزہ کی مسجد شہید کر دی گئی ہے۔« رپورٹ خلافت کمیٹی ص ۳۰۔

اس لرزہ خیز خبر پر ہندوستان میں ہر طرف صفتِ ماتم بچھ گئی اور جذبات کا ہیجان اس قدر طوفان خیز ہو گیا کہ اس وقت کی خلافت کمیٹی کو حالات کی تحقیقات کے لیے اپنا ایک نمائندہ وفد حجاز بھیجا پڑا۔ خلافت کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق یہ وفد مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل تھا:

(۱) سید سلیمان ندوی (۲) مولانا محمد عرفان (۳) مولانا ظفر علی خاں (۴) سید خورشید حسن (۵) مولانا عبد الماجد بدایونی (۶) مسٹر شعیب قریشی۔

خلافت کمیٹی کے وفد کی رپورٹ وفد نے یہاں پہنچ کر مسلمانان ہند کو اطلاع دی کہ:

مکہ میں جنتہ المعالیٰ کے مزارات شہید کر دیئے گئے۔ مولد النبی (جس مکان میں سرکارِ دو جہاں کی ولادت ہوئی تھی) توڑ دیا گیا ہے۔ لیکن نجدی حکومت نے یقین دلایا ہے کہ مدینہ کے مزارات و آثار کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جائے گا۔

رپورٹ خلافت کمیٹی ص ۲۳

پھر ایک سال کے بعد ۱۹۲۶ء میں حجاز پر نجدی حکومت کے جاہلانہ اور ظالمانہ تسلط سے پیدا شدہ حالات پر غور کرنے کے لیے جب مؤقر عالم اسلامی کے نام سے موسم حج پر مکہ میں ایک عالمی اجتماع منعقد ہوا تو اس میں شرکت کے لیے خلافت کمیٹی کی طرف سے بھی ایک وفد وہاں بھیجا گیا۔

خلافت کمیٹی کے دوسرے وفد کی رپورٹ اس موقع پر وفد نے اپنے چشم دید واقعات و تاثرات کی جو رپورٹ

بھیجی تھی اس کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔

”۲۲۔ مٹی کو اکبری جہاز ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اس وقت سب سے پہلی جو وحشت ناک اور جگر گداز خبر ہمیں موصول ہوئی وہ (مدینہ کے) جنتہ البقیع اور دیگر مقامات کے انہدام کی تھی۔ لیکن ہم نے اس خبر کے قبول کرنے میں تامل کیا اس لیے کہ سلطان ابن سعود خلافت کمیٹی کے دوسرے وفد کو تحریری وعدہ دے چکے تھے کہ وہ مدینہ منورہ کے مزارات و آثار کو اپنی اصل حالت پر رکھیں گے۔

لیکن جِدہ پہنچ کر سب سے پہلے ہم نے ایک رکن حکومت شیخ عبدالعزیز عقیلی سے  
جب اس خبر کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے تصدیق کی اور یہ فرمایا کہ نجدی قوم  
بدعت اور کفر کے استیصال کو اپنا فرض خیال کرتی ہے اور اس مسئلے میں وہ  
دنیا ئے اسلام کے مصالح کی کوئی پروا نہیں کرے گی خواہ دنیا ئے اسلام خوش  
ہو یا ناراض۔ :- رپورٹ خلافت کمیٹی ص ۸۵۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

بہر حال حالات و واقعات کچھ بھی ہوں سلطان عبدالعزیز کے تمام حتمی اور  
واجب الایفاء وعدوں کے باوجود مدینہ منورہ کے تمام قبے گرا دیے گئے۔ :-  
رپورٹ ص ۸۸۔

مساجد کی حرمتوں کا خون فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر فرقہ پرست درندوں اور  
اسلام کے دشمنوں کے ہاتھوں اپنی مساجد کی بے حرمتی  
اور ان کے انہدام کا قیامت انگیز تماشا آپ نے دیکھا ہو گا اب خاص حجاز کی مقدس سر زمین  
پر مدعیان اسلام کے ہاتھوں ایک عبرت ناک اور لرزہ خیز تماشا اور دیکھئے۔ جرم اگر  
مشترک ہو تو انصاف کی تلوار اپنے اور بیگانے کا کوئی امتیاز نہیں کرتی۔ دیکھنا ہے آپ اس  
کسوٹی پر کہاں تک پورے اترتے ہیں۔

ارکان وفد کے عینی شاہد لکھتے ہیں۔ پڑھیے اور خون کے آنسو روئیے کہ نجدی درندوں کی  
کافرانہ سرکشی کے آگے اسلام کی حرمتوں کو اپنے گھر میں بھی پناہ نہ مل سکی:

اس سے بھی زیادہ افسوسناک چیز یہ ہے کہ مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کی بعض  
مساجد بھی نہ بچ سکیں اور مزارات کے قبوں کی طرح یہ مساجد بھی توڑ دی گئیں۔  
مدینے میں منہدم کردہ مساجد کی تفصیل یہ ہے: (۱) مسجد فاطمہ متصل مسجد قبا۔  
(۲) مسجد ثنائیا میدان احد میں جہاں سرکار کے دندان مبارک شہید ہوئے  
تھے (۳) مسجد منارین (۴) مسجد مائدہ (جہاں سورہ مائدہ نازل ہوئی تھی)  
(۵) مسجد اجابہ (جہاں سرکار کی ایک نہایت اہم دعا قبول ہوئی تھی)۔ رپورٹ ص ۸۸



وفد کے اراکین نے مدینہ طیبہ کے منہدم شدہ مزارات کی جو فہرست  
مزارات کا انہدام قلم بند کی ہے ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر اس کی بھی ایک جھلک ملاحظہ  
فرمائیں۔ ہائے! کیسے کیسے لالہ رخوں کی جلوہ گاہوں کو چشم زدن میں ان ظالموں نے ویران  
کر ڈالا۔

### مزارات شہزادیان خاندان نبوت

- (۱) بنت رسول حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۲) بنت رسول حضرت  
زینب رضی اللہ عنہا (۳) بنت رسول حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔
- (۴) بنت رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت فاطمہ صغریٰ بنت  
حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہم۔

### مزارات ازواجِ مطہرات

- (۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۲) ام المومنین  
حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۳) ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا  
وغیر باکل نو ازواجِ طیبات کے مزارات۔

### مزارات مشاہیر اہل بیت

- (۱) شہزادہ رسول حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ (۲) سر مبارک حضرت  
امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ (۳) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ  
عنہ (۴) جگر گوشہ رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (۵) عم النبی حضرت  
عباس رضی اللہ عنہ (۶) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (۷) حضرت  
امام محمد باقر رضی اللہ عنہ۔

### مزارات مشاہیر صحابہ و تابعین

- (۱) امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت سیدنا عثمان ابن  
مطلقون رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ (۴) حضرت  
سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ (۵) حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ (۶) حضرت

امام نافع رضی اللہ عنہ۔۔۔ رپورٹ خلافت کمیٹی ص ۸۰ تا ۸۹۔

یہی تھا ”نجدی قوم کا وہ فاتحانہ اقدام“ جس پر دیوبندی  
 زخموں کی ٹیس جمعیت علماء نے انھیں مبارک باد کا تحفہ پیش کیا تھا اور ان کے  
 پاس اپنا خصوصی نمائندہ بھیج کر اپنے بھرپور اطمینان و مسرت کا اظہار کیا تھا۔ گویا تیرہ سو  
 برس سے امت مرحومہ نے جن ”نقوشِ محبت“ کو حوادثِ زمانہ کی زد سے بچا بچا کر محفوظ  
 رکھا تھا اور جن کے پرکیت نظاروں سے عشق و ایمان کی آنکھیں ٹھنڈی رہا کرتی تھیں۔ وہ  
 ان باغبانانِ رسالت کے دلوں میں کانٹوں کی خلش بن کر کھٹکتے رہتے تھے۔ ان کے جلتے  
 ہوئے دلوں کو اس دن مسرت و اطمینان کی گھڑی میسر آئی جس دن روئے زمین کی سطح  
 سے عرفانِ محبت کے یہ نقوش مٹا دیئے گئے۔ ان کی خوشی کا قاصد اُس لمحے کے انتظار میں  
 رکا ہوا تھا جب تک کہ رسولِ مجتبیٰ کے لاڈلوں کی خواب گاہوں کو قدموں کی ٹھوکروں سے  
 روند نہ ڈالا گیا۔ اور جب تک کہ دنیا کے اتنی کروڑ مسلمانوں کی آنکھوں سے لہو کی  
 بوندیں نہیں ٹپک گئیں۔ ان سیدِ نبوتوں نے اطمینان کا سانس نہیں لیا۔

اب اس مقام پر اپنے قارئین سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خون کے رشتے کا  
 درد محسوس کر کے بتائیے کہ آپ کے لختِ جگر کی قبر کے ساتھ اگر کوئی یہ سلوک روا رکھتا  
 تو آپ کے دل کی بے چینیوں کا ردِ عمل کیا۔

پھر صبح لڑنے نجد کے جن درندوں نے سرکارِ کوہین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادوں،  
 شہزادیوں، ازواجِ طیبات اور ان کے محبوب صحابہ کی مقدس لاشوں پر تیشے چلائے  
 اور ان کے مزارات کی حرمتوں کو خاک و خون میں ملایا کیا زندگی کے کسی لمحے میں بھی آپ  
 انھیں معاف کر سکتے ہیں؟

اور جواب دیجیے کہ تیرہ سو سال کی طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی اگر آپ نے  
 یزید کو معاف نہیں کیا ہے تو کیا آپ ان سنگدلوں کو معاف کر سکتے ہیں جنہوں نے کربلا  
 کی اس دہرائی جانے والی تاریخ پر نجد کے اشیقاء کے نام ہند سے مبارکبادی کا پیغام

بھیجا تھا۔ آخر یزید بھی تو بذاتِ خود فاطمہ کا چہستان اجاڑنے کے بل نہیں گیا تھا لیکن اُسے بھی مسرت و اطمینان اس وقت تک نصیب نہیں ہوا جب تک کہ خاندانِ نبوت کے دکتے ہوئے چہرے خاک و خون میں نہیں مل گئے۔

ان حشر برپا واقعات پر ایک عینی شاہد کی ایک عینی شاہد کی روح کا اضطراب روح کا اضطراب دیکھنا چاہتے ہوں تو مسٹر محمد علی جوہر کی وہ تقریر نیچے جو جاز سے واپسی کے بعد انہوں نے دہلی کی جامع مسجد میں کی تھی۔

ان کی تقریر کا یہ حصہ کتابے لاگ اور حقیقی تاثرات میں ڈوبا ہوا ہے۔  
 ”میں خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں اور اس کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں مجھے ابنِ سعود سے ذاتی عداوت نہیں، نہ میری مخالفت ذاتی غرض پر ہے۔ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہی کہوں گا اور صاف صاف کہوں گا، خواہ اس سے کوئی جماعت خوش ہو یا ناخوش!

سلطان ابن سعود اور ارکانِ حکومت بار بار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی رٹ لگاتے تھے لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول کو دنیا کمانے کے لیے آلہ بنا رکھا ہے۔ جو لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں، چوری کرتے ہیں، بُرا کرتے ہیں لیکن جو لوگ قرآن و حدیث کو اڑبنا کر دنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں۔ چوروں ڈاکوؤں سے بھی بُرا کرتے ہیں۔“  
 - مقالات محمد علی ج ۱ ص ۹۵ - ۹۶ -

ان کے بیان کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔ ”پرغم آنکھوں کے ساتھ پڑھیے؛ نجد اور نجدیوں کا یہی کارنامہ ہے کہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے

خون میں ان کے ہاتھ رنگے ہیں۔“ - مقالات ص ۳۰ -

اسی کے ساتھ ذرا خلافت کمیٹی کے وفد کی رپورٹ کا یہ حصہ بھی پڑھ لیجئے جس میں انہوں نے یہ چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ کے ایک اجتماع میں نجد کے قاضی نے

علمائے مدینہ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ اس بیان سے عام مسلمانوں کے متعلق نجدی گروہ کا مذہبی ذہن پوری طرح بے نقاب ہو جاتا ہے۔

یا اهل حجاز انتم اشد کفرا من هاما ن و فرعون نحن قاتلناکم  
مقاتلة المسلمين مع الکفار انتم عباد حمزة و عبد القادر۔

(ترجمہ): اے باشندگانِ حجاز! تم ہامان اور فرعون سے بھی بڑھ کر کافر ہو۔ ہم تمہارے ساتھ اسی طرح قتال کریں گے جس طرح کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تم امیر حمزہ اور عبد القادر (جیلانی) کے پجاری ہو۔ رپورٹ نجدی قوم کے متعلق ارکانِ وفد کے یہ تاثرات بھی قابلِ یادداشت ہیں۔ لکھتے ہیں: ”ملک گیری کے لیے جو آلہ ان کے پاس ہے یعنی قوم نجد، اس کو ایک صدی سے زیادہ سے یہی سکھایا گیا ہے کہ اس کے علاوہ سب مسلمان مشرک ہیں اور نجدیوں کی گزشتہ صدی کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ ان کے ہاتھ کفار کے خون سے کبھی نہیں رنگے گئے۔ جس قدر خوزیری انہوں نے کی ہے وہ صرف مسلمانوں کی کی ہے۔“ ۱۔ رپورٹ وفد خلافت ص ۱۰۵۔

نجدی مذہب کے ساتھ تبلیغی جماعت کا رشتہ  
گزشتہ صفحات میں فرقہ  
وہابیہ نجدیہ کے ساتھ دیوبندی

جمعیتہ العلماء کے گہرے ساز باز کا حال آپ نے پڑھ لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ سلطان نجد کی سرکار میں وہ کتنے بار سوخ، قابلِ اعتماد اور ذخیلِ کار تھے کہ سلطان کو وقتاً فوقتاً مشورے بھی دیتے رہے اور سلطان نجد نے ان کے مشوروں کو قدر و اعتماد کی نگاہ سے دیکھا بھی۔

حجاز مقدس کی بے حرمتی اور زیدی کارناموں کے اعادہ کی تاریخ معلوم ہو جانے کے بعد اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ مشورے کس قسم کے تھے۔

لیکن اب براہِ راست تبلیغی جماعت کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ویسے نہ بھی ان کے چہرے سے نقاب اٹھایا جائے جب بھی دیوبندی گروہ کا ایک تبلیغی دستہ ہونے

کی حیثیت سے ان کا مذہبی مزاج ہمارے لیے کچھ نامعلوم نہیں ہے۔ پھر بھی سارے لوح مسلمانوں کو معلومات کے اُجالے میں لانے کے لیے دستاویزی ثبوت کے ساتھ یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نجد کے وہابی مشرب کے ساتھ تبلیغی جماعت کے ذہن و فکر کا رشتہ کیا ہے؟

تبلیغی جماعت کے بانی مولانا ایباس کا یہ بیان اُوپر کہیں گزر چکا ہے کہ تھانوی صاحب کی تعلیمات و ہدایات کو پھیلانا تبلیغی جماعت کا اصل مدعا ہے۔ ایک طرف اس حوالہ کو نظر میں رکھیے اور دوسری طرف تھانوی صاحب کا یہ اقراری بیان پڑھیے۔

ان کا سوانح نگار

تبلیغی جماعت کے علماء کا خود اپنے متعلق وہابی ہونے کا اقرار لکھتا ہے

کہ جن دنوں تھانوی صاحب کانپور مدرسہ جامع العلوم میں مدرس تھے، انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ محلے کی کچھ عورتیں فاتحہ کرانے کے لیے مٹھائی لے کر آئیں۔ تھانوی صاحب کے طلبہ نے فاتحہ دینے کی بجائے مٹھائی لے کر خود کھالی۔ اس پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ تھانوی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور انھوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”بھائی! یہاں ”وہابی“ رہتے ہیں۔ یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔“

:- اشرف السوانح ج ۱ ص ۴۵۔

اب اسی سانس میں وہابی مشرب کے ساتھ گنگوہی صاحب کی خوش عقیدگی کا بھی حال معلوم کریں جن کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل تبلیغی جماعت کے پیش نظر ہے۔ موصوف ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

”محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو ”وہابی“ کہتے ہیں۔ ان کے

عقائد عمدہ تھے۔“:- فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۱۱۔

اب دریائے ہیرت میں ڈوب کر تبلیغی جماعت کے موجودہ قائدین کا حال پڑھیے۔

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ مولانا زکریا شیخ الحدیث سہارن پور اور مولوی منظور صاحب نعمانی اس



وقت تبلیغی جماعت کے روح رواں اور مرکزی قائدین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہی مولوی منظور صاحب نعمانی مولانا ایباس کے مرض الموت میں ان کی جانشینی کے مسئلہ پر اپنی بے چینیوں کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ایک رات کو اس ناچیز اور رفیق محترم مولانا علی میاں نے اس بارہ میں دیر تک غور و فکر اور باہم مشورہ کیا اور ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر حضرت کے بعد یہاں دعوتی کام کے مرکز نظام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا ایباس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے پورے حلقہ کو عقیدت و محبت ہو تو پھر انشاء اللہ یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا۔“

اور ایسی شخصیت اس وقت ہماری نظر میں صرف شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ کی تھی۔۔۔ سوانح مولانا محمد یوسف کا مدخلوی ص ۱۹۰

اس کے بعد اپنے بیان کے مطابق اگلے دن صبح کے وقت نعمانی صاحب نے مولانا زکریا سے ملاقات کی اور ان کے سامنے اپنے ساتھیوں کی یہ تجویز رکھی کہ وہ تبلیغی جماعت کے امیر کی حیثیت سے مرکز میں اپنا قیام منظور فرمائیں۔ اس سلسلے میں نعمانی صاحب اپنی گفتگو کا ایک نہایت اہم حصہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پورے واقعہ میں ان کی گفتگو کا یہی حصہ میرا مقصود تحریر ہے:

اسی کے ساتھ ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ اور اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا مجمع منتشر ہو جائے گا اور ہم خود اپنے بارہ میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ”ہم بڑے سخت و ہابی ہیں“ ہمارے لیے اس بات میں کوئی خاص کشش نہ ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر مبارک ہے۔ یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھتے تھے، یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے۔۔۔ سوانح مولانا یوسف ص ۱۹۲۔

ملاحظہ فرمائیے! موصوف کے اس بیان میں کہ ”ہم بڑے سخت و ہابی ہیں“ وہابی

ذہن کا کردار بھی صاف جھلک رہا ہے۔ ظاہر ہے ان حضرات کے لیے جب بڑے بڑے صحابہ اور اہل بیت کے مزارات تک میں کوئی کشش نہیں تھی تو مولانا ایسا بیچارے کس کھیت کی مولیٰ تھے۔ دعویٰ اور دلیل دونوں کی یکجائی اسی کو کہتے ہیں۔

اب ذیل میں مولانا زکریا کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ انھوں نے کہا کہ:

”اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہوا تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں پھر میں خود یہاں رہوں گا بلکہ اگر تم سب مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی ہیں رہوں گا اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اس کو دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا۔ بس انتظار کرو۔ اللہ سے دعا کرو۔“

اور اگر دیکھو کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب! ”میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں“ تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ اور درو دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔“۔ سوانح مولانا محمد یوسف ص ۱۹۳۔

تھانوی صاحب سے لے کر مولوی منظور نعمانی اور مولوی محمد زکریا صاحب تک تبلیغی جماعت کے سارے قائدین کا یہ اقراری بیان آپ کی نظر سے گزر چکا کہ ”ہم وہابی ہیں“ ”میں بڑا سخت وہابی ہوں“، ”میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں“ کوئی دوسرا ان کے بارے میں کہتا تو الزام سمجھا جاتا لیکن خود اپنے اقرار کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا، کہ واقعہ یہ حضرات ”وہابی“ ہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ اقرار انھوں نے اپنی نجی گفتگو اور تنہائی کی ملاقات میں کیا ہے اس لیے اسے کسی اور معنی پر محمول کرنے کا یہاں کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اب اس مقام پر ایک بات نہایت گہرائی میں اتر کر سوچنے عقل و حقیقت کا فیصلہ کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کی وہی صورتیں ہوا کہ فی ہیں یا تو اس کے ساتھ کوئی نسلی یا نسبی تعلق ہو

یا پھر اس کے مسلک و اعتقاد کے ساتھ فکر و عمل کی وابستگی ہو۔

مثال کے طور پر جو لوگ ہندو پاک میں اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں ظاہر ہے کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کا کوئی نسلی یا نسبی تعلق نہیں ہے بلکہ صرف ان کے مسلک و طریق پر چلنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔

یہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد اب یہ سوال حل کیجئے کہ تبلیغی جماعت کے ان مرکزی قائدین نے اپنے متعلق ”وہابی“ ہونے کا جو اقرار کیا ہے تو اس انتساب کی اصل وجہ کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کے ساتھ ان حضرات کا کوئی نسلی یا نسبی رشتہ نہیں ہے اس لیے اب لے و لے کے صرف یہی ایک وجہ رہ جاتی ہے کہ مسلک و اعتقاد کے اعتبار سے چونکہ یہ لوگ ابن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں اس لیے انھوں نے اپنے آپ کو ”وہابی“ قرار دیا ہے۔ یوں بھی گنگوہی صاحب کی صراحت کے مطابق وہابی اسی کو کہتے ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی کا پیرو ہو۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی لازماً ثابت ہو گئی کہ اپنے اوپر لفظ ”وہابی“ کا اطلاق صرف اطلاق ہی کی حد تک نہیں ہے بلکہ ابن عبدالوہاب نجدی کے جو عقائد و اعمال شیخ دیوبند نے اپنی کتاب ”الشہاب الثاقب“ میں تحریر کیے ہیں وہ سب کا سب ان حضرات نے اعتقاد و پسندیدگی کے ساتھ اپنا بھی لیے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک صحیح الدماغ آدمی برصنا و رغبت کبھی بھی ایسے لفظ کا اطلاق اپنے اوپر پسند نہیں کرتا جس کے ساتھ اس کے تئیں پسندیدگی کا کوئی مفہوم وابستہ نہ ہو۔

اور یہ بھی سن لیا جائے کہ وہابی مشرب کے ساتھ ان حضرات کا فکری تعلق صرف حسن اعتقاد کی حد تک نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ یہ لوگ یہاں بھی اس مذہبی انقلاب کے لیے ذہن و فکر کی سطح ہموار کر رہے ہیں جو صحراٹے نجد کے درندوں کے ذریعہ حجاز میں رونما ہو چکا ہے۔

چنانچہ نجدی تحریک کے نقطہ آغاز کے مطابق مسلمانوں کو ذہنی طور پر مشرک سمجھنے اور سمجھانے کی مہم یہاں بھی شروع ہو گئی ہے۔ ثبوت کے لیے تبلیغی جماعت کے مرکزی

فائدہ مولوی منظور صاحب نعمانی کا یہ بیان پڑھیے۔ کہتے ہیں:

”آپ مسلمان کہلانے والے ان قبوریوں اور تعزیر پرستوں کو دیکھ لیجئے۔ شیطان نے ان مشرکانہ اعتقادات اور مشرکانہ اعمال کو ان کے دلوں میں ایسا اتار دیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی کوئی بات سننے کے روادار نہیں۔“

میں ان ہی لوگوں کو دیکھ کر اگلی امتوں کے شرک کو سمجھتا ہوں۔ اگر مسلمانوں میں یہ لوگ نہ ہوتے تو واقعہ یہ ہے کہ میرے لیے اگلی امتوں کے شرک کو سمجھنا بڑا مشکل ہوتا۔۔۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ بابت جمادی الاولیٰ سنہ ۲۰۰۰ ص ۳۰۔

سیاسی اقتدار کی بیچارگی کے عالم میں نجد اور وہلی کی دعوت میں یکسانیت ابھی ذہن کا یہ تیور صرف زبان و قلم اور دعوت و تبلیغ کی حد تک ہے۔ کل ہند و پاک کی سر زمین پر اگر خدا نخواستہ جبری طاقت کے وسائل انہیں بھی میسر آجائیں تو نجد کے مذہبی انقلاب کی تاریخ یہاں بھی انہیں دہراتے ہوئے کچھ تامل نہ ہوگا۔

ان حضرات کی سرگرمیوں کا مطالعہ کرتے وقت یہ نکتہ کبھی نظر سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے کہ جرائم کے ارتکاب میں اصل چیز ذہن کی آمادگی ہے۔ ذہن آمادہ ہو تو وسائل کی تلاش کا مرحلہ بالکل بعد کا ہے۔

جہاں تک تاریخی حقائق کا تعلق ہے خود نجد کی تحریک بھی بیک بیک قہر و جبر کے نقطہ سروج پر نہیں پہنچ گئی تھی بلکہ یہی کلمہ و نماز کی دعوت اور اعمال و اخلاق کے اصلاح کی تبلیغ وہاں بھی آخری مرحلے کی تمہید تھی۔

چنانچہ مولوی مسعود عالم ندوی ”محمد ابن عبدالوہاب“ نامی کتاب میں شیخ نجد کی زندگی کی تاریخ لکھتے ہوئے ان کی ابتدائی دعوت و تبلیغ کا حال یوں لکھتے ہیں:

حریملاء کی واپسی کے بعد انہوں نے بدعات کے استیصال اور توحید و اخلاق

کے عام کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ دعوت کی بنیاد توحید پر رکھی۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کا بول بالا ان کا شعار تھا۔ :- محمد ابن عبدالوہاب ص ۲۳۔

ایک جگہ شیخ نجد کی دعوت کے یہ الفاظ خود انہی کی زبانی نقل کیے ہیں:

”ان هذالذی انا قمت به و دعوت الیه کلمه لا الہ

الا اللہ و امرکان الاسلام و الامر بالمعروف والنہی عن

المنکر۔

(ترجمہ)؛ میں جس چیز کو لے کر کھڑا ہوا ہوں اور جس کی طرف دعوت

دے رہا ہوں وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ارکان اسلام اور امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر کی دعوت ہے۔ :- محمد ابن عبدالوہاب ص ۲۹۔

درعیہ نامی ایک قصبہ میں ”شیخ نجد“ کے تبلیغی مرکز کے قیام کا تذکرہ کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

”شیخ کی تشریف آوری سے پہلے درعیہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں

جہالت کی گرم بازاری تھی۔ شیخ نے سب سے پہلے وعظ اور درس کے حلقے

قائم کیے اور خود صبح و شام تک آنے والوں کو کتاب و سنت کی تعلیم دیتے

اور اپنی دعوت ”دعوت توحید“ اخلاص فی عبادۃ اللہ کی اہم اور ضروری

چیزیں ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے۔ :- محمد ابن عبدالوہاب ص ۳۲۔

آگے چل کر شیخ نجد کی دعوت و تبلیغ کے حلقہائے اثر کی وسعتوں کا ذکر کرتے ہوئے

تحریر فرماتے ہیں:

”اب تک شیخ کی دعوت نجد کے اصلاح تک محدود رہی لیکن یہ دعوت

عام تھی اصلاح کی ضرورت صرف نجد میں نہ تھی تمام اسلامی دنیا انحطاط کے

عالم میں تھی۔ اصلاح کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے اس لیے قدرتی طور پر عسینہ،

حریملاء، درعیہ اور عارض کے دوسرے قصبے شیخ کی دعوت کے اولین مرکز بنے

لیکن جو نہی ان علاقوں میں زندگی کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ شیخ نے اپنی دعوت



کا خلق وسیع کیا اور دور دور کے شہروں کے علماء، امراء اور قضاة کے پاس تبلیغی خطوط بھیجے اور انہیں اپنی دعوت کے قبول کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔ محمد ابن عبدالوہاب ص ۲۶۔

شیخ نجد کی دعوت و تبلیغ کی ابتدائی تاریخ  
ہند کی تبلیغی جماعت نشان قدم پر کے یہ اقتباسات اس لیے میں نے نقل کیے ہیں تاکہ ہندوستان کی تبلیغی جماعت کا طریقہ کار سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو۔  
دونوں میں ذرا سچی مطابقت دیکھیے کہ شیخ نجد کے ابتدائی حالات کی تاریخ پڑھنے کے بعد بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ابن عبدالوہاب کی جگہ مولانا ایلیاس اپنی دعوت کی سرگرمیوں میں مصروف ہوں۔

وہاں بھی دعوت و تبلیغ کے ابتدائی مرحلے میں اسلام کے وہی موٹے موٹے اصول سامنے رکھے گئے تھے جن سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا تھا لیکن جب تحریک اور داعیان تحریک کی شخصیتوں سے وابستہ ہو جانے والوں کا ایک مضبوط دستہ تیار ہو گیا تو اچانک ان کے ذہنوں کو "جبری اصلاح" اور "ایمان شکن تخریب" کی طرف منتقل کر دیا گیا۔  
ہندوستان کی تبلیغی جماعت بھی ٹھیک اسی روش پر چل رہی ہے یہاں بھی موٹے موٹے اصلاحی اصولوں کی کشش سے ایک تبلیغی دستہ تیار کیا جا رہا ہے اور فکری صلاحیتوں کا سارا زور اس بات پر صرف کیا جا رہا ہے کہ زمرہ مسلمین میں سے زیادہ سے زیادہ افراد کو تبلیغ و اصلاح کے نام پر جماعت سے منسلک کیا جائے۔ منصوبہ یہ ہے کہ جماعت کے قائلین کے ساتھ ایک بار بھی ان کا رشتہ اعتماد قائم ہو گیا تو آگے چل کر آسانی سے ذہن و فکر کا رخ کسی طرف بھی موڑا جا سکتا ہے۔

شاید اسی موقعہ کے لیے اسلام کے دانشوروں نے کہا ہے کہ کسی بھی تحریک کا مطالعہ کرتے وقت یہ معلوم کرنا نہایت ضروری ہے کہ تحریک کے چلانے والوں کا ذہن کیا ہے۔ کیونکہ ہیشیہ ایسی راہ سے لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے کہ تحریک کے چلانے والوں کو نظر ہے او جھل دکھ کر انہوں نے صرف تحریک کا مطالعہ کیا اور ساتھ ہو گئے۔ اس کے بعد انہیں جماعت کے

مصنوعی ماحول میں کچھ اس طرح ڈھال دیا گیا کہ آگے چل کر جماعت کا سارا راز معلوم ہو جانے کے بعد بھی وہ اس سے اپنا رشتہ نہیں توڑ سکے جو اگر پہلے دن معلوم ہو گیا ہوتا تو کبھی اس سے منسک ہی نہ ہوتے۔

نجدی حکومت کے ساتھ نجد کی تحریک کے ساتھ تبلیغی جماعت کی فکری اور مذہبی یکسانیت کا ثبوت منظر عام پر آ جانے کے نتیجے میں جماعت کا معاہدہ بعد اب میں ایک چونکا دینے والے راز سے آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ یہ خبر معلوم کر کے آپ ششدر رہ جائیں گے کہ نجد کے مذہبی قائدین کے ساتھ تبلیغی جماعت کا تعلق اب صرف فکر و اعتقاد کی یک جہتی کی حد تک نہیں رہ گیا ہے بلکہ نجدی حکومت اپنے سارے وسائل کے ساتھ تبلیغی جماعت کی کفالت بھی کر رہی ہے۔

اس کے ثبوت کے لیے مارچ ۱۹۳۸ء میں سلطان نجد کے ساتھ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا ایباس کا جو معاہدہ عمل میں آیا تھا ذیل میں اس کی سنسنی خیز تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔  
مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب دینی دعوت میں مولانا ایباس کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ۱۹۳۸ء میں جب وہ حج کے موقع پر حجاز گئے ہوئے تھے تو تبلیغی جماعت کے سلسلے میں انہوں نے اپنے ایک وفد کے ساتھ سلطان نجد سے ملاقات کی تھی۔ سلطان سے ملاقات کے سلسلے میں تیاریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قرار پایا کہ پہلے اغراض و مقاصد کو عربی میں قلم بند کیا جائے پھر سلطان کے سامنے پیش کیا جائے۔ مولانا احتشام الحسن، عبداللہ ابن حسن شیخ الاسلام اور شیخ ابن بلہید سے اپنے طور پر ملے۔“۔ دینی دعوت ص ۱۰۰۔

مولانا ایباس سلطان نجد کے دربار میں اس کے بعد لکھتے ہیں:

دو ہفتے کے بعد (۴ مارچ ۱۹۳۸ء) مولانا (محمد ایباس) حاجی عبداللہ دہلوی، عبدالرحمن منظر شیخ المطوفین اور مولوی احتشام الحسن کی معیت میں سلطان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جلالتہ الملک نے بہت اعزاز

کے ساتھ مسند سے اتر کر استقبال کیا اور اپنے قریب ہی معزز ہندی مہمانوں کو بٹھایا۔ ان حضرات نے تبلیغ کا معروضہ پیش کیا جس پر سلطان نے تقریباً چالیس منٹ تک توجید (کتاب و سنت اور اتباع شریعت پر مبسوط تقریر کی۔ اس کے بعد بہت اعزاز کے ساتھ مسند سے اتر کر رخصت کیا۔ اگلے روز سلطان نے نجر کا قصد کیا اور ریاض کے لیے روانہ ہو گئے۔:- دینی دعوت ص ۱۰۰۔

سلطان نجر کے دربار سے خوشنودی کا پروانہ حاصل کر چکنے کے بعد اب ضابطہ کی کارروائی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

”مولوی احتشام الحق نے مقاصد تبلیغ کو اختصار کے ساتھ نوٹ کر کے شیخ الاسلام رئیس القضاة (چیف جسٹس) عبداللہ ابن حسن (جو ابن عبدالوہاب نجدی کی اولاد میں ہیں) کے یہاں پیش کیا۔ مولانا (محمد الیاس) اور مولوی احتشام صاحب ان کے یہاں خود بھی گئے۔ انھوں نے بہت اعزاز و اکرام کیا اور ہر بات کی خوب خوب تائید کی اور زبانی پوری ہمدردی و اعانت کا وعدہ کیا۔:- دینی دعوت ص ۱۰۱۔

جذبہ انصاف کو درمیان میں ڈال کر غور فرمائیے! میں نے اپنی طرف قلم کی چوری سے ایک بات بھی نہیں کہی ہے سارے حوالے ان ہی کتابوں کے ہیں۔ پوری کارروائی کے بیان میں تیشنگی شخص واضح طور پر محسوس کر سکتا ہے کہ سلطان نجد کے سامنے پیش کرنے کے لیے تبلیغی جماعت کے اغراض و مقاصد کا جو مسودہ عربی زبان میں تیار کیا گیا تھا، پوری کارروائی کے ساتھ اسے بھی نقل کر دینے میں آخر کون سی مصلحت مانع تھی۔

لیکن ہزار پرودہ ڈالنے کے بعد بھی اب یہ حقیقت چھپائی نہیں جا سکتی کہ قصر حکومت سے جن اغراض و مقاصد کی خوب خوب تائید کی گئی اور جن امور کی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں پوری پوری ہمدردی و اعانت کا وعدہ کیا گیا وہ بالکل وہی تھے جنہیں لے کر نجدی قوم اٹھی تھی اور عشق و ایمان کی لازوال حرمتوں اور اسلام کی زندہ جاوید یادگاروں کو خاک و

خون میں ملایا تھا۔

کیونکہ یہ بات ایک معمولی عقل کا آدمی بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ وہ اغراض و مقاصد ذرا بھی نجدی مذہب کے مزاج سے مختلف ہوتے تو نجدی حکومت کا شیخ الاسلام اور قاضی القضاة جس کی رگوں میں ابن عبدالوہاب نجدی کا خون رواں دواں تھا، وہ ہرگز کسی طرح کی امداد و اعانت کا وعدہ نہ کرتا۔

نجدی گروہ کے ساتھ تبلیغی جماعت کے فکری و تبلیغی جماعت کا وفد ریاض میں اعتقادی اشتراک اور باہمی اعتماد و تعاون کے رشتے کا ایک تازہ ثبوت اور ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا ایباس کے عہد کی کہانی سن چکے اب ان کے بیٹے مولوی محمد یوسف صاحب کے زمانہ خلافت کی کہانی سنیے:

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی سرکردگی میں وہلی سے نجد کے لیے روانہ ہونے والے ایک تبلیغی وفد کی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مولوی محمد یوسف کا سوانح نگار اپنی کتاب میں لکھتا ہے: ریاض میں حکومت سعودیہ کے عائدین کے ساتھ وفد مذکور کے گہرے روابط کا حال پڑھئے:

”شیخ عمر بن الحسن آل شیخ جو شیخ محمد بن عبدالوہاب (نجدی) کی اولاد میں ہیں نیز قاضی القضاة اور شیخ الاسلام مملکت سعودیہ شیخ عبداللہ ابن الحسن (جن کے ساتھ مولانا ایباس کا معاہدہ ہوا تھا) کے بھائی بھی ہیں اور ریاض کے محکمہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے رئیس ہیں، جن کے تعلقات ولی عہد مملکت امیر سعود سے بہت قریبی تھے اور ان کے معتمد خاص تھے، ان سے اچھے تعلقات قائم ہو گئے۔ جو لوگ (تبلیغی) جماعت کے متعلق شکوک پیدا کرتے تھے ان کے تعارف و اعتماد کی وجہ سے شکوک پیدا کرنے والوں کو کامیابی نہ ہو سکی۔“۔ سوانح مولانا محمد یوسف ص ۴۴۔

اس کے بعد اعتقادی ہم آہنگی کا ایک کھلا ہوا انکشاف ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے

ہیں کہ:

”شیخ عمر بن الحسن کے برادر اکبر شیخ عبداللہ ابن الحسن سے بھی کئی

بار ملنا ہوا جن کے ساتھ مولانا ایاس کا معاہدہ ہوا تھا اور وہ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ کچھ لوگ (تبلیغی) جماعت کے متعلق یہ تاثر پیدا کرتے تھے کہ یہ "فاسد العقیدہ" ہے اور یہ شکوہ علماء تک لے جاتے۔ علماء سے تعلق اور اہل رسوخ سے ملاقات نے شکایت پہنچانے والے کے اثر کو ختم کر دیا۔ ص ۴۱۴۔

نجد کے قاضیوں اور نجدی علماء و حکام کے سامنے اپنے فاسد العقیدہ (بد عقیدہ) ہونے کے الزام کی صفائی ان حضرات نے کس طرح پیش کی ہوگی، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مذہبی مزاج کی سرشت یہ ہے کہ ایک بد عقیدہ آدمی بھی دوسرے کو اس وقت تک خوش عقیدہ نہیں سمجھتا جب تک کہ اس کے خیال میں وہ اپنا ہم عقیدہ ثابت ہو جائے۔ اور اس بیان میں یہ نکتہ بہت واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے کہ نجدی قوم کے علماء دین گویا انہیں پہلے سے جانتے تھے کہ یہ حضرات بد عقیدہ نہیں بلکہ ہم عقیدہ ہیں جیسی تو بد عقیدگی کی شکایت پہنچانے والوں کے اثرات ختم ہو گئے۔

اس باب کے خاتمہ پر آپ سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ دوراہے دو لوگ فیصلہ پر کھڑے ہونے کا وقفہ صرف چند لمحے کا ہوتا ہے تذبذب کی حالت میں عر کا طویل حصہ نہیں گزارا جاسکتا۔ جہاں تک تبلیغی جماعت کی مذہبی بلاکتوں کا سوال ہے اس کا ایک ایک گوشہ آپ کے سامنے آگیا۔ نجدی قوم کے ساتھ ان کا وہ معاہدہ بھی اپنے پڑھ لیا جس کی ایک ایک سطر جذبہ عقیدت کے خون سے آلودہ ہے۔ نجد کے سفاک و زندوں کے ہاتھوں حجاز مقدس کی سرزمین پر ذخیرہ عشق و ایمان کی تباہ کاریوں کا جو لرزہ خمینہ سانحہ پیش آیا تھا اس پر ان حضرات کا تحفہ مبارک باد بھی آپ کی نظر سے گزر چکا۔

اس لیے اب مذہب حق کے خلاف تبلیغی جماعت کی تخریبی سازشوں کو محسوس کرنے کے لیے کوئی دقیقہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ اتنی بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ کسی بھی جماعت یا کسی بھی عالم کے ساتھ ہماری عقیدت و محبت کا تعلق رسول پاک ہی کے رشتے سے ہے۔ جب تبلیغی جماعت نے "قالان حرمت رسول" کی حمایت کر کے وہیں سے اپنا ناطہ توڑ لیا تو اب اس کے ساتھ ہمارے کسی رشتے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟



اور بات اتنے ہی پرس نہیں ہوئی بلکہ تبلیغی جماعت کے مرکزی قائدین نے اپنے متعلق "وہابی" ہونے کا بر ملا اقرار کر کے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ان کے پاس اعتقاد و عمل کا جو کچھ بھی سرمایہ ہے وہ مدینے کا نہیں، نجد کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی کا مذہب جب انھیں خود پسند ہے تو یہ بتانے کی اب ضرورت نہیں ہے کہ جس تبلیغی قافلے کی وہ قیادت کر رہے ہیں اُسے وہ کس طرف لے جانا چاہیں گے؟

اس لیے ان حالات میں ایک صاف ستھرے مسلمان کو دو ٹوک فیصلہ کرنا ہے کہ وہ تبلیغی جماعت کا ساتھ دے کر کہاں تک اپنے رسول کی وفاداری کا حق ادا کر سکے گا؟ کیوں کہ اب سوال کلمہ و نماز کی تبلیغ کا نہیں ہے اب تو اصل سوال یہ آن پڑا ہے کہ "قاتلانِ حرمتِ رسول" کے ساتھ رفاقت و دوستی کا عہد کر کے ایک مسلمان، مسلمان بھی رہ سکتا ہے یا نہیں؟ چند مسجدوں کی لالچ میں اصل ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھنا قطعاً کوئی دینی منفعت کی چیز نہیں ہوگی۔

اتنی تفصیل کے بعد بھی اگر تبلیغی جماعت کی ہلاکت خیز یوں کو محسوس کرنے کے لیے ذہن کا کوئی گوشہ تاریک رہ گیا ہو تو ورق اُلٹے اور چوتھے باب کا مطالعہ کیجیے۔

## اسلام دشمن سازشوں کی تحریک

اسلام کے خلاف دشمنانِ اسلام کی تخریبی سازشوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو بہت سی ایسی جماعتیں معلومات کے اُجالے میں آجائیں گی جن کا سلسلہ نسب کسی عیار دشمن کے فتنہ پرداز ذہن سے جا ملا ہوگا۔

مثال کے طور پر ہندوستان میں قادیانی جماعت کو لے لیجیے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس کا وجود سرتاسر انگریزی سامراج کا شرمندہ احسان ہے۔ جیسا کہ خود قادیانی جماعت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

”میں اپنا کام نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔“ تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۶۹۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم رات دن کیا خدمت کر رہے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری خدمات کی قدر کرے گی۔“ تبلیغ رسالت

ج ۱۰ ص ۲۸۔

ان افزاری بیانات کی روشنی میں قادیانی جماعت کے متعلق اب کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ پروان چڑھی ہے۔ لیکن اس واقعہ میں دشمن کی ذہانت

بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ بنیاد رکھ کر وہ درمیان سے ہٹ گیا اور یہ جماعت اسلام کا ببادہ  
 اوڑھ کر یکایک ایک نئے نئے فرقے کی حیثیت سے مذہب کی سطح پر ابھرائی اور ترقی کرتے کرتے  
 آج دنیا کی سب سے بڑی "تبلیغی جماعت" بن گئی جیسا کہ ہفت روزہ "ہماری زبان" علی گڑھ  
 رقم طراز ہے:

"موجودہ زمانے میں احمدی جماعت (قادیانی جماعت) نے منظم تبلیغ کی جو مثال  
 قائم کی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ لٹریچر، مساجد اور مدارس کے ذریعہ یہ لوگ  
 ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے دور دراز گوشوں تک اپنی کوششوں کا  
 سلسلہ قائم کر چکے ہیں جس کی وجہ سے غیر مسلم جماعتوں میں ایک گونا گونا اضطراب پایا  
 جاتا ہے۔ کاش دوسرے لوگ بھی ان کی مثال سے سبق لیتے۔۔۔ ہماری زبان  
 ۲۴- دسمبر ۱۹۵۸ء

یہ واقعات پڑھ کر آپ ہم سے سوال کر سکتے ہیں کہ تبلیغ اسلام  
 ایک سوال کا جواب کے نام پر کسی مذہبی جماعت کو جو دین میں لانے سے آخر  
 انگریزوں کا مفاد کیا تھا۔ میں عرض کروں گا کہ ایک دشمن اسلام کا یہی مفاد کیا کم ہے کہ مسلمانوں  
 میں مذہبی تفریق کا ایک بنیاد روازہ کھلے، ملت کی اجتماعی قوتوں کو ایک نئے فتنے سے اُلجھا  
 دیا جائے، کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کے انتشار کا فائدہ دشمن ہی کو سب سے زیادہ پہنچتا ہے۔  
 ہندوستان میں مسلمانوں کے مذہبی اتحاد کو توڑنے  
 مولانا ایباس کی تبلیغی تحریک کو کے لیے انگریزوں کا یہ پہلا مورچہ تھا جو نہایت  
 حکومت برطانیہ کی طرف سے مالی امداد کا میاب ثابت ہوا۔ لیکن چونکہ قادیانی جماعت  
 اپنے کھلے ہوئے امتیاز اور چونکا دینے والے نام و نشان کی وجہ سے عام مسلمانوں میں  
 بار نہیں پاسکتی تھی اس لیے انگریزوں کو ایک ایسی مذہبی تحریک کی ضرورت پیش آئی جس کے  
 چلانے والے اپنے ظاہر کے اعتبار سے مسلمانوں میں باریاب ہونے کی فنکارانہ صلاحیت  
 رکھتے ہوں تاکہ ان کے ذریعہ عام مسلمانوں کو مذہبی انتشار میں مبتلا کیا جاسکے۔

چنانچہ اس عظیم مقصد کے لیے انگریزوں نے مالی امداد کا سہارا دے کر مولانا ایباس کو

کھڑا کیا جیسا کہ دیوبندی جمعیت العلماء کے ناظم اعلیٰ مولانا حفظ الرحمن نے اپنے ایک بیان میں خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ "مکالمۃ الصدیقین" نامی کتاب کا مرتب ان کی ایک گفتگو کا سلسلہ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمن صاحب نے کہا کہ مولانا ایبکس رحمۃ اللہ علیہ

کی تبلیغی تحریک کو ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد کچھ روپیہ ملتا تھا۔ پھر بند ہو گیا۔"۔ مکالمۃ الصدیقین ص ۱۰ شائع کردہ دیوبند۔

غور فرمائیے! خالص مذہب کے نام پر کسی تحریک کو چلانے کے لیے ایک دشمن اسلام

کی مالی امداد کا مصرف سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک مذہب کو دوسرے مذہب سے لڑا کر اہل مذہب کی روحانی، اخلاقی اور اجتماعی قوتوں کو نقصان پہنچایا جائے۔

اسلام کے نام پر ایک تبلیغی جماعت کی بنیاد ڈال دینے

لڑیچہ کی تیاری کے لیے کے بعد طے شدہ مقاصد کے رُخ پر کام کرنے کے لیے

ایک مسلم کا سودا اب ایسے فکری مواد کی ضرورت پیش آئی جو دماغوں میں سرایت کرنے کے بعد ایمان کی توانائی سلب کر سکیں اور مسلمانوں میں مذہبی خانہ جنگی کا

ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیں جو کبھی ختم نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس اہم کام کی تکمیل کے لیے مولانا

اشرف علی تھانوی کی قلمی خدمات حاصل کی گئیں۔ جیسا کہ اسی مکالمۃ الصدیقین میں مولانا شبیر احمد

عثمانی کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے مولانا حفظ الرحمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"دیکھیے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلم

بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو

چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیے جاتے تھے۔"۔ مکالمۃ الصدیقین

ص ۱۱ شائع کردہ دیوبند۔

ظاہر ہے کہ حکومت برطانیہ کچھ ان کی مرید نہیں تھی کہ اس رقم کو "پیر منیاں" کا نذرانہ

سمجھا جائے اور پھر نذرانے کی رقم بھی ایک آدھ بار پیش کی جاتی ہے۔ ماہ بمابہ وظیفہ

دینے کا مصرف سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک طے شدہ خدمت کا معاوضہ تھا۔

اسی کے ساتھ یہ خبر بھی ذہن میں رکھیے تو اس رازِ رستہ کی ساری گرہ کھل جائے گی کہ ”مظہر علی“ نام کے کوئی تھانوی صاحب کے بھائی تھے جو حکومت کے تنخواہ دار سی آئی ڈی افسر تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان سارے مراحل میں وہی درمیان کی کڑی تھے۔ جیسا کہ خود مولانا حسین احمد صاحب نے اپنے مکتوب میں ایک جگہ لکھا ہے:

”مولانا مرحوم (تھانوی) کے بھائی محکمہ سی آئی ڈی میں بڑے اہلکار اور اخیر تک رہے۔ ان کا نام ”مظہر علی“ ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں۔“۔ مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۲۹۹۔

اپنی جماعت میں تھانوی صاحب کے تقدس کی جو جھوٹی شہرت ہے ایک ضروری نوٹ ہو سکتا ہے اس بنیاد پر کوئی مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا حسین احمد کو بھی جھٹلانے کے لیے تیار ہو جائے اس لیے میں تھانوی صاحب ہی کے قلم سے مافیٰ منفعت کے سلسلے میں ان کا ذہن بے نقاب کر دینا چاہتا ہوں تاکہ واقعہ کو واقعہ سمجھنے میں درمیان کا کوئی حجاب باقی نہ رہے۔

پچھلے اوراق میں اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں کہ تھانوی صاحب کسی زمانے میں کانپور مدرسہ جامع العلوم میں مدرس تھے۔ اُس وقت وہاں کا ماحول چونکہ سرتاسر عشقِ رسول کی طہارت میں ڈوبا ہوا تھا اس لیے گھر گھر میلاد و ذکرِ رسول کی نورانی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ حالات کے دباؤ کے تحت ایک عرصہ دراز تک موصوف بھی اپنے عقیدے کے خلاف میلاد و قیام کے مراسم ادا کرتے رہے۔ جب دیوبندی جماعت کے بعض اکابر کی طرف سے باز پرس کی گئی تو اس کا جواب موصوف نے یہ دیا:

”وہاں میں نے بدون شرکتِ میلاد، قیام کرنا قریب بحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ منفعت بھی ہے کہ مدرسہ تنخواہ ملتی ہے۔“۔ سیفِ بیانی مرتبہ مولوی منظور نعمانی ص ۲۲۔

اس مقام پر ہر دین دار مسلمان کو دعوتِ فکر دیتا ہوں وہ غیر جانب دار ہو کر اپنا فیصلہ صادر فرمائیں کہ کیا یہی ایک ”مقدس رہنا“ کا کردار ہے کہ وہ محض چند پیسوں کی خاطر



اپنے مذہب، اپنے ضمیر اور اپنے اعتقاد کا اس طرح خون کرے۔ تھانوی صاحب کو اگر اپنا دین پیارا ہوتا تو خدا کی ٹرین بہت وسیع تھی کہیں بھی وہ اپنے مذہبی تقاضوں کو پامال کیے بغیر رزق حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن کسی کی نگاہ میں سکے رائج الوقت ہی اگر سب کچھ ہو تو پھر عقیدہ ہی کیا ہے وہ تو اپنے آپ کو بھی بیچ سکتا ہے جیسا کہ مولانا شبیر احمد عثمانی کی روایت سے یہ راز بھی آشکارا ہو گیا ہے۔

اب تھانوی صاحب کے ذہن کا ایک رُخ اور ملاحظہ فرمائیں۔ خرید و فروخت کی عادت نے ان کے ضمیر کو اتنا بیاک اور خوگر بنا دیا تھا کہ اخیر میں وہ دوسروں کا ضمیر خریدنے کی بات کرنے لگے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ وہ نہایت ہیرت کے ساتھ چند مخصوص افراد کے متعلق اپنی اس تمنا کا اظہار کیا کرتے تھے:

”اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں پھر خود ہی دہا بی بن جائیں۔“۔ الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۶۷۔

معاذ اللہ! ذرا وہا بیت کے ساتھ عشق تو دیکھیے! کہ تنخواہ دے کر کسی کو مسلمان بنانے کی خواہش نہیں پیدا ہوئی لیکن مسلمان کو دہا بی بنانے کی تمنا میں جگر کا خون سوکھتا رہا۔ اب اس کے بعد بھی تبلیغی جماعت کی چلت پھرت کا مطلب کوئی نہ سمجھے تو اس کے حق میں سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اب اس سے خدا ہی سمجھے۔

دو ایجنٹوں کا باہمی رشتہ اوپر گزر چکا ہے کہ انگریزوں نے اس تبلیغی تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کی مذہبی آسائش کا خرمن جلانے کے لیے مولانا ایاس اور مولانا تھانوی کی خدمات حاصل کیں۔ اب ذرا اس سلسلے میں ایک آقا کے دو مشترک ایجنٹوں کا باہمی ارتباط بھی ملاحظہ فرمائیے تاکہ کام کی نوعیت اور تخریبی سازشوں کا پس منظر سمجھنے میں آسانی ہو۔ پہلے تھانوی صاحب کی شان میں مولانا ایاس کا یہ قصیدہ منقبت پڑھیے۔ لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام ہے۔ بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تسلیم عام





ہی فاصلے پر سرسند کی مسلم آبادی فرق پرستی کی آگ میں جل رہی تھی اور جہاں جی سنگھی اور مہاسبھائی  
دردوں کے ہاتھوں گلی گلی میں آگ اور خون کی ایک ہولناک قیامت برپا تھی۔

لیکن حیرت میں ڈوب جانے کی بات یہ ہے کہ جو جی سنگھی اور  
ایک چھٹنا ہوا سوال مہاسبھائی مسلمانوں کو اصل زندگی ہی سے محروم کر دینا اپنا سب سے  
بڑا دھرم سمجھتے ہیں۔ وہ بتیا میں تبلیغی جماعت کے لیے "ضروریاتِ زندگی" فراہم کرنے میں  
کیوں اتنے پیش پیش تھے۔ آخر ہزار جتن کے باوجود بھی احترام و ہمدردی کا جو رشتہ قرآن اور  
مسجد کے ساتھ اب تک قائم نہیں ہو سکا وہ تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ کیونکر عالم وجود  
میں آگیا۔

سر رہے کسی بڑے سے بڑے دشمن اسلام سے چند لمحے کا تعاون کے بغیر کسی تعلق  
کے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن دو منظم جماعتوں کے درمیان کفالت و اشتراک کا یہ گہرا  
رشتہ بغیر کسی خفیہ تعلق کے ہرگز وجود میں نہیں آ سکتا۔

پھر ہماری حیرت اس مرحلے میں پہنچ کر اور دوچہند ہو جاتی ہے کہ اسلام کے ساتھ  
تو اتنی سخت دشمنی کہ نام تک سننا گوارا نہ ہو لیکن اسی اسلام کے نام پر جمع ہونے والوں  
سے اتنا پیار کہ ان کے پیچھے پیچھے مورچل مچلیں، وضو کے لیے حوض تیار کرائیں اور ان کے  
کھانے پینے کا اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں۔

آخر ساری دنیا عقل کے اندھوں سے تو نہیں آباد ہے ایک ہی محل میں دو متضاد  
حقیقتوں کا اجتماع بغیر کسی خارجی محرک کے کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اس لیے اسباب کی  
دنیا میں اب یہ راز بے نقاب کرنا ہی ہو گا کہ آخر تبلیغی جماعت کے ساتھ جی سنگھیوں اور  
مہاسبھائیوں کا وہ کون سا اور پر وہ تعلق ہے جس نے انہیں اسلام کا تو دشمن لیکن تبلیغی  
جماعت کا ہمدرد بنا دیا ہے۔

سیاسی بصیرت رکھنے والے دانشوروں کا کہنا ہے کہ کمیونزم کو شکست دینے  
کے لیے دھرم کے نام پر چونکہ یہ تینوں جماعتیں امریکہ کی ریزہ خوار ہیں اس لیے تبلیغی جماعت،  
جی سنگھی اور ہندو مہاسبھائیوں کے درمیان اگر بیچ کا کوئی رشتہ نکل آئے تو چنداں تعجب خیز

امر نہیں ہے۔

ویسے نہ بھی اس راز سے پردہ اٹھایا جائے جب بھی دشمنان اسلام کے ساتھ کسی خفیہ سازش کو سمجھنے کے لیے اب ہمیں کسی نئے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ دماغ میں اگر دینی بصیرت کا چراغ بجھ نہیں گیا ہے تو منافقین مدینہ کا کردار معلوم کرنے کے لیے اسی نشانیاں بہت ہیں۔

دیوبندی اخبار مذکور کے ایڈیٹر نے تبلیغی کے ساتھ ایک خوشنما فریب کا ازالہ جن سنگھیوں کے اس خفیہ تعلق کو اس انداز میں پیش کیا ہے جیسے یہ سارا کثر تبلیغی جماعت کے قدسی نفوس بزرگوں کی روحانی کشش کا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت والوں میں اتنی ہی اثر انگیز اور پرکشش روحانیت تھی تو اس کا ظہور صرف کھانے پینے کے اعلیٰ انتظام ہی تک کیوں محدود تھا۔ اپنے تقدس کی باطنی قوت تسخیر سے کسی کافر کو مسلمان بھی بنایا ہوتا تو ہم جانتے۔ بہت تیر مارا تو گھر ہی میں بیٹھ کر مسلمانوں سے کلمہ پڑھوا لیا۔ آج ہمک تو فیتق نہیں ہوئی کہ گھر سے باہر کسی غیر مسلم سے کلمہ پڑھواتے۔ کمائی ہوئی چیز کو کمانا کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ باہر سے کما کر لایا جائے۔

ایک مہم راز کا انکشاف باہر کے لوگوں سے کلمہ پڑھوانے کی بات درمیان میں آگئی ہے تو اس راز کو بھی فاش کر دینا چاہتا ہوں تاکہ ان حضرات کے نام لاشی جذبہ تبلیغ سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔

ابھی حال ہی کا قصہ ہے کہ "حمید دلوانی" نام کے کسی صاحب نے گجرات کے سفر سے واپسی پر تبلیغی جماعت کے متعلق ایک بیان دیا تھا۔ ان کے بیان پر "نشیمین" اخبار بنگلور کا یہ تردیدی نوٹ ملاحظہ فرمائیے۔ واضح رہے کہ یہ اخبار تبلیغی جماعت کا کٹر حامی ہے۔

اخبار کا مدیر حمید دلوانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے؛  
"تم نے گجرات کا دورہ کرنے کے احمد آباد میں تبلیغی جماعت کے متعلق سے جو



بیان دیا ہے اور نیکو کاروں کی اس جماعت کو بدنام کرنے اور اس کے ساتھ غلط باتوں کے منسوب کرنے کی جو مہم شروع کی ہے اس میں تم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ ذلت آمیز شکست کھاؤ گے۔" نشیمن بنگلور ۱۱۔ مئی

- ۱۹۶۹ -

اب ان "بدنام کرنے والی غلط باتوں" کی تفصیل پڑھیے۔ لکھتا ہے:

"اگر تم نے یہ ثابت کر دیا کہ گجرات کے سرحدی علاقوں میں تبلیغی جماعت کے افراد نے دوسروں کو مسلمان بنایا ہے یا ایسی کوئی مہم شروع کی ہے یا کسی کو ورغلا یا ہے یا مسلمان بننے کی دعوت دی ہے تو ہم قانون کے تحت سزا بھگتنے کو تیار ہیں (چند سطروں کے بعد) تبلیغی جماعت نے کبھی مذہبی جذبات کو اُبھارنے کی کوشش نہیں کی۔" نشیمن بنگلور ۱۱۔ مئی ۱۹۶۹ -

ہندوستان کا دستور بنیادی طور پر مذہبی آزادی کا حق تسلیم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک مذہب کی تبلیغ کے لیے ترغیبی دعوتوں کا تعلق ہے یہ قانون کی نظر میں قطعاً کوئی جرم کی بات نہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ تبلیغی جماعت کو اپنے اس جائز حق کے استعمال سے بھی انکار ہے اور انکار ہی نہیں بلکہ فخر کے ساتھ وہ اپنے مذہبی گریز کا اعلان بھی کرتی ہے۔ جبکہ اسی ہندوستان میں عیسائیوں کا مشن پوری آزادی اور بھرپور عزم و ارادہ کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغی دعوتوں میں شب و روز مصروف ہے۔

یہیں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی آواز غیروں تک پہنچانا تبلیغی جماعت کا قطعاً مقصود عمل نہیں بلکہ مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ افراد کو ایک خاص فرقے میں تبدیل کر کے انہیں خیالات کے الگ الگ خانوں میں تقسیم کر دینا اس کی تمام تر جدوجہد کا واحد مقصد ہے۔

## تبلیغی جماعت کے اخراجات اور آمدنی کے ذرائع

تبلیغی جماعت کے مذہب و اعتقاد کا مسئلہ اتنا صیغہ راز میں نہیں ہے جتنا اس کا شعبہ مالیات ہے۔ چنانچہ کروڑوں انسانوں کے درمیان یہ بات اب تک موضوع بحث بنی ہوئی ہے کہ تبلیغی جماعت اپنے وسیع کاروبار کے لیے سرمایہ کہاں سے لاتی ہے۔

تبلیغی جماعت کے عام اخراجات کو تین مدت میں آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے:

۱۔ اجتماعات

۲۔ تنخواہ دار امرائے جماعت

۳۔ مرکز نظام الدین دہلی

اب ذیل میں الگ الگ سب پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ جذبہ انصاف کے ساتھ ان مراحل سے گزرنے کی کوشش کریں گے۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ علاقائی، کل ہند اور عالمی اجتماعات کے نام سے اجتماعات سال میں پچاسوں اجتماعات ان کے ہوتے ہیں اور ان کے بیان کے مطابق ہر اجتماع میں شہر کا، کی تعداد تیس ہزار سے لے کر پچاس ہزار کے لگ بھگ ہوا کرتی ہے۔ جبکہ عالمی اجتماعات میں یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔

اب اس سلسلے میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ آخر ہندوستان میں اور بھی دوسری مذہبی و سیاسی جماعتیں ہیں جن کے پاس کافی سرمایہ بھی ہے اور وسیع ذرائع کے ساتھ پرجوش کارکنوں کی ٹیم بھی۔ لیکن عالمی اور کل ہند اجتماع تو درکنار وہ ہر ماہ علاقائی اجتماع بھی نہیں کر پاتیں۔ آخر تبلیغی جماعت والوں کے پاس کہاں سے اتنا دھن پھٹ پڑا ہے کہ ہر دو ایک مہینے پر وہ علاقائی کل ہند اور عالمی اجتماعات کی مدد میں لاکھوں لاکھ روپے خرچ کر ڈالتے ہیں۔

تیس ہزار افراد میں سے فی کس کا اوسط خرچ پچاس روپے بھی رکھا جائے جب بھی پندرہ لاکھ روپے ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر اتنی بڑی رقم ہر مہینے کہاں سے ان کے

پاس آجاتی ہے۔۔۔۔۔ آپ کہیں گے اجتماع میں شریک ہونے والے افراد میں سے ہر شخص خود ہی اپنے اخراجات کا بار اٹھالیتا ہے میں کہوں گا اول تو دینی بے حسی کے اس دور میں یہ سوچنا ہی مشکل ہے۔ ثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی زیادہ سے زیادہ آمد و رفت کا کرایہ مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے لیکن نظم و نسق، روشنی، پانی، قیام و طعام اور پنڈال وغیرہ کا سارا انتظام تو جماعت ہی کو کرنا پڑتا ہے جبکہ کسی وسیع پیمانے پر انتظام کے لیے یہ خرچ بھی لاکھوں کی تعداد سے کم نہیں ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے تنخواہ دار امرائے جماعت تبلیغی جماعت کے نظام عمل میں ہزاروں ایسے افراد ہیں جو حلقہ وار، علاقائی اور کل ہند سطح پر شب و روز جماعت ہی کا کام کرتے ہیں جو تبلیغی جماعت کے تنخواہ دار کارکن کہے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے معاشی وسائل سے دست بردار ہو کر لگانا اور مستقل طور پر کسی جماعت کا مفت کام نہیں کر سکتا اس لیے ان کی تنخواہوں اور سفروں کے سلسلے میں آمد و رفت کے کرایہ جات پر جتنی بھاری رقم ہر ماہ صرف کی جاتی ہے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

مرکز نظام الدین دہلی مرکز کے اخراجات تین مدوں میں پھیلے ہوئے ہیں؛ ۱۔ مدرسہ کاشف العلوم، جس کے اخراجات میں مدرسین کی تنخواہوں اور طلبہ کے خورد و نوش کا خرچ بھی شامل ہے۔

۲۔ تبلیغی جماعت کا نگر خانہ، جہاں سے آنے جانے والے سینکڑوں افراد کو صبح و شام مفت کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ دونوں وقت ملا کر کھانے والوں کا اوسط پانچ سو بھی رکھا جائے جب بھی بیس ہزار ماہوار سے کم خرچ نہیں ہے۔

۳۔ تبلیغی اسٹاف، جماعت کے وہ مرکزی علماء جو ذہن و فکر کا شکار کرنے کے لیے

شب و روز وہاں رہتے ہیں اور اس فن میں انھیں خاص مہارت حاصل کی ہے۔ یہ تنخواہ دار دستہ مختلف صوبوں کے افراد پر مشتمل ہے۔ ان کی تنخواہوں پر بھی بہت بڑی رقم ہر ماہ خرچ کی جاتی ہے۔

اتنے بڑے کاروبار کو چلانے کے لیے جتنے وافر سرمائے کی ضرورت آمدنی کے ذرائع ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ حالات کا یہ ایک قدرتی سوال ہے جسے دبایا نہیں جاسکتا کہ ہر ماہ اتنی خطیر رقم تبلیغی جماعت کہاں سے حاصل کرتی ہے؟ آپ کہیں گے تبلیغی جماعت کو ہندو پاک کے متمول طبقے کی سرپرستی حاصل ہے اس لیے اجتماعات سے لے کر مرکز تک کے سارے اخراجات انہی کے چندوں سے پورے کیے جاتے ہیں۔

لیکن یہ معلوم کر کے آپ پرسکتے طاری ہو جائے گا کہ یہ لوگ کسی سے بھی کسی طرح کا چندہ نہیں لیتے، جیسا کہ مولانا محمد یوسف صاحب کے سوانح نگار نے اپنی کتاب میں اس سلسلے کے متعدد واقعات نقل کیے ہیں۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

پہلا واقعہ مرکز کے اخراجات کے سلسلے میں کتاب کا مصنف لکھتا ہے:

”مولانا کے ابتدائی دور ہی کا واقعہ ہے کہ مرکز حضرت نظام الدین کے آنے جانے والوں اور مدرسہ کے لیے جو لنگر جاری تھا اور اب بھی جاری ہے اس سلسلے میں قرض کی رقم بہت دنوں تک ادا نہ ہو سکی۔ جس دکان سے سامان آتا تھا اس کے مالک نے تقاضا کیا۔ اس قرض کی ادائیگی نیز مستقل انتظام کے لیے دہلی کے چند با توفیق اور مولانا سے تعلق رکھنے والے دوستوں نے بلا مولانا کے علم میں لائے پچیس ہزار کی رقم اس کے پاس جمع کر دی اور آپس میں طے کیا کہ مولانا کے علم میں یہ بات بالکل نہ لائی جائے اور یہ رقم مرکز کے انتظام میں خرچ کی جائے۔“ سوانح مولانا محمد یوسف ص ۶۶۱

اس کے بعد لکھتا ہے کہ مولانا کو اس واقعہ کا علم ہوا تو ان لوگوں کو بلوا کر مولانا نے ارشاد فرمایا:

”آپ لوگوں نے جو کچھ کیا نیک نیتی سے کیا لیکن میرے ساتھ یہ ایک طرح کا ظلم ہے۔ جب اس طرح کے انتظام آپ لوگ کریں گے تو اللہ کی مدد کے

قابل نہ رہیں گے۔“

بروایت مولانا منظور نعمانی واقعات کا مرتب لکھتا ہے:

”اس کے بعد مولانا نے حکم دیا کہ ہر ایک اپنی اپنی رقم لے لے۔ چنانچہ

ایسا ہی کیا گیا۔“۔ کتاب مذکور ص ۶۶۲

دوسرا واقعہ کرنل اقبال نامی کسی شخص نے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ مرکز کے مدرسہ پر وقف کیا جس کی اجازت لینے کے لیے مرکز نظام الدین میں آکر اس نے دفتر کے منشی سے ملاقات کی اور اس کا اظہار کیا۔ اب اس کے بعد کا واقعہ خود سوانح نگار کی زبانی سنئے۔ لکھتا ہے:

”اسی اثناء میں مولانا محمد یوسف بھی آگئے اور پوچھا کیا کر رہے ہو، حقیقت حال

بتائی گئی تو بہت ہی زیادہ ناراض ہو گئے اور واضح الفاظ میں فرمایا: ”مجھے اپنے

یاد مدرسہ کے لیے کوئی جائیداد نہ چاہیے۔“۔ سوانح مولانا محمد یوسف ص ۶۶۲۔

لکھتے ہیں کہ مولانا محمد یوسف صاحب کی تصنیف ”حیاۃ الصحابہ“ کی طباعت تیسرا واقعہ کے اخراجات کے لیے حیدرآباد اور بمبئی کے چند متمول احباب نے مبلغ دس ہزار روپے کی خطیر رقم جمع کی اور چاہتے تھے کہ بالابالاً طباعت کے سارے مراحل طے ہو جائیں۔

اب اس کے بعد کا واقعہ خود سوانح نگار کی زبانی سنئے، لکھتا ہے:

”لیکن مولانا کو اس کی اطلاع کسی نہ کسی طرح ہو گئی تو آپ نے ساری رقم

واپس کرادی اور کاغذ و طباعت کے لیے جتنی رقم درکار تھی وہ خود ہی بھیجی۔“

۔ کتاب مذکور ص ۶۶۳۔

چوتھا واقعہ مولانا محمد یوسف کا یہی سوانح نگار لکھتا ہے:

”مولانا محمد ایسا صاحب کے انتقال کے تقریباً چار ماہ بعد ایک بڑے

تاجر جو حضرت مولانا محمد ایسا کے بڑے عقیدت مند تھے، تشریف لائے



اور مولانا کی خدمت میں ایک بڑی رقم پیش کی، مولانا نے لینے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے کہا آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد سے میرا کیا تعلق تھا وہ مجھ سے کتنی محبت فرماتے تھے لیکن مولانا نے فرمایا مجھ کو یہ رقم نہ چاہیے۔

:- سوانح مولانا محمد یوسف ص ۶۶۳ -

واضح رہے کہ انکار اور عدم قبول کے یہ واقعات کچھ اتفاقی نہیں تھے کہ انکار کا التزام انھیں کسی مخصوص حالت پر محمول کیجیے بلکہ مولانا کا دستور ہی یہ تھا کہ وہ کسی سے بھی کسی طرح کی امدادی رقم قبول نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کا سوانح نگار اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

”انھوں نے اپنی دینی تحریک (تبلیغی جماعت) اپنے مدرسہ (کاشف العلوم) اور اپنے ادارہ کے لیے کسی رقم کا قبول کرنا کسی کی مددگوارا نہیں کی۔“ - سوانح مولانا محمد یوسف ص ۶۶۰ -

ایمان و دیانت کے جذبے سے سرشار ہو کر بتائیے کہ اب یہ سوال سر یہ چڑھ کر آواز دے رہا ہے یا نہیں؛ کہ جب وہ کوئی بھی رقم اور کسی کی بھی امداد قبول نہیں کرتے تھے تو لاکھوں لاکھ روپے مصارف کا اتنا بڑا کارخانہ کیوں کر چلتا تھا اور چل رہا ہے۔ آپ کہیں گے خدا چلاتا تھا اور چلا رہا ہے۔ میں کہوں گا بات سو فیصدی درست! لیکن اس عالم اسباب میں ظاہری وسائل کی تلاش و طلب سے جب خدا کے سب سے با اختیار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انکار نہیں فرمایا اور انھوں نے بھی دین کی ضرورتوں کیلئے اپنے صحابہ کی مالی پیشکش قبول فرمائی تو ان سے بڑھ کر اب کون خدا کا بندہ مقرب ہے جس کے لیے آسمان سے ”آب زر“ کی بارش ہوگی۔ صرف خزانہ غیب سے اگر دین کا کاروبار چل سکتا ہے تو اسلام میں زکوٰۃ کا سسٹم کیوں مقرر کیا جاتا۔

اس لیے ان حالات میں لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا **تبلیغی جماعت کا دستِ غیب** کہ **تبلیغی جماعت کی اس ”بے لاگ جد و جہد“** اور ”نمائشی جذبہ ایشیا“ کے پیچھے یقیناً نجدی حکومت کا ”ریال“ اور مغربی اقوام کا

”ڈالر“ کا رفرما ہے۔ یوں بھی اول با آخر نسبتے داروہ کے اصول پر جب ابتدا میں حکومت برطانیہ کی مالی امداد تبلیغی جماعت کے شریک حال رہی ہے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ آج بھی اسی طرح کا کوئی ”دستِ غیب“ تبلیغی جماعت کے پاس موجود ہو جیسا کہ واقعات کی روشنی میں ہم پچھلے صفحات میں اس کے قریبی اسباب کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

بہر حال کننا یہ ہے کہ مولانا محمد یوسف کے متعلق ان بیانات کی تصدیق کرنے کے بعد کہ وہ کسی سے کوئی چندہ یا مالی امداد قبول نہیں کرتے تھے یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ آمدنی کا کوئی ایسا خفیہ ذریعہ جسے ظاہر نہیں کیا جاسکتا تبلیغی جماعت کے پاس ضرور موجود ہے ورنہ اس کے مرکزوں میں وسیم و زر کی یہ بہتی ہوئی نہریں کب کی سوکھ گئی ہوتیں۔

اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اب یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بیوروں کے سرمائے سے جو تحریک پر دان چڑھائی جا رہی ہے وہ اسلام کا منشا پورا کرے گی یا اپنے آقا جانِ نعمت کا۔ اس تحریک کی پشت پر نجدی حکومت کا ریال ہو یا مغربی اقوام کا ڈالر، دونوں کا منشا یہی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی تپش باقی نہ رہے۔ حسدا اس منحوس گھڑی سے ہماری زندگی کو بچانے جب ہماری رگوں کا اچھلنا ہوا خونِ ایمان کی گرمی سے محروم ہو کر سرد ہو جائے۔

اتنی تفصیل کے بعد بھی اگر تبلیغی جماعت کی ہلاکت خیز یوں کو محسوس کرنے کے لیے آپ کے ذہن کا کوئی گوشہ تاریک رہ گیا ہو تو ورق اٹھیے اور پانچویں باب کا مطالعہ کیجیے۔

## تبلیغی جماعت کے ظاہری محاسن کا جائزہ

یہاں تک تو میں نے تبلیغی جماعت کے عقائد و افکار، اغراض و مقاصد اور اس کی سرگرمیوں کے متوقع نتائج پر گفتگو کی ہے۔ اب میں انصاف و دیانت کے ساتھ تبلیغی جماعت کے ان ظاہری محاسن کا جائزہ لینا چاہتا ہوں جن کی نمائش کر کے وہ مسلمانوں میں رسوخ پیدا کرتی ہے۔

مجھے امید ہے کہ ان ظاہری محاسن کی وجہ سے جو لوگ تبلیغی جماعت پر شیفتہ ہیں انہیں حقیقت کے اُجالے میں لانے کے لیے ذیل کی چند سطریں بہت مفید ثابت ہوں گی جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے تبلیغی جماعت کے ظاہری محاسن کو دو عنوانات میں سمیٹا جاسکتا ہے:

۱۔ مسلمانوں میں دینی زندگی برپا کرنے کی جدوجہد۔

۲۔ بیرونی ممالک میں دین کی تبلیغ۔

اب ذیل میں ہر ایک کی قرار واقعی حیثیت پر تنقیدی تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

تبلیغی جماعت کے سلسلے  
مسلمانوں میں دینی زندگی برپا کرنے کی جدوجہد میں عام طور پر لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اس کے اندر فکر و اعتقاد کی نزار خرابی کے باوجود اس اچھائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنی تبلیغی جدوجہد کے ذریعہ لوگوں میں دین کے ساتھ وابستگی کا ایک والہانہ جذبہ پیدا کر رہی ہے اس لیے ہم اس کی برائیوں کو نظر انداز کر کے صرف اس کی اچھائیوں کی طرف بڑھیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

اس طرح کے خیالات کی تردید کے لیے بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے کوئی بات

کہوں، تبلیغی جماعت کے سرگرم حامی مولانا عامر عثمانی ایڈیٹر "تجلی" دیوبند کی یہ تحریر اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دینا زیادہ مفید سمجھتا ہوں موصوف لکھتے ہیں:

"عقیدہ و خیال کی ایک خرابی بھی بعض مرتبہ اتنی شدید ہوتی ہے کہ تمام اعمال خیر فاسد ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو یا صحابہ کرام کی عزت اس کے دل میں نہ ہو یا احادیث صحیحہ کو تاریخ سے زیادہ وقعت نہ دیتا ہو تو ان میں سے ہر بات بجائے خود اتنی قبیح ہے کہ اس کی قباحت حسن عمل کا پورا دفتر بھی کم نہیں کر سکتا اور جہاں یہ قباحت پائی جائے گی وہاں اگر نکوکاری کے پہاڑ بھی کھڑے ہوں تو بھی یہی کہا جائے گا کہ ان کا کوئی اعتبار نہیں۔"۔ تجلی جون ۱۹۵۸ء

غور فرمائیے! عقیدہ و خیال کی صرف ایک خرابی کا جب یہ حال ہے تو جہاں بد عقیدگی کی شقاوتوں سے دفتر کے دفتر سیاہ ہو گئے ہوں وہاں نکوکاری کی نمائش کیا کام آسکتی ہے۔ تبلیغی جماعت کے باطل عقائد و خیالات کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ زحمت نہ ہو تو ورق الٹ کر پڑھ لیجیے۔

اب اسی طرح کے حالات سے مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی متعلق تبلیغی جماعت کے پر بھتا نوی صاحب کا کفر کا فتوے "سرچشمہ ہدایات" مولانا تھانوی صاحب کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیے، جس کی بابت مولانا عبد الماجد دریابادی نے اپنی کتاب "حکیم الامتہ" میں مولانا امین احسن اصلاحی کا ایک خط نقل کیا ہے۔ یہ خط اس دور کا ہے جبکہ مولانا اصلاحی مدرسہ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڑھ کے منتظم تھے۔ موصوف کے خط کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے:

"مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لیے مدرسہ الاصلاح مدرسہ کفر و زندقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے (تبلیغی) جلسوں،

میں شرکت کریں وہ بھی لمحہ و بے دین ہیں۔۔۔ حکیم الامتہ ص ۴۷۵۔

اصلاحی صاحب کا یہ خط موصول ہونے کے بعد مولانا عبد الماجد دریابادی نے ایک مفصل خط تھانوی صاحب کو لکھا جس میں انہوں نے مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے ان کی عبادت اور ریاضت اور نماز تہجد وغیرہ کا ذکر کر کے ان کے ایمان و تقویٰ کا اظہار کیا تھا۔

تھانوی صاحب نے ان کے خط کا جواب یہ دیا:

’یہ سب اعمال و احوال ہیں۔ عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال و احوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت احوال و اعمال جمع ہو سکتا ہے۔۔۔ حکیم الامتہ ص ۴۷۶۔

اب لگے ہاتھوں تھانوی صاحب کا ایک بیان اور پڑھ لیجیے۔ فرماتے ہیں:

’بدین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔‘

اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے اس لیے بے دینوں کی

صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔۔۔ کمالات اشرفیہ ص ۵۵۔

اب اس مقام پر میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ تبلیغی

فصلے کی کسوٹی جماعت کی بد عقیدگی اور بے دینی کے جو واضح ثبوت میں نے خود ان کی

کتابوں سے پچھلے صفحات میں فراہم کیے ہیں یا تو انکار کر دیا جائے کہ وہ کتابیں ان کی نہیں ہیں

یا میں نے جھوٹے الزامات لگائے ہوں تو ثابت کر دیا جائے کہ میرے حوالے غلط ہیں اور

اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہو پاتی تو سن لیا جائے کہ نماز و تقویٰ

کی لالچ میں اصل دین ہی سے ہاتھ دھو بیٹھنا دین واری نہیں، بلکہ دین داری کے نام پر

دین سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔۔۔ صلاحیتوں کی تخریب، محنتوں کا اسراف اور

وقت کی بربادی ہے۔

اور پھر تھانوی صاحب کے نزدیک جب بد عقیدہ لوگوں کا قائم کیا ہوا مدرسہ،

پیرسٹہ کفر و زندقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اس مدرسہ کے تبلیغی جلسہ میں شرکت کریں وہ بھی



محدوبے دین ہیں تو تبلیغی جماعت، جو گزشتہ حوالوں کی روشنی میں خود بھی اسی طرح کے الزامات کی زد میں ہے، اس کے ساتھ کسی طرح کی وابستگی کیونکر کسی دینی منفعت کا ذریعہ بن سکے گی۔ اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ تبلیغی جماعت کے متعلق خوب و ناخوب کا فیصلہ کرتے وقت دیکھنے کی چیز یہ نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں میں دینی زندگی برپا کرنے کی جدوجہد کیا کرتی ہے؛ دراصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ وہ بے دین اور بد عقیدہ تو نہیں ہے۔ کیونکہ بقول تھانوی صاحب کے بد دین اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اب جہاں تک تبلیغی جماعت کی بد دینی کا سوال ہے تو گزشتہ اوراق میں اس کی تفصیل سپرد قلم کی جا چکی ہے۔

مقدمہ کی ایک نظیر اس سلسلے میں ذہن و فکر کی بساط اُلٹ دینے والی ایک ناقابل تردید شہادت اور ملاحظہ فرمائیے:

غالباً آپ اس سے بے خبر نہ ہوں گے کہ ہندو پاک میں دین کی منظم تحریک کے نام سے تبلیغی جماعت کے علاوہ بھی ایک جماعت ہے جس کا نام "جماعت اسلامی" ہے۔ یہ جماعت بھی اپنے نعروں، اپنے تبلیغی اور اصلاحی اقدامات، اپنی پرسوز جدوجہد اور اپنے ظاہری پیکل کے اعتبار سے بڑی پرکشش، بچد خوشنما اور انتہائی دل فریب جماعت ہے جیسا کہ اس کا اعتراف خود تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنماؤں نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند جماعت اسلامی کے متعلق اپنے تاثرات کا ان لفظوں میں اظہار فرماتے ہیں:

"میں نے اس تحریک کے لٹریچر کا بنیادی حصہ اور بعض ٹریکٹ اور پمفلٹ بالا دستیاب دیکھے۔ جہاں تک نفس تحریک حکومت الہی اور اس کے نصب العین کا تعلق ہے مجھے اس میں کوئی چیز خلاف شریعت محسوس نہیں ہوئی بلکہ تعمیری رنگ میں یہ ایک اچھی اور مفید تحریک ہے۔"۔ کلام طیب ص ۹۳ شائع کردہ دیوبند۔

اب انہی قاری طیب صاحب کے ولی عہد مولوی محمد سالم صاحب کی یہ تحریروں پڑھیے اور ذہن کی تختی پر نوٹ کرتے جائیے؛

”کتنا خوش آئند ہے وہ عنوان جس کو جماعت اسلامی نے اپنے نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا ہے یعنی دعوت ایمان باللہ، نفاق و تناقض سے حیات مومن کو پاک کرنا اور زمام اقتدار کو فساق و فجار سے لے کر مومنین صالحین کے ہاتھوں میں دے دینا۔“۔ حقیقت معراج ص ۵ شائع کردہ دیوبند۔

آخر میں دارالعلوم دیوبند کے ایک مدرس کا یہ قصیدہ منقبت اور ملاحظہ فرمائیے۔

لکھتے ہیں:

”اس جماعت کے نصب العین کا عنوان نہایت پاکیزہ ہے یعنی حکومت الہیہ کا قیام اور آخرت میں رضائے الہی کا حصول ظاہر ہے کہ اس مبارک مقصد سے کسی ادنیٰ درجے کے مسلمان کو بھی اختلاف کا موقع نہیں اور ہم حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب کو یہ سعادت عطا فرمائے۔“۔ ۱۔ تنبیہات ص ۲۔

غور فرمائیے! مذکورہ بالا بیانات ہیں عینی فراخ دلی کے ساتھ جماعت اسلامی کے لٹریچر، نصب العین اور مقاصد کی خوبیوں، ضرورتوں اور منفعتوں کا اعتراف کیا گیا ہے اس نے تبلیغی جماعت کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔ بلکہ بزعم خود اس راہ میں جماعت اسلامی آنا آگے نکل گئی ہے کہ وہ تبلیغی جماعت کو بھی ناقص اور غیر تشفی بخش سمجھتی ہے جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے یہی مدرس صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”جماعت تبلیغ جس کو حضرت مولانا ایاس رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمایا تھا وہ بھی علامہ مودودی کی نظر میں خدمت تبلیغ کے اعتبار سے قابل اطمینان نہیں ہے۔ چنانچہ روادا اجتماع سوم ص ۱۱ پر تجویز ۱ میں علامہ مودودی سے یہ درخواست کی گئی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

”عوام میں کام کرنے کے لیے مولانا محمد ایاس صاحب مرحوم کے طریقہ تبلیغ کو اختیار کیا جائے۔“ اس تجویز کے بارے میں حسب ذیل الفاظ قابل ذکر ہیں۔ فرماتے ہیں: میں نے جس حد تک ان کے طرز تبلیغ سے واقفیت ہو پہنچانی ہے اس پر مطمئن نہیں ہوں۔“۔ ۱۔ تنبیہات ص ۱۲ مطبوعہ دیوبند۔

لیکن یہ معلوم کر کے آپ حیران رہ جائیں گے کہ اتنی عظیم خوبیوں اور دینی منفعوں کے اعتراف کے باوجود جماعت اسلامی کے متعلق علمائے دیوبند، سہارنپور، جمعیتہ العلماء اور تبلیغی جماعت کا متفقہ فیصلہ یہ ہے:

”مودودی تحریک جو جماعت اسلامی کے نام سے ہند اور پاکستان میں چلائی جا رہی ہے دیوبند، سہارنپور، دہلی، پھلواری شریف، خانقاہ امدادیہ (تھانہ بھون) اعظم گڑھ، بکھنؤ، جونپور، مٹوا، خانقاہ رحمانیہ (مونگیر)، سورت، ڈوا بھیل، بمبئی، کانپور، مدراس، دائرہ شاہ اجمل آباد وغیرہ کے مفتی صاحبان اور معمر علماء کی اکثریت اس جماعت کو مسلمانوں کے لیے مضر سمجھتی ہے۔“

اور جمعیتہ علماء، تبلیغی جماعت، احرار، مسلم لیگ اور اہلحدیث جماعتی حیثیت سے تحریک کے اندر مذہبی اور سیاسی گمراہیاں پا کر مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہیں کہ مسلمان اس جماعت سے کنارہ کش رہیں۔ دین کی سلامتی اسی میں ہے۔  
- حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۰۷ -

خود ہی اپنا فیصلہ تبلیغی جماعت کے اندر بھی موجود ہوں تو مسلمانوں کو یہ مشورہ دینا حق بجانب ہو گا یا نہیں کہ وہ اس جماعت سے کنارہ کش رہیں دین کی سلامتی اسی میں ہے۔ اب جہاں تک تبلیغی جماعت کے اندر مذہبی گمراہیوں کے موجود ہونے کا سوال ہے تو پچھلے اوراق میں ان کی واضح طور پر نشان دہی کر دی گئی ہے۔ میری نشان دہی سے اگر کسی کو اختلاف ہو تو وہ بجا طور پر مجھے چیلنج کر سکتا ہے لیکن میری نشان دہی کی صحت واضح ہو جانے کے بعد حق و انصاف کے مطالبے سے راہ گریز اختیار کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ روش قطعاً مقبول نہ ہوگی کہ ایک ہی کیس کا فیصلہ کسی جماعت کے حق میں صرف اس لیے بدل دیا جائے کہ اس کا نام ”جماعت اسلامی“ نہیں، ”تبلیغی جماعت“ ہے۔

اور پھر مذکورہ بالا حوالہ کے مطابق جب خود تبلیغی جماعت بھی جماعت اسلامی کو ہلک اور گمراہ کن قرار دینے والے فیصلے میں شریک ہے تو تبلیغی جماعت کے رہنماؤں کو

کم از کم اپنے فیصلے کی یہ بنیاد تو تسلیم کرنا ہی ہوگی کہ جن وجوہات کے تحت انہوں نے جماعت اسلامی کے خلاف مذکورہ بالا فیصلہ دیا ہے۔ انہی وجوہات کے تحت خود ان کا فیصلہ ان کی طرف بھی ٹوٹا جاسکتا ہے۔

کیونکہ نہ جماعت اسلامی کے بارے میں آسمان سے اسلام دشمنی اور کج روی کی کوئی آیت اتری تھی اور نہ تبلیغی جماعت کے حق میں سلامت روی اور اسلام دوستی کی کوئی سورت نازل ہوئی ہے۔ دونوں ہی حق کی عدالت میں ایک ہی درجہ کے ملزم ہیں۔ انصاف کی تلوار کسی کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں کرے گی۔ مگر یہی اور بد عقیدگی جہاں بھی پائی جائے گی۔ ایک سچے مسلمان کے لیے وہاں سے رہنا ضروری ہوگا۔ متوقع نفع کے مقابلے میں اپنے آپ کو ضرر موجود کے خطرے سے بچالینا شریعت اور عقل دونوں کا تقاضا ہے۔ جماعت اسلامی کی طرح تبلیغی جماعت میں بھی کچھ خوبیاں ہو سکتی ہیں لیکن جس طرح خوبیوں کے باوجود جماعت اسلامی سے کنارہ کش رہنے کا مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا ہے اسی طرح خوبیوں کے باوجود تبلیغی جماعت سے بھی الگ رہنے کا مسلمانوں کو مشورہ دیا جائے گا اور یہ فیصلہ عین شریعت و عقل کے مطابق ہوگا۔

تبلیغی جماعت کے متعلق لوگوں کی ایک عام خوش فہمی یہ ہے

**ایک اور غلط فہمی کا ازالہ** کہ وہ دین کی راہ میں جذبہ اخلاص و ایثار کا ایسا بے لاگ مظاہرہ کرتی ہے کہ اس کے نیک مقاصد اور دینی بہبود کی لگن پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں کہتا ہوں اول تو یہ نمائش ہے جسے غلطی سے حقیقت سمجھ لیا گیا ہے۔ دوسرے اگر یہ صحیح بھی ہو جب بھی جذبہ ایثار و اخلاص بذات خود کوئی مستحسن جذبہ نہیں ہے بلکہ اس میں حسن پیدا ہوتا ہے متعلقات کی وجہ سے۔ اس سلسلے میں دیکھنے کی چیز دراصل یہ ہے کہ جن مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے جذبہ ایثار و اخلاص کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے خود وہ مقاصد کیسے ہیں؟ اگر مقاصد مفید، نفع بخش اور ایمان افروز ہیں تو جذبہ ایثار و اخلاص کے قابل قدر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

ورنہ مقاصد کی قید اگر درمیان سے ٹا دی جائے اور مجرد جذبہ اخلاص و ایثار ہی کسی کے ساتھ ہو جانے کے لیے کافی ہو تو دنیا پر ان اوصاف کی حامل ایسی جماعتیں بھی نکل آئیں گی

جن سے خود تبلیغی جماعت بھی علیحدہ رہنے کی تلقین کرتی ہے۔

مثال کے طور پر عیسائی مشنری، جن سنگھی اور اشتر کی تحریکوں کو لے لیجئے ہزار اختلاف کے باوجود اپنے مقاصد کے لیے ان کی پُرسوز جدوجہد اور بے پایاں مشقت و ایثار پسندی سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس سلسلے میں خود ہمارا اپنا احساس یہ ہے کہ اپنے مقاصد سے قریب کرنے والے ان کے یہ سارے اوصاف خود ان کے تئیں قابلِ قدر ہوں تو ہوں، لیکن ہمارے نزدیک تو وہی ہماری ہلاکتوں کے سب سے قریبی اسباب ہیں۔

اور دور کیوں جائیے! یہی جماعت اسلامی جس کے ساتھ کسی طرح کی وابستگی کو خود تبلیغی جماعت کے لوگ بھی حرام قرار دیتے ہیں۔ اس کے ممبران اپنی تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے جس جذبہٴ ایثار و خلوص سے کام لیتے ہیں اس دور میں اس کی مثال مشکل ہی سے کہیں ملے گی۔ لیکن اس کے باوجود اس سے کنارہ کش رہنے کا فیصلہ اپنی جگہ پر ہے اور وہ اس لیے کہ اپنے قرار واقعی مقاصد اور اپنی سرگرمیوں کے نتائج کے اعتبار سے وہ مسلمانوں کے لیے نہایت مہلک اور گمراہ کن جماعت ہے۔

میں کہتا ہوں یہ کسوٹی صرف جماعت اسلامی ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ تبلیغی جماعت کو بھی اگر اسی کسوٹی پر جانچا جائے تو وہ بھی اپنے قرار واقعی مقاصد اور اپنی سرگرمیوں کے نتائج کے اعتبار سے ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ وابستہ رہ کر کوئی اپنے آپ کو دینی مضر توں سے بچا سکے۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کے متوقع نتائج پر میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں اور یہ بھی واضح کر چکا ہوں کہ وہ کلمہ اور نماز کے پردے میں صرف ہمارا مذہب تبدیل کرنے اٹھی ہے۔ اس کے سوا اور اس کا کوئی دینی مقصد نہیں ہے۔

لہذا اپنے مقصد کے حصول کے لیے اس کا جذبہٴ اخلاص و ایثار کسی اور کے لیے قابلِ تحسین ہو سکتا ہے پر ہمارے لیے تو وہ ہمارے "مذہبی قتل" کا بہترین ہتھیار ہے۔ تاریخ میں اپنے قاتل کے جذبہٴ اخلاص کا اگر کوئی شکر گزار ہوا ہے تو آپ بھی تبلیغی جماعت کی "پر خلوص ہلاکت خیزوں" کا شکر یہ ادا کیجیے کہ اس طرح کے بے لوث اور سراپا اخلاص قاتل بھی آج کہاں ملتے ہیں؟



تبلغی جماعت کا یہ جادو بھی اکثر لوگوں کو مسمو  
 بیرونی ممالک میں دین کی تبلیغ کیے ہوئے ہے کہ اس کی تبلیغی جدوجہد کا  
 سلسلہ یورپ، ایشیا، افریقہ اور دنیا کے دور دراز خطوں تک پھیل گیا ہے۔ میں کہوں گا  
 یہ بھی تبلیغی جماعت کا ایسا دلفریب پروپگنڈہ ہے جس کی تم میں اترنے کے بعد حیرانی کے سوا  
 اور کچھ نہیں ہاتھ آتا۔

آپ اس پروپگنڈے کا حال معلوم کرنا چاہتے ہوں تو ہندو پاک کے ان تاحسروں پر  
 گہری نظر ڈالیے جو تبلیغی جماعت میں پیش پیش ہیں۔ ان میں اکثر و بیشتر ایسے لوگ آپ کو ملیں گے  
 جو بیرونی دنیا سے درآمد و برآمد کا کاروبار کرتے ہیں۔ تبلیغ کے نام پر سفر کر کے اپنے تجارتی وسائل  
 کے لیے نئے میدانوں کی تلاش ان کا ایک ایسا تجارتی راز ہے جس پر انہوں نے دین کا غلاف  
 چڑھا دیا ہے اور بالفرض تھوڑی دیر کے لیے ہم مان بھی لیں کہ یہ امر واقعہ ہے تو تبلیغی جماعت  
 کے حامیوں سے ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اگر بیرونی ممالک میں تبلیغی جدوجہد ہی کسی  
 جماعت کی حمایت کے لیے کافی ہے تو اس اعزاز کی سب سے زیادہ مستحق قادیانی جماعت  
 ہے جس کے تبلیغی مراکز بہت پہلے ان ممالک میں قائم ہو چکے ہیں جہاں آج یہ داخل ہونے  
 کی کوشش کر رہے ہیں جیسا کہ دیوبندی گروہ کے مشہور اہل قلم مولانا عبدالماجد دریابادی  
 مدیر "صدق حدید" لکھنؤ قادیانی جماعت کے ایک کتابچہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"احمدیہ جماعت قادیان اپنے رنگ میں جو خدمت تبلیغ اسلام کے سلسلے  
 میں کر رہی ہے۔ یہ رسالہ اس کا پورا مرقع ہے۔ جماعت کے مشن یورپ،  
 امریکہ، مغربی افریقہ، مارشس، انڈونیشیا، نائیجیریا اور ہندوستان و پاکستان  
 کے خدا معلوم کتنے مختلف مقامات میں قائم ہیں۔"

ان سب کی فہرست اور ان کی کارگزاریاں، ان سے تبلیغی لٹریچر کی  
 اشاعت انگریزی، فرنچ، جرمن، اسپینی، فارسی، برمی، ملایا، تامل، بیلالم،  
 مرہٹی، گجراتی، ہندی اردو زبان میں اور ان کی مسجدوں اور ان کے اخبارات  
 و رسائل کی فہرست اور اسی قسم کی دوسری تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر ان صفحات

میں نظر آجائے گا۔۔۔ صدق حبید،۔۔۔ جون ۱۹۵۷ء بحوالہ تبلیغ اسلام قادیان۔  
اب اسی سلسلے میں قادیانی جماعت کے ادارہ دعوت و تبلیغ سے شائع ہونے والی  
ایک کتاب کی یہ عبارتیں پڑھیے۔ ان سے بیرونی ممالک میں قادیانی جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں  
کا صحیح اندازہ لگ سکے گا:

”ایک انگریز لیفلٹنٹ اپنی زندگی وقف کر کے اس وقت تبلیغ کے  
طور پر انگلستان میں کام کر رہا ہے۔ باقاعدہ نمازی ہے۔ شراب وغیرہ کے  
قریب نہیں جاتا۔ خود محنت مزدوری سے پیسے کما کر ٹریکٹ وغیرہ شائع کرتا ہے  
یا جلے کرتا ہے۔

اسی طرح جرمنی کے ایک شخص نے زندگی وقف کی ہے وہ بھی فوجی  
افسر ہے بڑی جدوجہد سے وہ جرمنی سے نکلنے میں کامیاب ہوا ہے۔ ابھی اطلاع  
آئی ہے کہ وہ سوئٹزر لینڈ پہنچ گیا ہے اور وہاں ویزا کا انتظار کر رہا ہے۔ یہ  
نوجوان اسلام کی خدمت کا بے انتہا جوش اپنے دل میں رکھتا ہے۔

جرمنی کا ایک اور نوجوان مصنف اور اس کی تعلیم یافتہ بیوی زندگی وقف  
کرنے کا ارادہ ظاہر کر رہے ہیں اور شاید عنقریب ہی وہ اس فیصلے پر پہنچ کر پاکستان  
تعلیم اسلام کے لیے آجائیں گے۔ اسی طرح ہالینڈ کا ایک جوان اسلام کے لیے  
اپنی زندگی وقف کرنے کا ارادہ کر چکا ہے اور غالباً جلد ہی کسی نہ کسی ملک میں  
تبلیغ اسلام کے کام پر لگ جائے گا۔۔۔ پیغام احمدیت ص ۳۰۔

بیرونی ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کی یہ تفصیلات متعدد بار پڑھیے اور سچے دل سے بتائیے  
کہ کیا اس عالمگیر جدوجہد کے باوجود آپ اس تبلیغی تحریک سے کسی طرح کی ہمدردی رکھتے ہیں  
اور کیا اس میں شامل ہونے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر سکتے ہیں؛ آپ کہیں گے کہ قادیانی  
جماعت کے لوگ چونکہ خلافت اسلام عقیدہ رکھتے ہیں وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ وہ  
قرآن و حدیث کو نہیں مانتے اس لیے ایک سچے مسلمان کے لیے ان کی تحریک میں شامل  
ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ میں کہوں گا یہ آپ کہتے ہیں لیکن جہاں تک ان کا اپنے

متعلق دعوتی ہے ، وہ یہ ہے :

” ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب اور جنت حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں فرمایا اور جو کچھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان لائیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اسی پر میں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لائیں اور صوم و صلوة اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کار بند ہو۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقاد ہی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔“ - ایام الصلح ص ۸۶-۸۷

یہاں تک تو عام عقائد اسلام کے متعلق ان کا بیان تھا اب خاص مسئلہ ختم نبوت پر

ان کی تحریر پڑھیے۔ لکھتے ہیں :

” بعض لوگ یہ خیال بھی کرتے ہیں کہ احمدی ختم نبوت کے قائل نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ محض دھوکے اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جب احمدی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ شہادت پر یقین رکھتے ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانیں۔ قرآن کریم میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رَّبِّ جَالِكُمْ وَ لَئِن  
 تَرَ سُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝ (احزاب ۶) محمد رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی جوان مرد کے باپ نہ ہیں نہ آئندہ ہوں گے۔ لیکن  
 اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

قرآن کریم پر ایمان رکھنے والا آدمی اس آیت کا انکار کس طرح کر سکتا ہے۔  
 پس احمادیوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ خاتم النبیین  
 نہیں تھے۔ جو کچھ احمدی کہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو اس  
 وقت مسلمانوں میں رائج ہیں نہ تو قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت پر چسپاں ہوتے ہیں  
 اور نہ ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شان اُس طرح ظاہر ہوتی ہے  
 جس عزت اور شان کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔۔۔ پیغام احمدیت ص ۱۱۱

ختم نبوت کے انکار پر تبلیغی جماعت اب ہیں وہ بحث شروع کرتا ہوں جسے پڑھنے  
 کے بعد ویر تک آپ سکتے کی حالت میں اور قادیانی جماعت کا اتفاق رہیں گے۔ مذکورہ بالا قادیانی عبارت سے  
 یہ بات اچھی طرح صاف ہو گئی کہ وہ سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار  
 نہیں کرتے بلکہ خاتم النبیین کے اس معنی کا انکار کرتے ہیں جو عام مسلمانوں میں رائج ہیں اور  
 اسی انکار پر انہیں ختم نبوت کا منکر کہا جاتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ خاتم النبیین کا وہ کون سا معنی ہے جو عام مسلمانوں میں رائج ہے اور  
 سب سے پہلے اس معنی کا انکار کس نے کیا ہے۔ تو اس سلسلے میں پھر قادیانی کتاب کی  
 ایک عبارت پڑھیے، لکھتے ہیں:

”تمام مسلمان فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
 علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ قرآن مجید کی نص وَ لَئِن تَرَ سُوْلَ اللّٰهِ وَ  
 خَاتَمَ النَّبِيِّينَ میں آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے نیز اس امر پر بھی  
 تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ خاتم النبیین

بطور مدح و فضیلت ذکر ہوا ہے۔

اب سوال صرف یہ ہے کہ لفظ "خاتم النبیین" کے کیا معنی ہیں؟ یقیناً اس کے معنی ایسے ہی ہونے چاہئیں جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور مدح ثابت ہو۔

اسی بنا پر حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے عوام کے معنوں کو نا درست قرار دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب ہیں "آخری نبی" ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم اور تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ تَرٰ سُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّۦنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟۔ رسالہ تحذیر الناس ص ۲۔

(رسالہ خاتم النبیین کے بہترین معنی اس ۴ شائع کردہ قادیان)

"قادیانی کتاب کی مذکورہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی صراحت کے مطابق "خاتم النبیین" کے لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "آخری نبی" سمجھنا معاذ اللہ یہ نا سمجھوں کا خیال ہے۔ مسجد دار لوگ خاتم النبیین کے لفظ سے حضور کو "آخری نبی" نہیں مانتے۔ انہی مسجد داروں میں ایک مسجد دار مولانا نانوتوی بھی ہیں۔

۲۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس معنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے یعنی حضور کے آخری نبی ہونے کا سب سے پہلے مولانا نانوتوی نے کیا ہے۔ کیونکہ قادیانی جماعت کے لوگ اس سلسلے میں نانوتوی صاحب ہی کو اپنا امام مانتے ہیں۔ اگر انہوں نے انکار میں پہل کیا ہوتا تو وہ نانوتوی صاحب کی پیروی کا دعویٰ ہرگز نہ کرتے جیسا کہ ایک قادیانی مصنف نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنی کتاب میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:



”جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے معنوں اور تشریح میں اسی مسک

پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے

حوالہ جات سے ذکر کیا ہے۔۔۔ افادات قاسمیہ ص ۱۶۔

۳۔ اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خاتم النبیین یعنی آخری نبی کے انکار کے سلسلے میں مرزا

قادیانی اور نانوتوی صاحب، دونوں کے انداز فکر اور طرز استدلال میں پوری پوری

یکسانیت ہے۔ وہاں بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان

کا سہارا لیا گیا ہے اور یہاں بھی مقام مدح کہہ کر حضور ہی کو عظمت و برتری کو بنیاد

بنایا جا رہا ہے۔ وہاں بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنی اعمام میں رائج ہے اور یہاں بھی کہہ

رہے ہیں کہ یہ معنی اعمام کے خیال میں ہے۔

اسی عظیم مطابقتوں کے بعد اب کون کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلے میں دونوں کا

نقطہ نظر الگ الگ ہے۔ دنیا سے انصاف اگر نصحت ہو گیا ہے تو اب اس سے انکار کی گنجائش

نہیں ہے کہ قادیان اور دیوبند دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ دونوں ایک ہی

منزل کے دو مسافر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ کوئی پہنچ گیا ہے اور کوئی رہنڈ رہیں ہے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنے کی وجہ سے اگر قادیانی

جماعت کو منکر ختم نبوت کہنا امر واقعہ ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسی انکار کی بنیاد پر تبلیغی جماعت

(دیوبندی جماعت) کو بھی منکر ختم نبوت نہ قرار دیا جائے۔

آپ کہیں گے قادیانی جماعت کے لوگ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نیا

نبی مانتے ہیں اس لیے انہیں منکر ختم نبوت کہا جاتا ہے۔ میں کہوں گا یہی عقیدہ تو تبلیغی جماعت کا

بھی ہے جیسا کہ ان کی کتاب ”تخذیر الناس“ میں لکھا ہوا ہے:

”اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔۔۔ ص ۱۲

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی قیامت

محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔۔۔ ص ۲۸

غور فرمائیے! جب تبلیغی جماعت کے یہاں بھی بغیر کسی شرعی قباحت کے حضور کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو قادیانی جماعت کا اس سے زیادہ کیا تصور ہے کہ جو چیز تبلیغی جماعت کے نزدیک ممکن تھی اُسے انہوں نے واقع بنا لیا۔ اصل کفر تو نئے نبی کے امکان کے عقیدے سے وابستہ تھا جب معاذ اللہ وہی کفر نہ رہا تو اب کسی نئے مدعی نبوت کو باز رکھنے کا ہمارے پاس کیا ذریعہ رہا۔ اس لیے بنیادی سوال کے لحاظ سے تبلیغی جماعت اور قادیانی جماعت کے درمیان کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ میری اس رائے سے اگر تبلیغی جماعت کے لوگوں کو اختلاف ہو تو میں ان سے مطالبہ کروں گا کہ وہ کھلے بندوں یہ اعلان کر دیں کہ تحذیر الناس ان کی کتاب نہیں ہے یا اس میں حضور کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال کہہ کر جو نا درست بنا یا گیا ہے وہ اس نئے عقیدہ سے متفق نہیں ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو اسلامی دنیا کا جو الزام قادیانی جماعت پر ہے وہی الزام تبلیغی جماعت پر بھی ثابت ماننا پڑے گا۔

ان ساری بحثوں سے میرا مدعا یہ ہے کہ ختم نبوت کے انکار کی بنیاد پر اگر قادیانی جماعت کی تبلیغی تحریک ایک سچے مسلمان کے لیے قابل قبول نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسی بنیاد پر تبلیغی جماعت کو بھی ایک سچے مسلمان کے لیے ناقابل قبول نہ قرار دیا جائے۔ ویسے جہاں تک کہنے کا سوال ہے تو قادیانی جماعت کے لوگ بھی کہنے کی حد تک اسلام ہی کا نام لیتے ہیں لیکن جہاں تک کرنے کا سوال ہے تو اس کی شکایت صرف قادیانی جماعت ہی سے نہیں تبلیغی جماعت سے بھی ہے۔ وہ لوگ بھی اسلام کا نام لے کر کفر کی تبلیغ کرتے ہیں۔ یہ بھی دین کا ڈنکا پیٹ کر بے دین بنانے کی مہم چلاتی ہے۔ عقیدہ حق کی سلامتی کو خطرہ دونوں سے ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد بھی اگر تبلیغی جماعت کی ہلاکت خیز یوں کو محسوس کرنے کے لیے ذہن کا کوئی گوشہ تاریک رہ گیا ہو تو ورق اُٹھیے اور چھٹے باب کا مطالعہ کیجیے۔

## ایک فہمی خلیجان کا علاج

تبلیغی جماعت کی نسبت جتنی باتیں میں نے پچھلے اوراق میں بیان کی ہیں آپ جب واقعات کے ساتھ ان کی مطابقت کرنا چاہیں گے تو آپ کو سخت حیرانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ کہیں گے کہ تبلیغی اجتماعات کے موقع پر ان کی جو تقریریں سننے میں آتی ہیں ان میں تو اسلام کی صرف موٹی موٹی اور اصلاحی قسم کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ مذہبی اختلافات اور اعتقادی مسائل پر وہ اپنے اجتماعات میں اظہار خیال ہی کہاں کرتے ہیں کہ ان پر کسی کا مذہب تبدیل کرنے کا الزام عائد کیا جائے۔

میں عرض کروں گا یہ تبلیغی جماعت کی پالیسی ہے اس کا مقصد نہیں ہے۔ پالیسی اور مقصد میں فرق نہ کرنے کے بعد صرف تبلیغی جماعت ہی سے نہیں، دنیا کی بہت ساری جماعتوں سے دھوکہ کھایا جاسکتا ہے۔ مہلک سے مہلک اور گمراہ سے گمراہ جماعت بھی کبھی یہ کہتے ہوئے سامنے نہیں آتی کہ وہ لوگوں کا مذہب و اعتقاد بدلنے اٹھی ہے۔

دعوت کے الفاظ ہمیشہ دلکش، ہمہ گیر اور بے غبار ہوتے ہیں۔ حکمران شکار اسٹیج پر نہیں ہوتا اپنے بنائے ہوئے ذہنی ماحول میں ہوا کرتا ہے۔ اسٹیج پر تو عقل و ذہانت کی ساری صلاحیتیں اس بات پر صرف کی جاتی ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، زیادہ سے زیادہ اجنبی لوگوں کو اپنے قریب لایا جائے۔

یہاں پہنچ کر آپ بر ملا ہم سے سوال کریں گے کہ اپنی پالیسی سے ہٹ کر بھی تبلیغی جماعت کا اگر کوئی مقصد ہے تو واضح طور پر بتا دیا جائے کہ وہ کیا ہے اور اسے حاصل کرنے کے لیے وہ لوگ کون سا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ میں سفارش کروں گا کہ آپ اپنے اس معقول سوال کے لیے ذیل کے مباحث کا جذبہ انصاف کے ساتھ مطالعہ فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ پسند

صفحات سے گزرنے کے بعد اندر سے خود آپ کا ضمیر چیخ اُٹھے گا کہ جس حقیقت کی میں نشاندہی کر رہا ہوں وہ غلط نہیں بلکہ عین واقعہ ہے۔

## ذہن تبدیل کرنے کے چند عجیب و غریب طریقے

**تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کا سب سے گہرا راز** جس پر ہنوز پردہ پڑا ہوا ہے **تبلیغی گشت** یہی ہے کہ اس کے مبلغین عام اجتماعات میں کسی رُخ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ وہ عام مسلمانوں کا مذہب و اعتقاد بدلنے اُٹھے ہیں۔

لیکن سچ پوچھیے تو ان کے شمار کا اصل میدان وہ تبلیغی گشت ہے جس میں وہ اپنے ہمراہ سادہ لوح مسلمانوں کو گاؤں گاؤں اور شہر شہر پھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے مبلغین ہر جگہ اپنی تقریروں میں اس بات پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ گشت میں نکلیں۔ "چلت پھرت" تبلیغی جماعت کی ایک خاص اصطلاح ہے اور یہ اتنی اہم ہے کہ جس اجتماع سے چلت پھرت کے لیے لوگ دستیاب نہیں ہوتے اُسے وہ کامیاب اجتماع ہی نہیں سمجھتے۔

تبلیغی گشت یا چلت پھرت کو وہ اس لیے بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں کہ سفر کی حالت میں آدمی اپنی دنیا سے یک لخت کٹ جاتا ہے اور انھی لوگوں پر بھروسہ کرتا ہے جو اس کے ساتھ شریک سفر رہتے ہیں۔ کسی کوشیشے میں اتارنے کے لیے تنہائی اور فرصت کے لمحات کا اس سے بہتر اور کوئی زمانہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ تبلیغی جماعت کا یہ سفر ایک مذہبی تقدس کے جذبے سے وابستہ ہوتا ہے اس لیے پہلے ہی قدم پر امیر جماعت کی سربراہی اور اس کے ساتھ دینی وابستگی کا ایک نیاز مندانہ تصور ذہن سے منسک کر دیا جاتا ہے تاکہ شرکائے سفر میں سے کوئی بھی ماحول کی گرفت سے آزاد نہ ہونے پائے۔

اس طرح پہلی ہی ملاقات میں ایک قابل اعتماد مرشد کی طرح امیر جماعت کے ہاتھ میں ساتھیوں کے مشاغل اور نظام الاوقات کا سارا اختیار منتقل ہو جاتا ہے۔

اب اطاعت شمار نیاز مندوں کی یہ ٹولی کسی آبادی میں پہنچ کر اپنی پسند کی کسی مسجد

میں قیام کرتی ہے۔ امیر جماعت کی سربراہی میں آبادیوں کا گشت کر کے واپس لوٹنے کے بعد ساتھیوں کی ایک مخصوص "جلسہ تعلیم" منعقد ہوتی ہے جس میں باہر کے لوگ شریک نہیں ہوتے۔ ذہن و فکر پر چھاپہ مارنے کی یہی وہ نازک گھڑی ہوتی ہے جس کی زد سے بچ کر کلنا ہر شخص کا کام نہیں ہوتا۔

یہیں سے تبلیغی جماعت کے پرانے کارکن "وماغی تطہیر" چلے یا وماغی تطہیر کا عمل کا عمل شروع کرتے ہیں۔ وماغی تطہیر ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی نئے آدمی کو ذہنی طور پر اتنا بدل دیا جائے کہ وہ ہر طرف سے کٹ کر صرف جماعت کے ساتھ وابستہ رہے اور جماعت کے فکری ماحول میں ڈھل جانے کے لیے وہ اپنے ماضی کی ہر چیز سے بالکل بے تعلق ہو جائے۔

وماغی تطہیر کا یہ عمل بتدریج آگے بڑھتا ہے ایک سفر کے تمام ہو جانے کے بعد نئے آدمیوں کو پھر دوبارہ کسی لمبے سفر کی ترغیب دی جاتی ہے۔ متعدد بار کے تبلیغی گشتوں کے نتیجے میں علاقائی کارکنوں کے ساتھ نئے آدمیوں کا خاصا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ یہ تعلق رفتہ رفتہ "تبلیغی جماعت" سے اتنا قریب کر دیتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد چالیس دن کا چلہ گزارنے کے لیے سادہ لوح مسلمانوں کا ایک قافلہ مرکز نظام الدین دہلی کی طرف چل پڑتا ہے۔ وہاں پہنچنے کے بعد تبلیغی جماعت کے فنکار علماء کا ایک جھنڈا انھیں ملتا ہے جن کے نرغے میں شب و روز کا ایک ایک لمحہ انھیں گزارنا پڑتا ہے۔ چالیس دن تک ایک بوجھل ماحول میں ان کی ذہنی تربیت شب و روز تبلیغی جماعت کے فضائل و کرامات کے افسانے، عالمگیر توسیع، ترقی کی کہانیاں، مرکزی امیر جماعت کا مصنوعی تقدس، عقیدہ توحید کی ایمان شکن تشریحات، شرک و بدعت کی غلط تعبیریں اور اکابر و یوبند کے شوق انگیز تذکرے یہ ساری چیزیں مل جل کر ان کے ذہن پر اس درجہ اثر انداز ہو جاتی ہیں کہ بالآخر وہ تبلیغی جماعت کے کسی "شیخ" کے ہاتھ پر مرید ہو جاتے ہیں یا انھیں ترغیب دے کر مرید کرا دیا جاتا ہے۔ اس طرح انھیں ہمیشہ کے لیے اپنی جماعت اور جماعت کے مسلک کا ذہنی طور پر غلام بنا لیا جاتا ہے۔

پچھلے دور میں مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد اور مولانا عبدالرحیم رائپوری



وغیرہ تبلیغی جماعت کے نامزد "شیخ" تھے۔ آج کل اس منصب پر مولانا زکریا سہارن پوری فائز ہیں۔

ان مراحل سے گزر جانے کے بعد اب کسی سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آتی کہ تم اپنا مذہب تبدیل کر دو، اپنے پرانے عقیدوں سے دست بردار ہو جاؤ، رسولِ مجتبیٰ کی عظمت و توقیر سے ذہن خالی کر لو، میلاد و قیام کو حرام سمجھو، خانقاہی روایات کو شرک قرار دو اور درگاہوں سے صنم خانے کی طرح نفرت کرو بلکہ ماحول کی تاثیرات اور نئے تعلق کے تقاضوں کے دباؤ سے خود بخود آدمی کا ذہن اتنا بدل جاتا ہے کہ ایک ایک کر کے ان سارے معتقدات اور روایات سے وہ دست بردار ہو جاتا ہے جنہیں تبلیغی جماعت کے لوگ "شرکیہ رسموں" سے تعبیر کرتے ہیں اور پھر اس ذہنی ارتداد کا سب سے عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ سیکڑوں برس کے جانے پہچانے مذہب و اعتقاد کو باطل سمجھ کر ٹھکراتے ہوئے اسے ذرا بھی تعلق نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے دینِ حق کا خون کر چکنے کے بعد بھی اس خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ بے دینی کی زندگی سے نکل کر اب وہ دین کی صحیح راہ پر آ لگا ہے۔

یہ ہے تبلیغی جماعت کا وہ "خاموش قتل" جس میں لہو کی ایک بوند بھی نہیں ٹپکتی، تلوار کی دھار پر خون کا ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا لیکن اب تک وہ لاکھوں مسلمانوں کے دین و ایمان کا خون کر چکی ہے۔

اور سن لیا جائے کہ تبلیغی جماعت کے اس پراسرار طریقہ کار کے متعلق میرا یہ بیان کچھ میرے اپنے ذہن کی تصنیف نہیں ہے بلکہ مرکزی امیر مولانا محمد یوسف صاحب آنجناب نے خود اپنے ایک خط میں اس کا انکشاف فرمایا ہے۔

موصوف کا وہ خط جس کی اصل کاپی میرے پاس موجود ہے اور جو بھی چاہے بے تکلف اسے دیکھ سکتا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف کا خط پڑھنے سے پہلے اس خط کا مطالعہ بہت زیادہ مفید ہوگا جس کے جواب میں موصوف نے یہ خط لکھا ہے:

امیر جماعت مولانا محمد یوسف صاحب کے نام ایک نہایت اہم مکتوب

مکرم بندہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغی جماعت

بستی نظام الدین - دہلی

بعد ہدیہ مسنون کے گزارش خدمت یہ ہے کہ اپنے حلقے کے کچھ لوگ تبلیغی جماعت کے اس طریقہ کار پر متعرض ہیں کہ اس کے لوگ اپنی دعوت و تبلیغ میں صرف عمل کی اصلاح پر زور دیتے ہیں۔ عقائد درست کرنے کی انہیں مطلق فکر نہیں ہے۔ جبکہ ہندوستان کے اکثر مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو ان کی زندگی کا اکثر حصہ شرکیہ رسموں میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہم نے اپنے طور پر ان متعرضین کو سمجھانے کی بہت کوشش کی ہے لیکن ان کی تسکین نہیں ہوئی۔ اب آنجناب کو اگر زحمت نہ ہو تو اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ حصہ نکال کر ہم لوگوں کو مطمئن فرمائیں تاکہ بھرپور امنگوں کے ساتھ جماعت کا کام آگے بڑھ سکے۔

آپ کا مخلص

عبدالتوحید جمشید پور

اب مولانا محمد یوسف کا وہ جواب ملاحظہ فرمائیے جس نے بیچ چوراہے تبلیغی جماعت کا

بھانڈا پھوڑ دیا ہے:

امیر جماعت مولانا محمد یوسف صاحب کا پراسرار خط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکرم بندہ! وفقکم اللہ وایانا لہا یحب ویرضی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غنایت نامہ پہنچا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ جو اباً عرض ہے حضرت مولانا

محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جو تبلیغی کام کو جو شروع فرمایا اور سارے

عالم کے ذمہ صرف مسلمانوں کو بلکہ انسانوں کو اس کی دعوت دینے کی نیت فرما کر جاری فرمایا۔ اس کے بنیادی اصول اگر سامنے ہوں تو اس کام کے کرنے میں ذرا دقت محسوس نہ ہو۔ اعتراضات تو کیے ہی جاتے ہیں مگر اعتراضات کے جواب میں پڑنے سے اپنا کام نہیں چلتا ہے اور جن کا جواب دیتے ہیں وہ اس کام سے کٹ جاتے ہیں۔

ہمارا تبلیغی کام صرف عمل صالح کے لیے نہیں ہے بلکہ اول یہ ایمانی تحریک ہے بعد میں اعمال صالح کی تحریک ہے۔ اب تک سب سے پہلے سال کے تجربہ سے یہی معلوم ہوا ہے کہ "شرکیہ رسموں" اور گناہوں کے چھڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں ہیں لیکن ان کو ساتھ لے کر جماعتوں میں پھرایا جائے اور ان کے سامنے کلمہ طیبہ کا صحیح مطلب اور مطالبہ سامنے آتا ہے تو رسموں اور گناہوں کو خود بخود چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے اس کو کیسے جھٹلا دیں؟

اختلافی چیزوں کو ہم اس لیے نہیں چھڑتے کہ سب کو اس کام میں لگانا ہے یہ باتیں خطوط میں لکھنے کی نہیں ہیں۔ یہاں مرکز میں رہنے سے سمجھ میں آجاتی ہیں لہذا ایک جماعت اہل بصیرت اور سمجدار لوگوں کی بھیجے تاکہ وہ یہاں کے کام کی اصل ساخت کو سمجھ سکیں اور میوات میرٹھ کے کام میں لگ کر کام کو صحیح اصولوں پر سیکھ کر اپنے یہاں کام چلا سکیں۔

والسلام

بندہ محمد یوسف عفی عنہ

تعلیم محمد عاشق الہی عفا اللہ عنہ

مدرسہ کاشف العلوم - نظام الدین - دہلی

اب اس خط کے خاص خاص جملوں پر ذیل میں ایک تنقیدی انگلی رکھنے کے مقامات تہصرہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اعتراضات کے جواب میں پڑنے سے کام نہیں چلتا ہے اور جن کا جواب دیتے ہیں، وہ اس کام سے کٹ جاتے ہیں۔

پہلی مرتبہ یہ بات سننے میں آئی کہ جن کا جواب دیتے ہیں وہ اس کام سے کٹ جاتے ہیں حالانکہ کسی تحریک کے سلسلے میں عام دستور یہ ہے کہ اطمینان بخش جواب پا کر لوگوں کا ذہن اور نکھرتا ہے اور سرگرمیوں میں مزید تیزی آتی ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اب اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ جواب دینے سے چونکہ عقیدے کا راز فاش ہوتا ہے اور دل کی بات زبان پر لانی پڑتی ہے اس لیے جو لوگ کہ اُس سے متفق نہیں ہیں وہ اس کام سے کٹ جاتے ہیں ورنہ ظاہر و باطن اگر ایک ہو تو کسی بات کے اظہار میں خطرہ کیا ہے؟

۲۔ ہمارا تبلیغی کام صرف عمل صالح کے لیے نہیں ہے بلکہ اول یہ ایمانی تحریک ہے بعد میں اعمال صالحہ کی تحریک ہے۔

اعمال صالحہ کی رٹ لگاتے لگاتے آخر بات آہی گئی زبان پر ایمان و اعتقاد کی۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب یہ ایمانی تحریک ہے تو عقیدے کے سوال سے پہلو پچانا کیونکر ممکن ہوگا، اس لیے تبلیغی جماعت کے نزدیک مسلمانوں کے جو عقیدے کفر و شرک اور بدعت و حرام کی فہرست میں ہیں ظاہر ہے کہ ان کی اصلاح کا کام بھی جیت تک تبلیغی مقاصد میں شامل نہیں کیا جائے گا ایسا فی تحریک کا مقصد کبھی پورا نہ ہوگا۔

اس مقام پر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب حقیقت واقعہ یہ ہے تو تبلیغی جماعت کے مولویوں کا یہ کہنا کہ ہم لوگ صرف اخلاق و عمل کی اصلاح کرنے اُٹھے ہیں عقیدہ سے ہیں کوئی مطلب نہیں ہے، کتنا بڑا کھلا ہوا فریب ہے۔ آنکھوں میں وصول جھونک کر کسی کو لوٹ لینا یقیناً فعل گناہ ہے لیکن اس سے بھی بڑا گناہ یہ ہے کہ عمل کی دکان کھول کر ایک مسلمان کا ایمان لوٹ لیا جائے۔

۳۔ اب تک بیس پچیس سال کے تجربے سے یہی معلوم ہوا کہ رسموں اور گناہوں کے چھڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں ہیں۔ لیکن اگر ان کو ساتھ لے کر جماعتوں میں پھرایا جائے اور ان کے سامنے کلمہ طیبہ کا صحیح مطلب اور مطالبہ سامنے آتا رہے تو رسموں اور گناہوں کو خود بخود چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے اس کو کیسے جھٹلاویں؟

یہی ہے مذہب تبدیل کرنے کا وہ خاموش طریقہ جسے تبلیغی جماعت کے آنکھ کھولے! لوگ صیغہ راز کی طرح چھپایا کرتے ہیں۔ شریک رسدوں سے مراسلہ نگار کی کیا مراد ہے؟ یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے پچھلے اوراق میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اب ہمیں سے ساتھ لے کر جماعتوں میں پھرانے کا مقصد سمجھ لیجیے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ تبلیغی گشت اور جماعتوں کی "چلت پھرت" کا مدعا سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان کا شکار کرنے کے لیے اُسے ایک سازگار ماحول میں پہنچا دیا جائے۔

اتنے واضح اور کھلے ہوئے بیان کے بعد بھی اگر کوئی شخص تبلیغی گشت سے کسی طرح کے دینی مفاد کی توقع رکھتا ہے تو اس کے لیے اس سے زیادہ اور کوئی ہلکا لفظ لغت میں نہیں ہے کہ وہ اپنے دین و ایمان کا خود سب سے بڑا دشمن ہے۔

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ کلمہ طیبہ کا وہ کون سا صحیح مطلب ہے جس کے زیر اثر لوگ اُن "شرکیہ رسدوں" کو خود بخود چھوڑ دیتے ہیں جنہیں صدیوں سے ایمان و اسلام کا تقاضا سمجھتے آئے ہیں۔ ہمیں سے کلمہ پڑھانے اور اس کا مطلب بیان کرنے کا یہ راز بھی فاش ہو گیا کہ خطرہ کلمہ سے نہیں کلمہ کے اُس مطلب سے ہے جسے سنا کر سادہ لوح مسلمانوں کا مذہب تبدیل کیا جاتا ہے۔

یہ ہمارا تجربہ ہے اس کو کیسے جھٹلا دیں؟ ذرا اس جملے کا زور بیان ملاحظہ فرمائیں۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ بیس پچیس سال کے طویل عرصے میں جس طریقہ کار سے ہم نے لاکھوں صحیح الاعتقاد مسلمانوں کا ایمان غارت کیا ہے، اس آزمودہ طریقے کو چھوڑ کر ہم ایسا راستہ کیوں اختیار کریں جس میں راز بھی کھل جائے اور مقصد تک بھی نہ پہنچ سکیں۔ ایک آزمودہ کار اور جہاں ندیدہ شکاری کی طرح ذرا اپنے نشانے کی صحت کا یقین ملاحظہ فرمائیے۔ لفظ لفظ سے حق کی پامالی کا خون ٹپک رہا ہے۔ اس "تجربہ" کے اوٹ سے کوئی جہانک کر دیکھے تو ماضی میں کشتگان فریب کی لاشوں کا ایک انبار نظر آئے گا جنہیں شربت دینا کہہ کر زہر پلایا گیا اور ابدی شقاوتوں کی موت ان پر طاری ہو گئی۔



غیرت ایمان کو آواز کی سلامتی کے خلاف تبلیغی جماعت کی شرمناک سازشوں کا یقین کرنے کے لیے اب درمیان کا کوئی مرحلہ باقی نہیں ہے۔ خود تبلیغی جماعت کے سربراہ نے یہ راز منہ سے اگل دیا ہے اس لیے اب سوچنا یہ ہے کہ اس سنسنی خیز انکشاف کے بعد خود ہماری غیرت ایمانی کا فریضہ کیا ہے؟

کیا ہم اپنے سادہ لوح عوام کو ان مذہبی عیاروں کے دام فریب کا شکار ہونے کے لیے چھوڑ دیں یا گھر گھر جا کر انہیں اس خطرہ سے آگاہ کر دیں کہ تبلیغی گشت سے لے کر گلہ اور منہ دو دعوت تک ان میں سے کوئی چیر بھی مسند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ یہ لوگ دین کا نام صرف اس لیے لیتے ہیں کہ اپنے خود ساختہ دین سے تمھارے دین کا تبادلہ کر سکیں۔

اہل ایمان خبردار ہو جائیں کہ اس ساری مذہبی نمائش کے پیچھے ایک دام تزویر بچھا ہوا ہے تاکہ سادہ لوح امت کا شکار کیا جائے۔

یہ نکتہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دین حق کی سر بلندی کے لیے گھر سے باہر نکلنا ضرور کارِ ثواب ہے لیکن اپنا مذہب تبدیل کرانے کے لیے کسی کے ساتھ ایک قدم بھی چلنا مذہبی خودکشی کی طرف صریح پیش قدمی ہے۔

۴۔ "اختلافی چیزوں کو ہم اس لیے نہیں چھیڑتے کہ سب کو اس کام میں لگانا ہے"

کیا سمجھے آپ! مدعا یہ ہے کہ اختلافی چیزوں کے نہ چھیڑنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ امت میں اختلاف ڈالنا ہم فعلِ قبیح سمجھتے ہیں یا اختلافی مسائل سے ہماری جماعت کو کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ عام اجتماعات میں اختلافی مسائل سے گریز کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر "مشرک اور بدعتی" طبقے کو بھی ہیں ساتھ لینا ہے تاکہ جماعتوں میں پھر ان کا ذہن بدلا جاسکے اور اگر پہلے ہی قدم پر انہیں چھیڑ دیا گیا تو وہ بدک جائیں گے اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔

خود فرمائیے! اب کسی کا پیوند ہمیں کیا مٹھن کر سکے گا جب خود تبلیغی جماعت کے سب سے بڑے سربراہ کے قلم سے یہ راز فاش ہو گیا کہ عام اجتماعات میں یہ لوگ اختلافی مسائل کا تذکرہ

کیوں نہیں کرتے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کی موٹی موٹی باتیں سن کر جو لوگ ان کی طرف سے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں وہ اس بیان کی روشنی میں اپنی رائے پر نظر ثانی کریں گے۔

۵۔ یہ باتیں خطوط میں لکھنے کی نہیں مرکز میں رہنے سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔

اس جملے نے تو دینی اخلاص کا سارا بھرم کھول دیا ہے۔ دل کا چور نوک قلم کے شگاف سے صاف نظر آ رہا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ دین کی باتیں کچھ میاں بوی کے مخفی تعلقات کی چیزیں نہیں ہیں کہ وہ خط میں لکھنے کے قابل نہ ہوں۔ اس لیے یقیناً نوک قلم کے پیچھے یہ مجرمانہ احساس کار فرما ہے کہ دین کے نام پر بے دین بنانے کی پالیسی اگر قید تحریر میں آگئی تو بیچ چور اسے دین کی تبلیغ کا سارا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

یہاں مرکز میں رہنے سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔ یہ تنہا ایک جملہ اس امر واقعہ کی پوری پوری تصدیق کر رہا ہے کہ جسے یہ لوگ مرکز کہتے ہیں وہ سادہ لوح مسلمانوں کے فکر و اعتقاد کی بہترین شکار گاہ ہے ورنہ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو بات نوک قلم پر نہیں لائی جاسکتی لیکن مرکز میں پہنچتے ہی سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ کیسی "راز دارانہ" بات ہوگی اور اسے سمجھانے کے لیے مرکز میں کیسے کیسے انتظامات کئے گئے ہوں گے۔

یہیں سے یہ سوال بھی حل ہوجاتا ہے کہ تبلیغی جماعت کے مرکز میں طلسم ہو شرابا کی طرح آخر وہ کون سا ساحرانہ ماحول ہے جہاں پہنچتے ہی آدمی وہ سب کچھ سمجھ لیتا ہے جو اس سے باہر نہیں سمجھ سکتا۔ اور جب وہاں سے نکلتا ہے تو ایک مت مارتے ہوئے انسان کی طرح اپنا سب کچھ لٹا آتا ہے، یہاں تک کہ مذہب جیسا متاع عزیز بھی ان "ساحران نجد" کی اداؤں پر نثار کر دیتا ہے۔

اپنے تبصرہ کے خاتمے پر دین کے رشتے سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تبلیغی **آخری کلمہ** جماعت کے ظاہر کا فریب سمجھنے کے لیے مولانا محمد یوسف صاحب کے خط کے یہ اقتباسات بہت کافی ہیں ورنہ کسی جماعت کو مضرت رساں قرار دینے کے لیے یہ شرط لگانا کہ جب تک اس کے داعی صاف صاف نہیں کہہ دیں گے کہ ہم تمہارے حلق میں زہر اتارنے آئے ہیں اس وقت تک ہم انہیں مضرت رساں نہیں سمجھیں گے، تو یہ ایک ایسی دشوار شرط ہوگی جو شاید کبھی پوری نہ ہو سکے۔ کیونکہ دنیا کا بڑے سے بڑا عیار بھی اپنے فریب کا برملا اظہار

نہیں کرتا اسے بھی لوٹنے کے لیے اخلاص و ہمدردی کی ایک دکان سجانی پڑتی ہے۔

پھر بھی تبلیغی جماعت کا یہ سیاہ کاروبار ان لوگوں سے معنی نہیں ہے جو مرکز میں پہنچ کر اپنے "بال منڈوا" چکے ہیں لیکن افسوس کہ آج وہ خود شکاریوں کی صف میں ہیں ورنہ ان کے ذہنی ارتداد کی سرگزشت اگر منظر عام پر آجاتی تو بہت سے راز ہائے سرسبز معلومات کے اُجالے میں آجاتے۔ تاہم جو لوگ بچاؤ تمام وہاں سے واپس لوٹ آئے ہیں ان کی زبانی اس ظلم فریب کی بہت سی کہانیاں باہر کی دنیا تک پہنچ گئی ہیں۔

ذہنی ارتداد اور مذہب تبدیل کرنے کے لیے تبلیغی جماعت کے دو اور دستاویزہ معنی کاروبار اور پراسرار وسائل کے انکشاف کے سلسلے میں مولانا یوسف کے بعد اور مزید کسی دستاویز کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ پھر بھی مزید اطمینان کے لیے حضرت نظام الدین دہلی سے موصول ہونے والے اور دو خطوط کی نقل ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

ایک خط تو اپنے رنگ کے مشہور اہل قلم خواجہ حسن نظامی کا ہے اور دوسرا خط جماعت نظامیہ درگاہ نظام الدین کے جنرل سیکریٹری پیر سید ظہور حسن نظامی کا۔ کئی سال کا عرصہ ہوا جمشید پور سے کسی طالب حق نے ہر دو صاحبان کے نام ایک خط بھیج کر تبلیغی جماعت کے کچھ حالات دریافت کیے تھے اسی خط کے جواب میں یہ دونوں خطوط موصول ہوئے۔ پہلے سائل کا خط پڑھ لیجیے تاکہ سوال کی نوعیت معلوم ہو جائے:

جمشید پور سے ایک سائل کا خط

مورخہ ۱۵۔ فروری ۱۹۵۴ء

جمشید پور

مکرم بندہ! بعد ما ہوا السنون

گزارش خدمت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے نام سے جو ایک نیا گروہ چند سال سے پیدا ہوا ہے، جس کے بانی مولانا محمد ایاس تھے اور آجکل ان کی جگہ پر

ان کے بیٹے مولوی محمد یوسف امیر جماعت کا کام کرتے ہیں۔  
 ایک دو سال سے جمشید پور میں بھی اس جماعت کا اثر پھیل رہا ہے  
 اور چند ائمہ مساجد بڑی سرگرمی کے ساتھ اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا  
 یہاں کے چند سنی صحیح العقیدہ افراد تبلیغی جماعت میں شریک ہوئے تھے اور  
 اس جماعت کے پروگرام کے مطابق ان لوگوں کو بھی سنی نظام الدین دہلی کے مرکز  
 میں جانے کا اتفاق پیش آیا تھا۔ وہاں جا کر جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ بد عقیدہ  
 لوگ ہیں۔ مزاراتِ اویا، عرسوں، نذر و نیاز وغیرہ کے مخالف ہیں تو اس کے  
 بعد یہ لوگ تبلیغی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔

آپ چونکہ تبلیغی جماعت کے مرکز سے بہت قریب رہتے ہیں اس لیے  
 اس جماعت کے مذہبی عقیدوں سے یقیناً باخبر ہوں گے۔ ازراہِ کرم صحیح حالات  
 سے مطلع فرما کر شکر گزار بنائیں۔

اب ذیل میں اس خط کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ — پہلے خواجہ حسن نظامی

کا جواب پڑھیے:

## خواجہ حسن نظامی صاحب کا جواب

۲۵۔ فروری ۲۰۰۵

محبتی! سلام علیکم

خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی۔ مولوی محمد ایاس مرحوم میرے ساتھ  
 گنگوہ میں پڑھتے تھے جبکہ ان کے بھائی مولوی محمد یحییٰ صاحب مولانا رشید احمد صاحب  
 گنگوہی کے زیر اثر تعلیمی کام کر رہے تھے۔ مولوی ایاس کے والد مولانا اسماعیل  
 صاحب مرحوم سے ہیں نے آٹھ برس کی عمر سے تعلیم پائی تھی۔  
 یہ ٹھیک ہے کہ یہ سب لوگ درگاہوں اور عرسوں اور نیاز و نذر کے  
 مخالف ہیں اور جب سے مولوی محمد یوسف صاحب نے جماعت بندی کی۔

ہر جمعرات کو بہ کثرت ایسے لوگ آتے ہیں جو درگاہوں کے مخالف ہیں۔ چنانچہ ایک سال ہوا اس جماعت کے نو آدمی روضہ شریف کے اندر جوتیاں لے کر چلے گئے، اس پر لڑائی ہوئی اور فریقین کے زخمی مردوں اور عورتوں کو پولیس میرے پاس لائی اور میں نے دونوں میں صلح کرا دی ورنہ دونوں جیل جاتے بہر حال اس خاندان کا شاگرد ہوں مگر ان کے عقائد کے خلاف ہوں۔

مخلص حسن نظامی

## جنرل سیکریٹری جماعت نظامیہ درگاہ نظام الدین ملی کا جواب

محب الفقراء!

السلام علیکم — مزاج گرامی!

آپ کا گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ آپ نے جس جماعت کے متعلق استفسار فرمایا ہے وہ ہمارے صوفیہ عقائد کی منکر ہے۔ مزارات اولیاء اللہ کے انہدام کو ثواب اور نذر و نیاز، فاتحہ و میلاد شریف، عرس وغیرہ کو حرام سمجھتی ہے۔ اس جماعت سے علیحدہ رہنا نہایت ضروری ہے ورنہ عقائد خراب کرنا اور لوگوں کو تبلیغ اسلام کے نام پر بد مذہب اور گمراہ کرنا ان کا اول اصول و فرض ہے۔

وما گوا

سید ظہور حسن نظامی عزیزی

اب مذکورہ بالا خطوط پر ایک ہلکا سا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

قلم کا حق

خواجہ حسن نظامی صاحب کا خط اس لحاظ سے بہت زیادہ قابل اعتماد ہے کہ وہ مولانا ایاس کے خاندان سے نیاز مندانہ تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے اس بیان کو غلط بیانی پر نہیں محمول کیا جاسکتا اور ان کے اس اعتراف نے تو ان حضرات کو بالکل برہنہ کر دیا ہے کہ یہی اس خاندان کا شاگرد ہوں لیکن ان کے عقائد کے خلاف ہوں۔

ظاہر ہے کہ اپنے استادوں کے عقائد کی خلاف ورزی صرف اسی حالت میں کی جاسکتی ہے



جیکہ شاگرد کے تئیں وہ عقائد سرتاسر باطل ہوں۔ موصوف کے خط کا وہ حصہ خاص طور پر توجہ کے قابل ہے جس میں انھوں نے تبلیغیوں کے اس جارحانہ اقدام کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے روضہ پاک کی بے حومتی اور تشدد پر یہاں تک اتر آئے کہ متعدد افراد زخمی ہو گئے۔

اس مقام پر ایک لمحے کے لیے رُک جائیے! اب ایک طرف اس واقعے کو نظر میں رکھیے اور دوسری طرف حجاز مقدس کی سرزمین پر مزارات صحابہ و اہلبیت کے ساتھ نجد کے وہا پوں کی اُن لرزہ خیز شقاوتوں کا حال پڑھیے جن کی تفصیلات پچھلے اوراق میں گزر چکی ہیں۔ آپ کا یقین اندر سے پیچ اٹھے گا کہ یہاں کی تبلیغی جماعت بھی ٹھیک اسی راستے پر چل رہی ہے جس راستے سے کبھی صحرائے نجد کے درندے گزرے تھے۔ بے سرو سامانی کے عالم میں جب گستاخ ذہنی کا یہ تیور ہے تو خدا نخواستہ تبلیغی جماعت کو اگر سیاسی اقتدار کے وسائل بھی ملتے آجائیں تو حجاز کی طرح یہاں بھی کربلا کی تاریخ دہراتے ہوئے انھیں کیا تامل ہوگا؛ پھر تو خدا نہ کر وہ یہاں بھی زمین کے نعتے سے اجیر کے خواجہ، دہلی کے قطب و نظام، کلیر کے صابر، پاک پتن کے فرید، لاہور کے داتا اور ہندوپاک کے بے شمار اولیائے مقربین کے مزادوں کے نشانات حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیے جائیں گے۔

ہندوپاک میں عشق و عرفان کے ان روحانی مرکزوں کا وجود **ایک لمحہ اضطراب** جن بد سنجتوں کے ذہن پر بوجھ بنا رہتا ہے ان سے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ البتہ وہ خوش عقیدہ مسلمان جو ان مزارات طیبات کو باطنی فیضان اور روحانی تسکین کا چشمہ سمجھتے ہیں ان کی غیرت و فاکو ضرور للکاروں گا کہ وہ خون کے آنسو رونے کے لیے وقت کا انتظار نہ کریں۔

آج تبلیغی جماعت کے کمیپ میں کلمہ و نماز کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کا جو ہجوم اکٹھا ہو رہا ہے نجد کی تاریخ شاہد ہے کہ حالات سازگار ہو جانے کے بعد یہی ایک دن غارتگروں کے لشکر میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس دن ہماری بد نصیب آنکھوں کا اس کے سوا اور کوئی مصروف نہ ہوگا کہ وہ اپنی آرزوؤں کی خاکستر پر خون کے آنسو بہائے اور اپنی عقیدتوں کے ویرانے پر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اس سیاہ دن کا

سامنا کرنے سے پہلے آج ہی ہم طوفان پر بند باندھنے کی کوشش کریں اور اپنے آقاؤں کے حرم کے ایک وفادار محافظ کی طرح دشمن کی تخریبی سرگرمیوں کا پوری ذہانت کے ساتھ جائزہ لیں۔ دشمن کو دشمن نہ سمجھنا ایک خوفناک غفلت ہے جس کا انجام کبھی بچر نہیں ہوا ہے۔

تبلیغی جماعت کا خطرناک منصوبہ اب معلومات کی تاریکی میں نہیں ہے کہ ہم کسی خوش فہمی میں مبتلا رہیں۔ اشارات کی زبان میں انہوں نے سب کچھ اگل کر رکھ دیا ہے کہ وہ ہمیں ایمان و عقیدت کے کسی مقتل کی طرف لے جا رہے ہیں۔

اب اپنے مذہبی مستقبل کے تحفظ کے لیے سوا اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا ہے کہ ایک ایک مسلمان کا دامن تمام کرم کھلے بندوں کہہ دیں کہ تبلیغی جماعت دین کے خادموں کا کوئی گروہ نہیں بلکہ ایمان کے رہنروں کا ایک سفید پوش دستہ ہے جو عشق و عرفان کی متاع عزیز پر شہجون مارنے اٹھا ہے۔ ان کے مصنوعی تقدس اور بناوٹی انکسار کے پیچھے خوفناک درندوں کا ارادہ چھپا ہوا ہے۔ یہ بے غرض ناصح کی طرح صاف صاف اپنے دل کی بات نہیں کہتے بلکہ مسکراتے ہوئے ٹھگوں کے مثل ہر وقت شکار کرنے کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے متعلق بہت ممکن ہے کہ خواجہ حسن نظامی اور ناظم اعلیٰ جماعت نظامیہ درگاہ نظام الدین دہلی کے اس بیان کو کہ یہ لوگ درگاہوں، علمائے دیوبند کے وقتوں، میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کو برداشت نہیں کرتے، کوئی مذہبی تعصب پر محمول کر لے اس لیے ذیل میں خود تبلیغی جماعت کے علماء کے دو فتوے نقل کرتا ہوں جن سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ تبلیغی جماعت کے عقائد کیا ہیں اور وہ کس رخ پر ہندو پاک کے مسلمانوں کو لے جانا چاہتی ہے۔ پہلے سوال کی عبارت ملاحظہ فرمائیے جسے جھاڑ سوکر اضلع سمبلی پور اڑیسہ کے ایک شخص نے بھیجا تھا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلے میں کہ ایک مسجد کا پہلا فتویٰ امام علانیہ تبلیغی جماعت کے رہنماؤں پر یہ بہتان لگاتا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی اصلاح کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ جاننے کے باوجود بھی یہ لوگ جاہل مسلمانوں کو بدعت کے کاموں جیسے میلاد، قیام، عرس، گیارہویں، تیجہ، چلم وغیرہ سے نہیں روکتے حالانکہ وہ

لوگ (تبلیغی جماعت والے) حضرات علمائے دیوبند کے تابعین میں سے ہیں خود ان کے نزدیک یہ چیزیں شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔  
خالی نماز سے کیا فائدہ، جبکہ دل میں ایمان کی جگہ شرک و بدعت کا اثر ہے یا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب حالات سے مجبور ہو کر یہ لوگ بھی ان بدعتوں کو جائز قرار دینے لگے ہیں۔ نعوذ باللہ

پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ باقی تبلیغ حضرت مولانا ایباس صاحب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا عمران صاحب (بھوپال) حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کلکتوی جیسے رہنمایان تبلیغ کی توحید پرست ذات پر اس بدعت امام نے جو غلیظ بہتان لگایا ہے از روئے شریعت اس کی امامت جائز ہے یا نہیں بیجا توجروا۔

(سائل جیم بخش - ہٹری بازار - جھاڑ سوکڑا)

## دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کا جواب

امام مذکور کا قول غلط ہے۔ نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے معزول کر کے دوسرا امام مقرر کریں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُدْعُ اِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (الآیہ) جو حضرات تبلیغ میں کام کر رہے ہیں وہ یہ نرمی مناسب طریقہ سے ہر طرح کی اصلاح کا خیال رکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسعود احمد عفا اللہ عنہ

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۱۴

میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے خلاف اس سے زیادہ جذبہ نفرت و مذمت اقبالِ حرم اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو شخص ان امور کو تبلیغی جماعت کی طرف منسوب کرے وہ امامت کا اہل نہیں رہ جاتا اور وہ اگر اس گناہِ عظیم سے توبہ کرے تو اسے امامت سے

مذہب کو روکا جائے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسہم

اب جہاں تک ان امور خیر سے روکنے کا سوال ہے تو دینی زبان سے اس کا بھی اقرار کر لیا گیا کہ تبلیغ میں کام کرنے والے مناسب طریقہ سے یہ فرض بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس فتوے سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جو شخص اپنی امامت کی اہلیت کو برقرار رکھنا چاہے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ تبلیغی جماعت کو ان امور خیر سے روکنے والا اعتماد کرے۔ واضح رہے کہ مناسب طریقہ سے وہی طریقہ مراد ہے جس میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکے اور مسلمان ذبح ہو جائے۔

کیا اب بھی کوئی تبلیغی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ سے لوگوں کو روکنے کی وہ خاموش مہم نہیں چلاتے۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو سمجھ لیا جائے کہ وہ بر ملا اپنی مذہبی دیانت کا خون کرتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین  
دوسرا فتویٰ اس مسئلے میں کہ تقویۃ الایمان، بہشتی زیور، تحذیر الناس براہین قاطعہ

فتاویٰ رشیدیہ کیسی کتابیں ہیں؟ یہاں ایک مولوی صاحب کہہ گئے ہیں کہ یہ بالکل باطل کتابیں ہیں۔ یہاں چونکہ تبلیغی جماعت کا اثر ہے اس لیے وہ یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا الیاس صاحب اور مولانا محمد یوسف بھی ان کتابوں کے سخت خلاف ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟

بلکہ وہ یہاں تک کہتے تھے کہ گیارہویں، یاغوث، یا رسول اللہ، قیام روضہ، تیجہ، پہلم، عرس وغیرہ کو یہ حضرات بالکل جائز سمجھتے ہیں کیونکہ اپنی جماعت کے لوگوں کو منع نہیں کرتے۔

مولوی صاحب کے اس بیان سے یہاں کے ان تمام حلقوں میں جو ہمیشہ سے حضرات علماء دیوبند کو ماننے چلے آئے اور اس وقت تبلیغی جماعت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں۔ ایک عجیب سنسنی پھیل گئی ہے۔ لہذا سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے ہم لوگوں کا یہ خلیجان دور کیجیے ورنہ سخت اندیشہ ہے کہ کہیں

اپنی جماعت میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔

سائل محمد حسین۔ جمشید پور

اب تبلیغی جماعت کی متعدد درس گاہ مدرسہ امینیہ دہلی کے دارالافتاء کا یہ جواب

ملاحظہ فرمائیے:

## الجواب

تقویۃ الایمان، بہشتی زیور وغیرہ مذکورہ بالا کتابیں مستند اور صحیح ہیں۔ ان کے  
لکھنے والے متدین عالم تھے جو ان کتابوں کو باطل کہتا ہے وہ گمراہ ہے۔ یہ بات  
غلط ہے کہ مولانا ایساں مرحوم اور مولوی محمد یوسف صاحب ان کتابوں کے خلاف ہیں  
گیارہویں، تیجہ وغیرہ کو یہ ناجائز ہی سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات مولانا اسمعیل شہید،  
مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا تھانوی کے ماننے والے ہیں۔

(محمد ضیاء الحق دہلوی مدرسہ امینیہ دہلی)

واضح رہے کہ یہ وہی مولوی اسمعیل دہلوی اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان ہے  
قلم کا حق جس میں انہوں نے رسول پاک کی شان میں ایسے ایسے توہین آمیز کلمات استعمال  
کیے ہیں جنہیں پڑھ کر غیر تو غیر ہیں ان کے اپنے بھی شدت کرب سے چیخ اٹھے ہیں۔ ان کے  
گستاخ قلم کے نشر کار و عمل دیکھنا چاہتے ہوں تو مولانا عامر عثمانی ایڈیٹر تجلی دیوبند کا یہ  
بیان پڑھیے۔ لکھتے ہیں:

”میں نے دیکھا کہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان میں

فصل ”فی الاجتناب عن الاشراك“ کے ذیل میں لکھا ہے:

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے بھی زیادہ

ذلیل ہے۔“۔ تجلی فروری و مارچ ۱۹۵۷ء

کیا اس کا صاف اور بدیہی مطلب یہ نہیں ہے کہ اولیاء و صحابہ تو ایک طرف رہے۔ تمام  
انبیاء و رسل اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کی شان کے آگے چھارے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔



کیسا خطرناک انداز بیان ہے۔ کتنے لرزاوینے والے الفاظ ہیں۔

اب اسی تقویۃ الایمان سے متعلق وہ عبرت انگیز کہانی سنیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کو رہتی دنیا تک خون کے آنسو رلائے گی اور جس کی لکائی ہوئی آگ اسلام کے خرمن میں آج تک سُلگ رہی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ کب تک سلگتی رہے گی۔

کہتے ہیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی جب تقویۃ الایمان کی تصنیف سے فارغ ہوئے اور کتاب مکمل ہو گئی تو انہوں نے اپنے احباب کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی۔ اب اس کے بعد کا واقعہ دیوبندی مذہب کی مستند کتاب "ارواحِ ثلاثہ" کے مصنف کی زبانی سنیں، لکھتے ہیں:

"اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے، "شرکِ جلی" (یعنی اسلام سے خارج کر دینے والا شرک) لکھ دیا گیا ہے۔

"ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورشِ مزور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ سچ کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزمِ جہاد ہے۔ اس لیے میں اس کام سے معذور ہو گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔"۔۔۔ ارواحِ ثلاثہ ص ۸۱۔

شورش کا اندیشہ تو صحیح نکلا لیکن ٹھیک ہو جانے کی توقع اب تک پوری نہیں ہوئی۔ حیرت ہے مجھے ان حضرات کی ناپاک جسارت پر کہ دیدہ و دانستہ امتِ مسلمہ کو ذہر کا گھونٹ پلاتے وقت ان لوگوں نے ذرا نہیں سوچا کہ قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دیں گے۔ جب یہ معلوم تھا کہ اس کتاب کی اشاعت سے شورش و اختلاف کا ایک حشر برپا ہوگا تو

امتِ محمدیٰ کو اس مہلک آزار میں مبتلا کرنا کیا ضرورت تھا۔

لیکن اس قیامتِ آشوبِ داستان کا سب سے عبرتناک پہلو تو یہ ہے کہ نشیمن سے اٹھتا ہوا دھواں دیکھ کر بھی لوگوں کو چھپستان اسلام کی بربادی پر ذرا ترس نہیں آتا۔ آگ بجھانے کی بجائے آج بھی کچھ لوگ اسی تقویۃ الایمان کے منحوس اوراق سے چپکار یوں کو ہوا دے رہے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے اغراض و مقاصد اور  
تبلیغی جماعت کی خدمات کا جائزہ اس کے طریقہ کار کے متعلق اب تک جتنی شہادتیں پیش کر چکا ہوں انہیں سامنے رکھ کر انصاف سے بتائیے کہ ان کی روشنی میں کیا یہ بات اچھی طرح واضح نہیں ہو جاتی کہ یہ ایک نہایت گستاخ اور بد عقیدہ جماعت ہے اور یہ کہ تبلیغ اسلام کا باہدہ اوڑھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو ایک نئے فرقے میں تبدیل کرنا اس کی جدوجہد کا آخری نقطہ ہے۔ نیز انجام کار یہ یہاں وہی کچھ کرنا چاہتی ہے جو عجبہ کی تبلیغی جماعت نے حالات سازگار ہونے کے بعد حجاز میں کیا تھا اتنی واضح اور یقینی شہادتوں کے بعد بھی اگر آپ تبلیغی جماعت کی طرف سے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ واقعات کے اس نقطے پر ایک غیر جانب دار ذہن کے ساتھ غور فرمائیں۔

تقریباً پچاس پچاس برس سے ہندوستان میں تبلیغی جماعت قائم ہے۔ یہ سوال اگر خارج از بحث بھی قرار دے دیا جائے کہ اس طویل مدت میں اس نے کتنے غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا، جب بھی یہ سوال اپنی جگہ پر قطعاً معقول ہے کہ تبلیغی گشتوں، چلوں اور اجتماعات کی مہم پر سال میں لاکھوں لاکھ روپے پانی کی طرح بہا دینے کے بعد بھی عملی دنیا میں اس کی خدمات کے نتائج کیا ہیں؟

کتنے مسلمانوں کو اس نے حقیقی طور پر دیانت و تقویٰ اور خدا ترسی کے جوہر سے آراستہ کیا بلکہ مجھے کہنے دیا جائے کہ دینی زندگی برپا کرنے کی بات تو الگ رہی، مسلم معاشرہ میں عمل کی جو بُرائیاں آج سے پچاس برس پہلے تھیں بجائے اس کے کہ ان میں کچھ کمی واقع ہوتی

اور اضافہ ہو گیا۔

آپ کہیں گے یہی ایک خدمت کیا کم ہے کہ تبلیغی جماعت کی جدوجہد سے بہت ساری مسجدیں آباد ہو گئیں۔ میں کہوں گا اول تو مومن کا اصل تقویٰ عبادات میں نہیں، معاملات میں پرکھا جاتا ہے ورنہ تاریخ میں کتنے ہی ایسے نمازی ملیں گے جنہوں نے پیشانی پر سجدوں کا نشان لیے ہوئے قدم قدم پر اپنی ملت کا وقار مجروح کیا ہے۔ دیکھنا یہ نہیں ہے کہ مسجد کے صحن پر سجدوں کے نشانات کتنے ہیں۔ دراصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جو لوگ مسجدوں کے اندر پہنچ گئے ہیں باہر ان کی زندگی کا نقشہ کیا ہے ؟

**عملی زندگی** تبلیغی جماعت کے کیمپ کے رنگروٹوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے انکے مقدس رہاؤں کے جو حالات منظر عام پر آئے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہیں۔ تبلیغی جماعت کے مرکزی قائد مولوی منظور نعمانی صاحب کے متعلق آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ ۱۹۶۴ء کے فسادات کے سلسلے میں ریلیف فنڈ سکاٹلینڈ ستر ہزار روپے کے غبن کا الزام آج تک ان کے اوپر عائد ہے۔

(۲) جمشید پور کے فساد کے موقع پر ریلیف کے اموال و نقود کے خیانت و غبن کے متعلق جو شرمناک الزام تبلیغی جماعت کے لوگوں پر ہے وہ ہر کس و ناکس جانتا ہے۔ مظلوموں، یتیموں اور بیواؤں کا حق غصب کر کے اچانک رئیس بن جانے والے آج معلومات کے اُجالے میں ہیں۔

(۳) پندرہ روزہ "الحسنات" رام پور ۶۵۹ء کی اطلاع کے مطابق لکھنؤ میں اسی سال تبلیغی جماعت کے ایک "دین دار" رئیس نے اپنی لڑکی کی شادی میں تین لاکھ روپے خرچ کیے ہیں۔ دینی زندگی کا جذبہ بیدار ہوتا تو اتنی رقم سے پانچ ہزار غریب و لاوارث لڑکیوں کی شادی ہو سکتی تھی۔

(۴) مفتی مالوہ حضرت مولانا رضوان الرحمن صاحب کی ایک روایت کے مطابق چند سال ہوئے اندور کے اسٹیشن پر تبلیغی جماعت کا ایک دستہ پکڑا گیا جس کے پاس کافی مقدار میں ناجائز افیون تھی۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے اندور کے مسلمانوں پر ان لوگوں کے

تبلیغی گشت کا سارا راز فاش ہو گیا۔

(۵) واقعات کی نشان دہی سے اگے ہو کر صرف ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ان حضرات کی "دینی زندگی" کا صحیح رُخ معلوم کرنا چاہتے ہوں تو ایک بار ان کی گھریلو زندگی کا جائزہ لے لیجیے۔ ریاست و امارت کے وہ سارے لوازمات آپ کی نظر سے گزر جائیں گے جو چودھویں صدی کی تہذیب کے "برکات" ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جن لوگوں کے شخصی احوال خود دینی زندگی کے آثار سے خالی ہیں وہ دوسروں میں کیا دینی زندگی کی لگن پیدا کر سکیں گے؟ اس لیے مجھے کہنے دیجیے کہ نمازیوں سے مسجدوں کا آباد ہونا تو آپ نے دیکھ لیا لیکن عشق رسولؐ کے جذبہ اخلاص سے کتنے دلوں کو ان "پارساؤں" نے ویران کر دیا ہے وہ آپ کو نظر نہیں آیا۔

ابھی چند روز کی بات ہے۔ میں پیل خانہ ہوڑہ کے ایک جلسہ میں گیا ہوا تھا وہاں معلوم ہوا کہ ایک صاحب تبلیغی جماعت کے تعلق سے کچھ دن ہوئے نمازی ہو گئے ہیں۔ گفتی کے چند ہی سجدوں نے ان کا دماغ اتنا بوجھل کر دیا ہے کہ اب وہ کھلے بندوں کہتے ہیں کہ ہم بھی عبادت و ریاضت کے بل پر محمد رسول اللہ کے برابر ہو سکتے ہیں (معاذ اللہ)۔

اور جہاں تک میرا اپنا تجربہ ہے یہ عزازیلِ نخوت کچھ اسی ایک نمازی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ تبلیغی جماعت کا ہر نمازی اسی طرح کی نخوت میں مبتلا ہے۔ آپ کو شک ہو تو آپ بھی ان کے ماحول سے قریب ہو کر اس کا تجربہ کر لیجئے۔ شاید اسی موقعہ کے لیے کسی نے یہ شعر کہا تھا:

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے

روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور مجھے

اب آپ ہی انصاف کیجئے! اس طرح کی نماز سے اُس زیاں کار نمازی کو کیا فائدہ پہنچا؟ اس سے اچھا تو بے نمازی ہی تھا جس کے اندر کم از کم جذبہ بندگی کا عجز تو تھا۔ عزازیل کی روش اختیار کر لینے کے بعد تو رحمت و مغفرت کی اُمید کا جو بھی ایک رشتہ رہ گیا تھا وہ بھی ٹوٹ گیا۔

یہ تو رہا تبلیغی جماعت کے تربیت یافتہ لوگوں کی عملی زندگی کا حال! تصویر کا ایک اور رخ اب ذرا ایک نظر اس پر بھی ڈال لیجئے کہ تبلیغی جماعت کے

فیضانِ صحیحیت سے ذہن و فکر پر اسلام و توحید کی حقانیت کا رنگ کہاں تک چڑھتا ہے۔ سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین تبلیغی جماعت کے رفقاء نے تقدیم میں سے تھے۔ اس تحریک کے ساتھ ان کی وابستگی کا سب سے واضح ثبوت یہ ہے کہ لندن میں سب سے پہلے تبلیغی جماعت کا گشت آپ ہی کی قیادت میں ہوا تھا۔

مولوی محمد یوسف صاحب کے سوانح نگار نے مولوی محمد الیاس صاحب اور ان کی تبلیغی تحریک کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی وابستگی کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے:

”حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والوں

میں کئی ایسے اہل علم اور مغربی علوم سے واقف اور یورپ کے تمدن و تہذیب

سے گہری واقفیت رکھنے والے حضرات تھے۔ ان میں سر فہرست ڈاکٹر

ذاکر حسین خاں صاحب شیخ جامعہ ملیہ اور حال صدر جمہوریہ ہیں۔ مدتوں سے یہ

حضرات مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں آتے جاتے تھے اور حضرت مرحوم

سے گہرا تعلق ہو گیا تھا اور اس تحریک کے مؤیدین میں سے تھے۔“۔ سوانح

مولانا محمد یوسف - ص ۲۴۶

اس کے بعد لندن کے تبلیغی گشت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس زمانے میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ایک تعلیمی کانفرنس میں لندن

گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس گشت کا افتتاح کیا۔“ ص ۲۴۷

اب انہی ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کا ایک خط ملاحظہ فرمائیے جسے انہوں نے کلکتہ کی

ایک خاتون کے نام لکھا تھا اور جو انگریزی اخبار ’انڈین ایکسپریس‘ میں شائع ہوا ہے۔ موصوف

لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں ایک ایسی پریشانی گاہ کی ضرورت ہے جہاں مختلف مذہبوں

کے لوگ جا جا کر اپنے خدا کی عبادت کریں۔ مختلف مذاہب تو بس ایک ہی

حقیقت کبریٰ (منزل مقصود) کے لیے مختلف راستے ہیں۔

ہم بہت بڑا کام کر ڈالیں گے اگر کوئی ایسا راستہ نکالیں جس سے



اس سوچ کی عادت ختم ہو جائے کہ ایک ہی متعین سڑک یا راستہ ہے۔

۔۔ انڈین ایکسپریس ۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء

غور فرمائیے! یہ ہے ذہن اس دینی مبلغ کا جو عرصہ دراز تک مولانا ایباس اور ان کی تبلیغی جماعت کے فیضانِ صحبت سے بہرہ مند ہو چکا ہے۔ دینی زندگی کی بات تو انگ رہی اُسے اس بنیاد ہی سے انکار ہے کہ صرف اسلام ہی خدا کا سچا دین اور سلامتی کا واحد راستہ ہے اب آپ ہی بتائیے کہ تبلیغی جماعت کی اس خدمت کو کس خانے میں جگہ دی جائے۔

آپ کہیں گے کہ عملی اور فکری سطح پر اگر تبلیغی جماعت کی خدمات کا کوئی اثر اصل کارگزاری نہیں پڑا ہے تو ہزاروں ہزار افراد کا قافلہ بلاوجہ شب و روز سرگرداں رہا کرتا ہے۔ میں کہوں گا بلاشبہ اثر پڑا ہے اور بہت بڑی حتیٰ تلفی ہوگی۔ اگر تبلیغی جماعت کی قرار واقعی خدمات کا اعتراف نہ کیا جائے۔

تبلیغی جماعت کی وہ خدمت جسے مذہبی سالمیت اور دینی اتحاد کے خلاف تخریبی سازشوں کی تاریخ میں سرورق پر جگہ دی جائے گی۔ یہ ہے کہ اس نے کلمہ و نماز کے نام پر صحیح الاعتقاد مسلمانوں کا ایک جھنڈا اکٹھا کیا اور رفتہ رفتہ انھیں ایک نئے فرقے میں تبدیل کر دیا۔ جماعت کے پُر اسرار ماحول میں پہنچ کر اور تو وہ کچھ نہیں چھوڑ سکے البتہ ماحول کے اثر سے انھوں نے اپنا منور و فنی مذہب ضرور چھوڑ دیا۔

اور ہوش کے کان سے سن لیا جائے کہ تبلیغی جماعت کے خلاف میں کوئی غلط الزام نہیں تراش رہا ہوں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تبلیغی جماعت کی اصلاحی خدمات کی سرگزشت ہے۔۔۔ یقین نہ آئے تو اس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

میوات، جو تبلیغی جماعت کا مفتوحہ علاقہ ہے وہاں تبلیغی جماعت کے قدم رنجہ فرمانے سے پہلے مسلمانوں کے مذہبی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

سید سالار مسعود غازی کے مزار کی زیارت کے لیے بہرائچ جاتے ہیں اور ان کے جھنڈے کے نیچے جو قسم کھائی جاتی ہے اُس کو بہت کچی قسم سمجھتے ہیں اور اس کا پورا کرنا بہت ضروری جانتے ہیں اور ہندستان کے دوسرے متبرک مقامات

کی زیارت کے لیے بھی جاتے ہیں۔۔۔ دینی دعوت ص ۷۲

لیکن تبلیغی جماعت کا سکہ رائج ہونے کے بعد سے اب وہاں کے لوگ مزارات کی زیارت کو نہیں جاتے، سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت کا ان کے دل پر اب کوئی اثر باقی نہیں ہے، محبوبان خداوندی سے ان کی رُوح کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب متبرک مقامات کی فہرست میں دیوبند، سہارنپور، لستی نظام الدین اور تھانہ بھون وغیرہ کو جگہ دی گئی ہے۔

اب سننے کی چیز یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے لوگوں نے کس طرح انہیں ذہنی طور پر ایک نئے فرقے میں تبدیل کیا۔ اسے غور سے سنیے کہ یہ ایک نہایت دلچسپ داستان ہے۔ تبلیغی جماعت کے ذریعہ میواتیوں کی مذہبی اصلاحات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”بے دینی، بدعات و رسوم اور فسق و فجور کی باتیں اور عادتیں موافق ہوا و فضا نہ پانے کی وجہ سے خود بخود مضمحل ہونے لگیں۔ اس حقیقت کو ایک سن رسیدہ تجربہ کار میواتی نے بڑی بلاغت کے ساتھ بیان کیا جس پر کسی اضافے کی گنجائش نہیں۔“

قاری داؤد صاحب نے ایک میواتی سے اس کا عندیہ لینے کے لیے

پوچھا کہ تمہارے ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ بوڑھے میواتی نے کہا: اور تو میں کچھ نہیں جانتا اتنا جانوں کہ جن باتوں کے لیے پہلے بڑی کوششیں کی جاتی تھیں اور ایک بات بھی نہیں ہوتی تھی وہ اب آپ ہی آپ ہو رہی ہے اور جن باتوں کو بند کرنے کے لیے پہلے بڑی بڑی لڑائیاں لڑی جاتی تھیں اور بڑا زور لگایا جاتا تھا اور ایک بات بھی نہیں بند ہوتی تھی اب وہ بے کسے سُننے خود بخود بند ہوتی جا رہی ہیں۔۔۔ دینی دعوت ص ۹۰

اب اس کے بعد کی عبارت میں ”خود بخود بند“ ہونے کے اسباب کی تشریح ملاحظہ

فرمائیے۔ لکھتے ہیں:

”مولانا (الباس) کے نزدیک اس اصلاح و تغیر کا سب سے بڑا سبب اہل میوات کا باہر نکلنا اور خصوصاً یو، پی کے دینی مرکزوں (دیوبند، سہارنپور،

تھانہ بھون وغیرہ) جانا تھا۔۔۔ ص ۹۰

واضح رہے کہ ان سارے اقتباسات کے حوالوں سے صرف اس ماحول کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس میں ڈھل جانے کے بعد خود بخود بند ہونے کی منزل آجاتی ہے یہی ہے تبلیغی گشت کا وہ سب سے بڑا راز جس کے ذریعے صحیح الاعتقاد مسلمانوں کا مذہب خود بخود تبدیل ہو جاتا ہے۔

اس نعرہ کی تکذیب و تردید کے لیے صرف میوات ہی کا واقعہ زخموں کے نشانات نہیں ہے کم و بیش ہر جگہ اس طرح کی متعدد مثالیں مل جائیں گی کہ ایک شخص تبلیغی جماعت میں شامل ہونے سے پہلے بالکل صحیح العقیدہ مسلمان تھا عملاً بھی اور اعتقاداً بھی۔ لیکن تبلیغی جماعت کے زیر اثر کچھ ہی دنوں کے بعد اس کے خیالات بدلنے لگے یہاں تک کہ آگے چل کر وہ سخت قسم کا بد عقیدہ بن گیا۔

ہندوستان کی ایسی سینکڑوں آبادیاں خود میرے علم میں ہیں جہاں کے دوچار آدمیوں کو اسی خوشنما فریب کی راہ سے تبلیغی جماعت والوں نے اپنی تحریک میں شامل کیا اور جب دو ایک چلہ گزار کر وہ اپنی آبادی میں واپس لوٹے تو اپنی تبدیل شدہ ذہنیت کے نتیجے میں انھوں نے چند ہی دنوں میں اپنی آبادی کا مذہبی اتحاد پارہ پارہ کر ڈالا اور وہاں اختلاف خیال کی بنیاد پر ایک سنگین قسم کی فرقہ بندی شروع ہو گئی۔

مثال کے طور پر گزشتہ سے پوستہ سال ہمارا شٹر کے ایک ضلع ایوت محل کے قصبہ منیر میں تبلیغی جماعت والوں کا یہ فتنہ اتنا طول پکڑ گیا کہ وہاں دو فریق کے درمیان بحث و مناظرہ کی نوبت آگئی۔

در اصل کہنے کا مدعا یہ ہے کہ اگر تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں صرف کلمہ و نماز تک محدود ہیں اور اسے عقائد و فرقہ بندی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو اس سوال کا جواب دیا جائے کہ اس تحریک میں شامل ہو کر لوگ بد عقیدہ کیوں ہو جاتے ہیں۔ نماز اور کلمے کی خاصیت تو یہ نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لیے ماننا پڑے گا کہ تبلیغی جماعت کلمہ و نماز کی تبلیغ کے نام پر دراصل بد عقیدگی اور علیحدگی پسندی کی تبلیغ کرتی ہے اور تجربات و نتائج کے اعتبار سے یہی اس کی اصل خدمت ہے۔ ہو سکتا ہے کسی حلقے میں یہ خدمت بھی

معاہدے کے قابل ہو لیکن عام مسلمانوں کی مذہبی آسائش پر یہ انتہائی دردناک حملہ ہے۔  
 اتنی تفصیلات کے بعد بھی تبلیغی جماعت کی گراہیوں کو محسوس کرنے کے لیے اگر ذہین  
 کا کوئی گوشہ تشنہ رہ گیا ہو تو ورق اٹھیے اور ساتویں باب کا مطالعہ کیجیے۔

---

## تبلیغی جماعت اپنے گھر میں

یہاں تک تبلیغی جماعت کے متعلق جو کچھ سپردِ قلم کیا گیا ہے وہ واقعات و حقائق کی روشنی میں عقل و استدلال کا فیصلہ تھا۔ ہو سکتا ہے اس فیصلے کو کسی خارجی جذبے پر محمول کر کے کوئی راہِ حق سے گریز کا راستہ تلاش کرے۔ اس لیے اب میں تبلیغی جماعت پر اُس رُخ سے بھی روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اُس کے متعلق گھروالوں کی رائے کیا ہے؟

کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی جماعت یا فرد کے صحیح حالات سے باہر کے لوگوں کو اتنی واقفیت نہیں ہوتی جتنی واقفیت گھر کے لوگوں کو ہو کرتی ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ باہر تو آدمی اپنے چہرے پر مصنوعی تقدس اور بناوٹی خوشنمائیوں کے بہت سارے نقاب ڈالے رہتا ہے، اس کے کردار کی اصل تصویر باہر نہیں، گھر میں نظر آتی ہے جہاں زندگی کا ہر گوشہ بے نقاب رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کسی فرد یا جماعت کی اصل حقیقت سے باخبر ہونے کے لیے گھروالوں کی رائے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد قرار دی جاتی ہے۔ یہاں مذہبی تعصب اور جماعتی عناد کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں جو کچھ ہے سراسر واقعہ ہے، حقیقت کا اظہار ہے اور ایک سربتہ راز ہے جو اچانک فاش ہو گیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے متعلق خود علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کے دھماکہ خیز انکشافات پرانے کارکنوں کی زبانی جو شرمناک حالات منظرِ عام پر آئے ہیں وہ ان لوگوں کی پشت پر قدرت کا ایک تازیانہ ہیں جو دور سے تبلیغی جماعت کے نمائشی تقدس اور دینی اخلاص پر فریفتہ تھے اور ہزار فہمائش کے باوجود اپنی مذہبی خودکشی کے ارادہ سے باز آنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ حقیقت کی طرف واپس لوٹنے



کے لیے اس نے پردہ غیب سے اپنے بندوں کی خود چارہ گری فرمائی اور جو بات سوچی نہیں جاسکتی تھی اب وہ پیکر محسوس میں سامنے آگئی۔

**داستان کا آغاز** شرح اس داستان کی یہ ہے کہ قصبہ تاؤلی ضلع مظفرنگر یو۔ پی میں مدرسہ حسینیہ نام کا ایک دیوبندی مدرسہ ہے وہاں ۲۶۔ فروری ۱۹۶۸ء کو

ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں دیوبندی فرقے کے اکثر مشاہیر شریک ہوئے اور کم و بیش سارے شرکائے اپنی اپنی تقریروں میں تبلیغی جماعت پر کھل کر تنقیدیں کیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس

موضوع پر مولوی عبدالرحیم شاہ نامی ایک دیوبندی فاضل کی تقریر بہت زیادہ مبسوط اور دھماکہ خیز تھی۔ دیوبندی حلقے میں تبلیغی جماعت کے خلاف موصوف کی وہ تقریر اتنی گرانقدر اور اہم سمجھی گئی کہ

”اصول دعوت و تبلیغ“ کے نام سے وہ انجمن پریس دہلی سے چھپ کر کتابی شکل میں بھی شائع ہوگئی۔

اس کتاب کے مرتب مولوی نور محمد چندی نام کے ایک دیوبندی فاضل ہیں۔ موصوف مولانا

عبدالسبحان میواتی کے معتد خاص ہیں جو علاقہ میوات میں تبلیغی جماعت کے بہت بڑے مقتدا

جیسا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولوی محمد یوسف کے سوانح نگار نے اپنی اپنی کتابوں

میں انھیں جماعت کا سرخیل اور اتسا و عربی لکھا ہے۔

اتنی تمہید کے بعد اب کتاب ”اصول دعوت و تبلیغ“ کی اہمیت و مقبولیت اور اس کی

ظلم کشائی کا اندازہ لگانے کے لیے ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا یہ ادارہ پڑھیے۔ مدیر موصوف

لکھتے ہیں۔

”ہمارے پاس ’اصول دعوت و تبلیغ‘ کے نام سے ایک رسالہ تبصرہ کے لیے

آیا ہے جس کے مصنف مولوی عبدالرحیم شاہ صاحب (بارہ ٹونٹی صدر بازار دہلی)

ہیں۔ اس کا کافی حصہ تو اس بحث پر مشتمل ہے کہ تعلیمات قرآن و سنت سے صحیح

واقفیت کی بنا پر امت اسلامیہ کی رہنمائی و ہدایت کا حق علماء کو پہنچتا ہے۔

اس کے بعد تبلیغی جماعت کے اندرونی نظام عمل کے متعلق بھی بعض واقعات

در روایات کو منظر عام پر لایا گیا ہے۔

ہم نے اس رسالہ پر اپنے تبصرہ اور اپنی کسی بھی رائے کے اظہار کو

اس لیے روک دیا کہ ہم اولاً تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کو اس پر متوجہ کریں کہ اس رسالہ میں جو کچھ حالات بیان کیے گئے ہیں وہ ان کی تصدیق یا تردید فرمائیں۔ ۱۔ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ص ۴ بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۸ء

اس کے بعد کا حصہ بڑا ہی دلچسپ اور سنسنی خیز ہے۔ لکھتے ہیں: "اس رسالہ کی اشاعت کو کئی مہینے گزر گئے اور اخبار الجمعیتہ میں اس کے متعلق کئی مضامین بھی نکل چکے ہیں۔ اس کے باوجود تبلیغی جماعت کی طرف سے خاموشی برتی گئی۔ یہ خاموشی ایک بہت بڑے طبقے کو ذہنی علجان میں ڈال سکتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خاموشی اگر اسی طرح قائم رہی تو اس رسالہ کے مندرجات سے ایک بڑے طبقے کا متاثر ہو جانا غیر طبعی نہ ہوگا۔"۔ ماہنامہ دارالعلوم ص ۴۔

واضح رہے کہ اس کتاب کے مندرجات سے متعلق یہ تاثرات کسی معاند کے نہیں ہیں بلکہ تبلیغی جماعت کے ساتھ اپنے عقیدت مندانہ تعلق کا خود میر موصوف نے ان لفظوں میں اظہار فرمایا ہے:

"تبلیغی جماعت کے متعلق ہم نہایت خیر خواہانہ جذبات رکھتے ہیں اور مولانا ایسا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص و ایمان نے جو عظیم الشان نتائج پیدا کیے ہیں ان کے قدردان اور انہیں جماعتی اختلاف و انتشار سے محفوظ رکھنے کے آرزو مند ہیں۔"۔ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ص ۷۔

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ان شذرات سے دیوبندی جماعت میں مولوی عبدالرحیم شاہ کی آواز کا وزن واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اتنی تمہید کے بعد اب مولوی عبدالرحیم شاہ کی تقریر کا پس منظر ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی نور محمد چذینی اپنے پیش لفظ میں شاہ صاحب کی تقریر کا ایک اہم حصہ نمایاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا نے دورانِ تقریر میں خاص طور پر فرمایا کہ ہمیشہ سے اہل علم ہی قرآن اور اس کے معانی کے محافظ رہے۔ کس قدر احمق ہیں وہ لوگ جو علماء کا امتحان کر کے دین کی تنقیح کر رہے ہیں۔"

مولانا نے مزید برآں حالات پر روشنی ڈالی جو فی زمانہ کچھ ناواقفیت اندیش  
مصنوعی دین کا درور کھنے والوں (تبلیغی جماعت والوں) کی جانب سے رونما  
ہو رہے ہیں۔ میوات کا علاقہ خاص طور پر اُن کا شکار ہے۔ سیرت کا مقام ہے  
کہ جو کام اہل علم کا ہے وہ ایسے لوگ انجام دینا چاہتے ہیں جو نہ صرف دین سے  
نا آشنا ہیں بلکہ اپنی سفاہت و جہالت اور اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے معاشرہ میں  
بھی کسی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔ یہ تو اچھا سمجھیے۔ اذاکان الغراب  
دلیل قوم سہدیہم طریق الہالکینا۔۔۔ اصول دعوت و تبلیغ ص ۴۔

اپنے پیش لفظ میں مولوی نور محمد چندی نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس شک کا بھی  
زالہ کر دیا ہے کہ اس جلسہ میں تبلیغی جماعت کی نقاب کشائی کا دینی فریضہ انجام دینے میں صرف  
مولوی عبد الرحیم شاہ اکیلے نہیں تھے بلکہ دیوبندی فرقے کے دوسرے مشاہیر علماء بھی اس  
فرصت کی انجام دہی میں اُن کے شریکِ حال ہو گئے تھے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:  
” میں نے دیکھا کہ مولانا کی اس تقریر سے علماء کا مجمع اس قدر متاثر ہوا کہ مولانا  
موصوف کے بعد آنے والے ہر مقرر کا یہی موضوع بن گیا اور جو عالم بھی آیا مولانا  
کی تائید ہی کرتا ہوا۔ مجمع عوام و خواص کا یہ عالم تھا کہ اگر دو چار گھنٹے مولانا اور  
تقریر فرماتے تو تب بھی جانے کا نام نہ لیتا۔

مولانا کے بعد حضرت مولانا فخر الحسن صاحب دارالعلوم دیوبند حضرت

مولانا عبدالاحد صاحب دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا ارشد شاہ احمد صاحب مبلغ

دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری وغیرہ نے تعاریر

کیں علاوہ ان کے دیگر علمائے کرام و عزیز طلبائے دارالعلوم دیوبند و سہارنپور

کثیر تعداد میں شریکِ جلسہ تھے اور ہزاروں کی تعداد میں عوام و خواص کا مجمع تھا۔

۔۔۔ اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۔

دوسری جگہ کتاب کے حاشیے میں اس سے بھی زیادہ واضح لفظوں میں مولوی نور محمد

چندی نے شرکائے جلسہ کی نشان دہی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

” دورانِ تقریر میں مندرجہ ذیل علمائے کرام موجود تھے۔ حضرت مولانا عبدالاحد صاحب محدث دارالعلوم دیوبند، مولانا فخرالحسن صاحب دارالعلوم دیوبند، مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند، مولانا انظر شاہ کشمیری، مولانا ابوالکلام صاحب مبلغ دارالعلوم، مولانا محمد یعقوب صاحب مظاہر علوم سہارنپور۔ علاوہ ان کے دیگر قرب و جوار کے علمائے کرام اور طلباء دارالعلوم و مظاہر علوم سے اسٹیج بھرا ہوا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مولانا سب کی آواز ہیں۔“۔ اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۲۔

**ایک غیرتناک تماشا** ذرا ضمیر فروش کا یہ دلچسپ تماشا دیکھیے کہ مولوی ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند وہی حضرت ہیں جو علاقہ برار قصبہ منیر کے مناظرہ میں تبلیغی جماعت کی طرف سے وکیل بن کر آئے تھے اور تبلیغی جماعت کی بیجا حمایت کے صلے میں وہاں انھیں جن شرمناک ذلتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا شاید وہ عمر بھر نہیں بھول سکیں گے۔ رات کی خموشی کا وہ منظر بھی قابل دیدنی تھا جبکہ حق و صداقت کا مدیر ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو بار بار جھنجھوڑ رہا تھا لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ ہزاروں کا مجمع گھنٹوں منتظر رہا کہ ایک لمحہ کے لیے بھی وہ سچائی کی طرف پلٹ آئیں لیکن ایمان و دیانت کی طرف پلٹ کر نہیں آئیں گے۔

لیکن یہ قصبہ منیر تھا اب تاؤلی ضلع مظفرنگر کے جلسہ میں وہی مولوی ارشاد احمد اتنے بدل گئے کہ تبلیغی جماعت کے خلاف ہتھیاراٹھاتے ہوئے انھیں ذرا بھی جھجک نہیں محسوس ہوئی۔ جس تبلیغی جماعت کی شقاوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے رسوائیوں کا ایک وبال انھوں نے اپنے سر لے لیا تھا آج بیچ چوراہے خود انھوں نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا۔

اب اس مقام پر سو اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یا تو انھوں نے قصبہ منیر کے مناظرہ میں حق کا خون کیا تھا یا پھر یہاں انھوں نے حق کے خلاف تلوار اٹھائی ہے۔ دو خون میں سے ایک خون کا الزام ضرور ان کی گردن پر ہے۔ کہنے دیجیے کہ دیوبندی فرقے کا یہی

وہ خاص فن ہے جس کا جواب دنیا کے کسی فرقے کے پاس نہیں ہے۔ اتنی صفائی کے ساتھ وہ آنکھ کا کاہل چڑا لیتے ہیں کہ لٹنے والے کو بچر تک نہیں ہوتی اور غریب کا کام تمام ہو جاتا ہے خدا ان کے شر سے سادہ لوح مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

بہر حال مذکورہ الصدر بیانات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ تاؤنی نگر میں جو اجتماع ہوا تھا اس میں مولوی عبدالرحیم شاہ سے لے کر دیگر شرکاء تک سارے کے سارے دیوبندی جماعت کے معتقد مشاہیر تھے۔ اس لیے ان کے بیان کو تبلیغی جماعت کے خلاف کسی مذہبی تعصب پر محمول نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کتاب کے مطالعہ سے یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ مولوی عبدالرحیم شاہ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا ایباس اور ان کے بیٹے مولوی محمد یوسف کے ساتھ ایک عرصہ دراز تک تبلیغی جماعت میں کام بھی کر چکے ہیں۔

مولوی عبدالرحیم شاہ کا جماعتی مسلک واضح ہو جانے کے بعد اب ذیل میں ان کی تقریر کے اقتباسات سن لیجیے:

## ذہنی زلزلہ

مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی نے تبلیغی جماعت کے متعلق اپنے بغاوت کا محرک خیالات کی تبدیلی کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ مولوی یوسف صاحب کی زندگی میں انھوں نے بارہا جماعت کے اندرونی مفاسد کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی تھی لیکن ہر بار انھوں نے گریز اور چشم پوشی سے کام لیا۔ اب موصوف ہی کے الفاظ میں یہ پوری کہانی سنئے:

”تقریباً پانچ چھ سال تک مسلسل مولانا مرحوم (مولانا محمد یوسف) کو اس کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں۔ اور میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ حضرت اگر آپ نے توجہ نہیں فرمائی تو علمائے کرام زیادہ عرصہ خاموش نہیں بٹھیں گے اور ضرورت ان کو مجبور کر دے گی جس کے نتیجے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا حالات ہوں؟“

— اصول دعوت و تبلیغ ص ۴۶۔



”ہنگ آمد بنگ آمد“ کی حالت پیدا ہو جانے کے بعد اب موصوف کے اقدامات کی تفصیل خود انہی کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں :

”بالآخر جب میں نے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں دیکھا تو میں نے استخارہ کیا اور خوب دعائیں کیں۔ الحمد للہ! جب مجھے خوب شرح صدر ہو گیا تو میں نے تبلیغی جماعتوں کی موجودگی میں ان کمزوریوں کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا جو مسلمانوں کے لیے ستمِ قاتل کا درجہ رکھتی ہیں۔“ - اصول دعوت و تبلیغ ص ۲۶۔

لگاتار چھ سال تک تبلیغی جماعتوں کے جن مفاسد کی

**مفاسد کی نشان دہی** طرف مولوی عبدالرحیم شاہ نے سابق امیر جماعت مولوی محمد یوسف کی توجہ مبذول کرائی اور ان کی مہربانہ چشم پوشی کی وجہ سے وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور اب انہوں نے استخارہ کر کے رو و قدح کی راہ متعین کی ہے۔ لہذا موصوف کے استخارہ اور شرح صدر کے نتیجے میں کم از کم اتنی بات تو ضرور ان کے قردانوں کو تسلیم کرنی ہو گی کہ عالم بالا کا اشارہ بھی اسی طرف ہے کہ تبلیغی جماعت کو دین کی سلامتی کے لیے خطرہ سمجھا جائے اور اس خطرہ سے مسلمانوں کو متنبہ کیا جائے۔

اب ذیل میں تبلیغی جماعت کے ان مفاسد کی تفصیل پڑھیے جس نے مولوی عبدالرحیم شاہ جیسے ایک جان نثار تبلیغی رہنما کو تڑپا دیا اور وہ ہزار ہو کر علیحدہ ہو گئے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں :

” (تبلیغی) جماعت کے بعض نا عاقبت اندیش آپس میں اختلاف اور تخریب کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ تبلیغی اجتماعات میں تو بڑی سرگرمی دکھاتے ہیں اور دوسرے اجلاسوں کے ساتھ مخالفانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور ہر علاقے کے خواص و امیر جماعت مبلغین کی یہ عمام شکایات ہیں کہ وہ بڑے بڑے عالم کی نہ خود تقریر سنتے ہیں بلکہ ان کا اور ان کی تقریر کا سبکی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔“ - اصول دعوت و تبلیغ ص ۴۳۔

مولوی عبدالرحیم شاہ کا یہ بیان سرسری طور پر پڑھ کر گزر جانے کی چیز نہیں ہے۔

انہوں نے فتنوں کی دھڑکتی ہوئی تہیض پر ناگلی رکھ کر ایک جان لیوا مرض کا انکشاف کیا ہے۔ جو لوگ تبلیغی جماعت کے کارکنوں سے کچھ بھی سابقہ رکھتے ہیں وہ شاہ صاحب کے اس بیان کی حرف بچرف تصدیق کریں گے۔ تبلیغی جماعت کے ماحول میں جنم لینے والا یہ مرض اس درجہ مہلک ہے کہ اس کے جراثیم سے سارا مسلم معاشرہ ایک دن موت کے گھاٹ اتر سکتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستگی کے بعد آدمی اس قدر متعصب اور تنگ نظر ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی دینی خدمت کو خدمت ہی نہیں سمجھتا۔ اپنے دائرہ کے علاوہ سارے دائروں سے کٹ کر اور اپنے علماء کے علاوہ سارے مذہبی خادموں کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر وہ ایک بالکل الگ تھلگ معاشرہ کا آدمی بن جاتا ہے۔ کہنے دیا جائے کہ عام مسلمانوں کے مفادات سے بیگانہ کر کے کسی کو اپنا ذہنی غلام بنا لینا کوئی دین کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ دین اور اہل دین سے بدترین قسم کی علیحدگی پسندی اور منافرت کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔

**ذہنی تعصب کا آزار** اسی جذبہ مذہب کے زیر اثر تبلیغی جماعت کے لوگوں میں ذہنی تعصب اور تشدد آمیز علیحدگی پسندی کا رجحان جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں:

” جہاں بھی تبلیغی جماعت کا اقتدار ہے ائمہ و مدرسین کو مخالفت قرار دے کر فوراً ان کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے خواہ کیسی ہی تعلیمی صلاحیت رکھتا ہو۔ میں اس کی تفصیل بھی پیش کر سکتا ہوں مگر میرا مقصد جزئیات کو جمع کرنا نہیں بلکہ اس غلط ذہن کو اجاگر کرنا ہے جو خاموشی کے ساتھ پرورش پا رہا ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور دوسروں کو اس سے بچانا چاہتا ہوں۔“

:- اصول دعوت و تبلیغ ص ۴۸ -

اس طرح کے خطرناک ذہنوں کا خاموشی کے ساتھ پرورش پانا امت مسلمہ کے مستقبل کیلئے جتنا مضرت رساں ہو سکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ کسی بھی ذہن کی یہ حالت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ علیحدگی پسندی کا جذبہ نقطہ انتہا پر پہنچ جائے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ساتھ جب تبلیغی جماعت والوں کی جارحانہ ذہنیت کا یہ حال ہے کہ ان کا وجود تک برداشت نہیں کر رہے ہیں تو عام مسلمانوں کے حتیٰ میں ان کے جماعتی تعصب کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے متعلق مولوی عبدالرحیم شاہ کی جہالت کی دینی پیشوائی کا ماتم تقریر کا یہ حصہ ایک جلعے ہوئے انسان کی دردناک

پہنچ کا آئینہ ہے۔ لفظ لفظ سے دل کا اضطراب لہو کی بوند کی طرح ٹپک رہا ہے۔ تبلیغی جماعت کی گمراہی کا چرچتا ہوا طوفان دیکھ کر موصوف تمللا اٹھے ہیں اور ساری مصلحت بالائے طاق رکھ کر فرماتے ہیں:

”میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جماعت کا یہ تجربہ مجبوراً بادل ناخواستہ کر رہا ہوں اور دینی تقاضا و ضرورت سمجھ کر۔ کیونکہ جب ان نابالغ مقصدوں (تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغین، نے خطاب عام شروع کر دیے جن کی شدتاً ان کو اجازت نہیں ہے اور انہوں نے اس کام کی افضلیت پر حد سے تجاوز کیا اور دوسرے دینی شعبوں کی کھلم کھلا تحقیر (تحقیر، شروع کر دی اور ذمہ داروں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اب تک ان کو نہیں روکا یا وہ رُکے نہیں تو ایسی صورت میں ذمہ داری کی بات ہے کہ حقیقت حال واضح کی جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے“۔ اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۲۔

تقریر کا یہ حصہ بھی توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے:

”غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کپوڈر تک نہیں ہو سکتا مگر لوگوں (تبلیغی جماعت والوں) نے دین کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کا جی چاہے وعظ و تقریر کرنے کھڑا ہو جائے۔ کسی سند کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہی موقع پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے ”نیم حکیم خطرہ جان اور نیم نلا خطرہ ایمان“ ص ۵۲

مسلمانوں میں فتنے کے داخلے کے لیے یہ سب سے بڑا دروازہ ہے جسے تبلیغی جماعت

نے کارِ ثواب سمجھ کر کھول دیا ہے۔ بظاہر یہ بات بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے کہ سب کو

تبلیغ کے کام میں لگ جانا چاہیے لیکن سنجیدگی کے ساتھ نتائج پر غور کیجئے تو یہ اقدام اتنا ہی خطرناک ہے جتنا خطرناک کہ کسی انجان آدمی کو ڈرائیور کی جگہ بٹھا دینا ہے۔ کوئی بھی دین کے ساتھ یہ مذاق اسی حالت میں کر سکتا ہے جبکہ دین کی قدر و منزلت اس کے دل سے بالکل نکل جائے اور صرف اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کے لیے انجان آدمیوں کو وہ محاذ جنگ پر بھیج دے۔

ہو سکتا ہے کوئی اس طرح کے اقدامات کو تحسین کی نظر سے دیکھے لیکن سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: **إِذَا أَوْتِيَ الْأَمْرُ إِلَىٰ غَيْرِ أَهْلِهِ فَانظُرِ السَّاعَةَ**۔ جب (دین کا) کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ دوسری حدیث میں دین کی ناقدری اور علم کے فقدان کی آخری حالت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں: **إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ دُؤْلًا سَاجِدًا لِغَيْرِهِ فَانظُرُوا فَانظُرُوا فَانظُرُوا**۔ (متفق علیہ) جب علم اٹھایا جائے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مذہب پیشوا بنالیں گے۔ ان سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بغیر علم کے مسئلے کا جواب دیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود بھی گمراہی کا شکار ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

تبلیغی جماعت اپنے جماعتی اقتدار کی ہوس میں ناخواندہ پیشواؤں کا وجود ستہ تیار کر رہی ہے کیا عجب ہے کہ آگے چل کر انہی کے ذریعہ فرمان نبوی کی تصدیق ظہور میں آئے۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا یہ اقدام علامات قیامت ہی کی ایک ابتدائی کڑی ہے۔ قیامت جس طرح ایک ہولناک چیز ہے اس کی نشانیاں بھی کم خوفناک نہیں ہیں۔ امت میں ایک فتنہ کا دروازہ کھول دینا کوئی فخر کی بات نہیں ہے بلکہ ماتم کرنے کی جا ہے کہ فتنہ قیامت کے ظہور کے لیے نوشتہ قدرت نے تبلیغی جماعت ہی کو نامزد کیا ہے۔

تلاز کی سخت کا آزار مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی نے بڑی جرأت کے ساتھ تبلیغی جماعت والوں کی نماز کی سخت کا ہادو توڑا ہے۔

نماز کی عظمت و ارجندی دونوں جہاں میں مسلم ہے۔ لیکن کسی نمازی کو عزازیلی غرور میں بدست ہو کر بیکنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ نماز کے نام پر تبلیغی جماعت کے لوگ مسلم

معاشرے میں جو نت نئے نئے اٹھارہے ہیں مولوی عبدالرحیم شاہ نے بڑے شائستہ پیرائے میں ان کی نشان دہی کی ہے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

”میرے دل میں ان مسلمانوں کی بڑی قدر ہے جو محض دینی جذبہ اور اخلاص سے دین سیکھنے کے لیے نکلتے ہیں اور نمازی بن کر لوٹتے ہیں۔ لیکن اگر علماء و مدارس و خانقاہ و دیگر دینی شعبوں کی تخفیف (تحقیر کا جذبہ) ساتھ لے کر لوٹے تو میرے نزدیک ایسا تہجد گزار بھی بڑا مجرم ہوگا۔ ایسے بے نمازی کے مقابلے میں جو ان سب کی عزت و احترام کرتا ہے اور اس کو گناہ کا احساس اور اس پر ندامت ہے۔

کیونکہ بے نمازی کی مضرت اس کی ذات تک ہے اور دوسرے کی

مضرت متعدی ہے پوری نسل کو نقصان ہوگا۔“۔ ص ۵۴۔

کتنے پتے کی بات کہہ گئے ہیں شاہ صاحب! گہرائی میں اتر کر اگر کوئی سوچے تو شام و سحر تبلیغی جماعت کے آزار سے نجات حاصل کرنے کی دعا مانگے۔ بلکہ اس دعا میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو شریک کرنے کے لیے بے چین ہو جائے۔ آخر اس صورت حال کو کون برداشت کر سکتا ہے کہ کسی ایک فرد کے نفع موبہوم کے لیے بہت سارے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ یقین نہ آئے تو قریب سے جھانک کر دیکھیے! تبلیغی جماعت نماز کے نام پر یہی کاروبار کر رہی ہے۔ ایک نمازی کے بھیس میں وہ ہزاروں مسلمانوں کے ایمان و اعتقاد کے لیے ایک نئے قاتل کو جنم دیتی ہے۔

تبلیغی جماعت کی جدوجہد سے بظاہر مسجد میں ایک نمازی تو بڑھ جاتا ہے لیکن مسجد کے باہر کتنے مسلمانوں کا یقین و اعتقاد ذبح ہو جاتا ہے۔ اس کی تعداد اب تک قلم بند نہیں ہو سکی ہے۔ جب تک کوئی بے نمازی رہتا ہے اپنی ذات کے لیے مصیبت بنا رہتا ہے لیکن تبلیغی جماعت کے کیپ سے واپس لوٹتے ہی جہاں اس نے دو سجدے ادا کیے کہ اب پورے معاشرہ کی مذہبی سلامتی کے لیے وہ ایک دردناک آزار بن جاتا ہے۔



کچھ اور زخموں کے نشانات  
تبلیغی نخوت کے آزار سے ملت کا شیرازہ پارہ پارہ  
ہو رہا ہے اس کی تصویر کھینچتے ہوئے شاہ صاحب

نے چند واقعات کی نشان دہی کی ہے۔ موصوف کی تقریر کا یہ حصہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے،

”اسی وجہ سے آج ہر جگہ انشاد و اختلاف پھوٹ پڑا ہے جس کا سب سے

زیادہ مظاہرہ ہمارے علاقہ میوات میں ہو رہا ہے۔ اکرام مسلم کی اتنی مشق کے

بعد بھی علماء کی آبروریزی انتہائی تعجب خیز بات ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ

یہ لوگ ذہنی اور عملی طور پر ایک جماعت سے منسلک ہو گئے ہیں۔

آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ فیروز پور جھر کہ میں ایک مولوی صاحب

کو لاٹھیوں سے زخمی کر دیا گیا۔ اسی طرح استاذ الاساتذہ شیخ میوات

حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالمنان صاحب

کو سنگار میں گھیر لیا گیا کہ مارو یہ تبلیغ کے مخالف ہیں۔

اس کے علاوہ متعدد واقعات ہو رہے ہیں۔ بیچارے عوام سیدھے سادے

وہ کیا جانیں کہ حقیقت حال کیا ہے؟..... ان حالات کی وجہ سے انتہا تو

یہ ہو گئی ہے کہ بہت سے پڑانے مبلغین علیحدہ ہو گئے یا علیحدہ کر دیے گئے۔

-۱- ص ۵۶-

تبلیغی جماعت والوں کی فتنہ پر داز ذہنیت، تماشائی تقدس اور تبلیغی نخوت کی ایک

تصویر اور ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف بیان کرتے ہیں:

”جو ان لوگوں کی بے اصولیوں اور بے ضابطہ تقریروں کی روک ٹوک کرنا ہے

تو مرکز میں خواص و عوام میں اس کو تبلیغ کا مخالف مشہور کرتے ہیں اور اس

کے لیے بالکل ایسے انداز اختیار کرتے ہیں جیسے رضا خانی وغیرہ۔

کوئی اُن سے یہ دریافت نہیں کرتا کہ بھائی یہ تو بتاؤ، کیا مخالفت

کی ہے؟ بلکہ اس کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی صحیح

معلومات کرے تو حقیقت ذاتی رنجش نکلے گی اور انتقام لینے کے لیے اس کو

تبلیغ کا مخالف مشہور کر دیا۔

خیال کیجئے جو تحریک علماء اور عوام میں ربط پیدا کرنے کے لیے شروع کی گئی تھی وہی تحریک آج علماء و مدارس سے بعد و دوری کا سبب بنتی جا رہی ہے۔

کچھ عجیب سی بات ہے جو تبلیغی جماعت سے جتنا قریب ہوتا وہ اتنا ہی دوسرے علماء سے بعید تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟

اور جس نے دو چار چلے دے دیے تو پھر اُس کی ترقی درجات کے کیا کہنے؟ پھر تو وہ علماء کی بھی کوئی حقیقت اپنے سامنے نہیں سمجھتا۔ ص ۵۰۔

یہ ہے وہ عزازلی نخوت جس نے اس کی لاکھوں برس کی عبادت کا ناس لگا دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تبلیغی جماعت اپنے نمازیوں میں اس طرح کی نخوت پیدا کر کے دین کی کوئی خدمت انجام دے رہی ہے۔ اس طرح کی تبلیغ سے کیا فائدہ جو اچھے خاصے آدمی کو شیطان کے پہلو میں بٹھا دے۔ لوگوں کو علماء اسلام کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے نفس کا غلام بنا لینا یہ بھی جاہ پرستی کی بدترین قسم ہے۔ جو لوگ اسے دین کی تبلیغ کہتے ہیں وہ ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر مذہبی خسارہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ علماء اور عوام کے درمیان بے اعتمادی کی دیوار کھڑی کر دی جائے۔ بلاشبہ یہ پیشہ ایمان کے رہنوں کا ہے جسے اب تبلیغی جماعت نے اختیار کر لیا ہے۔

تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت

مولوی عبدالرحیم شاہ نے بہت تفصیل کے ساتھ اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ تبلیغی جماعت کی موجودہ تحریک کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تبلیغی جماعت کے لوگ اپنے اجتماعات میں عام طور پر جو یہ کہا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کی موجودہ تحریک انبیاء و صحابہ کی سنت ہے تو یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے؟ نیز احادیث کی کتابوں میں تبلیغ کے جو فضائل بیان کیے گئے ہیں تو کیا ان تمام فضائل کی مصداق یہی تبلیغی جماعت ہے؟ اب

موصوف ہی کے الفاظ میں یہ دلچسپ بحث سنیے۔ فرماتے ہیں:

” اس سلسلے میں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ بہت سے حضرات نے فضائل تبلیغ پر کتابیں لکھی ہیں اور تعلیم میں انہی کو سُنایا جاتا ہے۔ اس سے بڑا مغالطہ ہو رہا ہے۔ عام طور سے لوگ ان تمام فضائل کا مصداق اس تحریک کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سخت ضرورت ہے کہ مؤلفین اس میں امتیاز پیدا کریں۔ یہ بہت بڑی تلبیس ہے اور اگر اس تحریک کو واقعی اس درجہ میں سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے افضل ہے اور یہ سنت ہے تو اس پر قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائل قائم فرمائیں اور جب یہ سنت ثابت ہو جائے تو یہ بھی بتائیں کہ اول سے لے کر آج تک یہ سنت متروک رہی ہے تو کیا سب علماء و صلحاء اور مجتہدین امت کو ہم تاریخ سنت سمجھیں؟

عجیب تضاد ہے نہ کہیں تو اس کو سنتِ نبوی قرار دیتے ہیں اور کہیں

اس کا بانی و محرک حضرت مولانا ایباس نور اللہ مرقدہ کو قرار دیتے ہیں۔ ہر طرف

وہ سوال جس کا کوئی جواب نہیں بنیادی سوال اٹھایا ہے جسے طے کیے بغیر ہرگز آگے نہ بڑھیے۔ تبلیغی جماعت کے لوگ اپنے موجودہ طریقہ تبلیغ کے متعلق ایک ہی سانس میں دو طرح کی متضاد باتیں کرتے ہیں۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ یہ انبیاء اور صحابہ کی سنت ہے اور دوسری طرف یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے بانی مولانا ایباس ہیں۔

شاہ صاحب نے ان متضاد دعوؤں پر پلے پلے کئی سوالات کر ڈالے ہیں:

پہلا سوال ہے تو یہ ہے کہ اگر واقعی یہ انبیاء اور صحابہ کی سنت ہے تو اسلام کی مستند کتابوں سے ثابت کیا جائے کہ انبیاء اور صحابہ بھی مسلمانوں میں کلمہ و نماز کی تبلیغ کے لیے اسی طرح جماعتیں بنا بنا کر گشت کیا کرتے تھے۔

دوسرا سوال ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ واقعہ یہ انبیاء اور صحابہ کی

سنت ہے تو ۲۱ مسلک کا بھی حل بتایا جائے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک یہ سنت جو متروک رہی ہے تو کیا تیرہ سو برس کے سارے پیشوایانِ اُمت کو ہم تارکینِ سنت قرار

دے دیں ؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر یہ دعویٰ صحیح ہے کہ موجودہ طریقہ تبلیغ انبیاء و صحابہ کی سنت ہے تو پھر یہ دعویٰ سرتاسر غلط ہے کہ مولانا ایباس اس طریقہ تبلیغ کے بانی ہیں۔ اور اگر یہ بات صحیح ہے کہ مولانا ایباس اس کے بانی ہیں تو پھر یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ یہ انبیاء و صحابہ کی سنت ہے۔ کیونکہ اگر انبیاء اور صحابہ کی یہ سنت ہے تو دراصل وہی اس طریقہ تبلیغ کے بانی ہوئے۔ پھر مولانا ایباس کو بانی کہنا غلط ہے اور اگر مولانا ایباس اس کے بانی قرار دیے جاتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ طریقہ تبلیغ ان کے پہلے موجود نہیں تھا اور جب موجود وہی نہیں تھا تو پھر اسے اگلے زمانے کی سنت قرار دینا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے؛ شاہ صاحب کے یہ سوالات اتنے اہم اور بنیادی ہیں کہ انہیں کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تبلیغی جماعت کے لوگ اگر کچھ بھی اپنے تئیں شرعی ذمہ داری محسوس کرتے ہوں تو ان کا اولین فریضہ ہے کہ وہ ان سوالات پر مسلمانوں کا ذہنی خلیجان دور کریں اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو اپنے جھوٹے دعوؤں کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کو فریب دینے کی عادت سے باز آجائیں۔

تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت پر بحث کا سلسلہ  
پسینہ پونچھیے اپنی جہیں سے درمیان میں آگیا ہے تو تصویر کا ایک اور رخ

ملاحظہ فرمائیے :

پچھلے اوراق میں مولوی احتشام الحسن صاحب کا نام آپ نے پڑھا ہوگا یہ مولانا ایباس کے برادرِ نسبتی اُن کے خلیفہِ اول اور اُن کے معتمدِ خصوصی ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک عمر کا طویل حصہ تبلیغی جماعت کی قیادت و رفاقت میں گزارا ہے۔ نجدی حکومت کے ساتھ تبلیغی جماعت کے معاہدہ کا سارا مرحلہ آپ ہی کا انجام دیا ہوا ہے۔ ان اہم خصوصیات کے ساتھ انہیں جان لینے کے بعد اب ایک زلزلہ خیرِ خبرِ سنیہ ہے کہ اسی کتاب

”اصول دعوت و تبلیغ“ کے آخری ٹائٹل پیج پر ”انتظار کیجیے“ کے عنوان سے ان کی ایک ”بھانڈا پھوڑ“ تحریر شائع ہوئی ہے۔ تحریر کیا ہے بیچ چوراہے تبلیغی جماعت کو انہوں نے ننگا کر دیا ہے۔ یہ تحریر انہوں نے اپنی ایک کتاب ”زندگی کی صراط مستقیم“ کے اخیر میں ”ضروری انتباہ“ کے نام سے شائع کی ہے۔

اب عالم ہجرت میں ڈوب کر ان کی تحریر کی ایک ایک سطر پڑھیے، لکھتے ہیں: ”نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن و حدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں۔“

میری عقل و فہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاس کی جہت میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف ”بدعت حسنہ“ کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جا رہا ہے..... اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔ (انتہی)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ! دیکھ رہے ہیں آپ طلسم فریب کا یہ تماشا! جب پانی سر سے اُونچا ہو گیا، جب ایک گناہ پوری شدت کے ساتھ سارے بحر میں پھیل گیا اور جب ایک فتنہ جوان ہو کر قیامت ڈھانے لگا تب کہا جا رہا ہے کہ نظام الدین کی موجودہ تبلیغ قرآن و حدیث کے موافق نہیں ہے۔

بتایا جائے کہ آج تک ساری دنیا کے مسلمانوں کو جو فریب دیا گیا ہے کہ یہ انبیاء کا طریقہ ہے، یہ صحابہ کی سنت ہے، یہ افضل ترین عبادت ہے۔ یہ دین کا اہم کام ہے، آخر اس عالمگیر گمراہی کا وبال کس کی گردن پر ہوگا؛ موجودہ حالات میں دینی ذمہ داری سے



سبکدوش ہونا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ ان سارے مسلمانوں کو جنہیں دین کے نام پر تبلیغی جماعت میں شامل کیا گیا ہے، واپس نہیں بلا لیا جاتا۔ اور سب سے سنگین الزام تو یہ ہے کہ جب مولانا ایباس ہی کی زندگی میں یہ بات طے پا گئی تھی کہ تبلیغی جماعت کی موجودہ تحریک بدعتِ حسنہ ہے، سنت نہیں ہے تو اتنے عرصہ تک مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دیا گیا کہ یہ انبیاء کا طریقہ ہے، یہ صحابہ کی سنت ہے۔ پس بتایا جائے کہ دنیا کے کئی لاکھ مسلمانوں کی اعتقادی گمراہی اور اس کے ہونناک نتائج کا ذمہ دار کون ہے؛ کہنے دیا جائے کہ کاندھلہ کے مولوی ایباس، مولوی محمد یوسف، مولوی احتشام الحسن لے کر لکھنؤ کے مولوی منظور نعمانی، مولوی ابوالحسن علی ندوی، بھوپال کے مولوی عمران، مولوی راغب اور کلکتہ کے مولوی ضیاء الدین اور حاجی غلام رسول تک، سب کے سب تبلیغی جماعت کے اس راز سے واقف تھے۔ لیکن ایک بدعت کو سنت کا درجہ دے کر سب نے دیانت کا خون کیا، سب نے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکا اور سب نے دین کے ساتھ ایک شرمناک مذاق کیا۔

اب جبکہ ایک اعتقادی گمراہی دلوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تو کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کی یہ تحریک سنت نہیں "بدعتِ حسنہ" تھی۔ لیکن بڑا ہون فریب مسلسل کا کہ اب یہ "بدعتِ حسنہ" بھی نہیں رہی بلکہ "بدعتِ ضلالت" کے خانے میں چلی گئی۔ وہ بدعتِ ضلالت جس کے مرتکب کو حدیث میں جہنم میں بشارت دی گئی ہے۔

معاذ اللہ! نفس کی تلبیس کا ذرا یہ عبرتناک تماشا تو دیکھیے کہ ایک ہی تبلیغی جماعت کبھی سنت ہے، کبھی بدعتِ حسنہ ہے اور اب بدعتِ ضلالت ہے۔

بہر حال اب جبکہ خود ہی اقرار ہے کہ وہ بدعتِ ضلالت ہے تو اب دیوبند کے تیغ زن سپاہیوں کو حکم دیا جائے کہ وہ تبلیغی جماعت کے خلاف بھی اسی جذبہٴ ثواب کے ساتھ جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں جس جذبے کے ساتھ وہ اپنے تئیں مروجہ بدعاتِ میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے خلاف جہاد کرنے میں مصروف رہا کرتے ہیں۔

کیا اب بھی فرار کی گنجائش ہے؟ کی ذاتی رائے ہے، دلائل ان کے

ساتھ نہیں ہیں۔ کیونکہ اول تو وہ ایک عرصہ دراز تک تبلیغی جماعت کے کرتا دھرتا رہ چکے ہیں بلکہ ایک طرح سے ان کی حیثیت بانیوں کی ہے۔ جماعت کے راز سے جتنے وہ واقف

ہیں کوئی بھی اتنی واقفیت نہیں رکھتا۔ اس لیے ان کی یہ تحریر کسی طرح بھی بے وزن نہیں قرار دی جاسکتی نہ ذہنی طور پر وہ اپنے جماعتی مسلک و مشرب سے مرتد ہو گئے ہیں کہ ان کے

اس اقدام کو دیوبندی جماعت کے خلاف کسی تخریبی سازش پر محمول کیا جائے اس لیے ماننا پڑے گا کہ جو کچھ بھی انہوں نے کہا ہے یہ خود ان کے ضمیر کی آواز ہے۔ اعتراف قصور

اور عذر گناہ کے لیے خدا کی طرف سے جو وقت مقرر تھا جب وہ آگیا تو دل کے پیٹ خود بخود کھل گئے۔ اس لیے یہ الزام بھی قطعاً لغو ہے کہ اتنے دنوں تک وہ کیوں خاموش رہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ”چشمہ آفتاب“ کے نام سے ان کی اس تحریر کا جو جواب شائع کیا گیا ہے اُسے پڑھ لینے کے بعد تو پوری طرح اطمینان ہو جاتا ہے کہ

مولوی احتشام الحسن صاحب کا موقف قطعاً صحیح اور حقیقت حال کے عین مطابق ہے۔ اپنے جواب میں مولوی محمد زکریا شیخ الحدیث سہارن پور سے لے کر مولوی محمود حسن گنگوہی

تک کسی نے بھی موصوف کے اس چیلنج کا جواب نہیں دیا ہے کہ نظام الدین کی موجود تبلیغ نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد و اہل ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ

صاحب محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ سب کا جواب غیر متعلق باتوں پر مشتمل ہے مولوی احتشام الحسن صاحب کے اٹھائے

ہوئے اصل نکتے پر سب نے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ ”چشمہ آفتاب“ کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کرتا ہوں تاکہ جوابات کی علمی حیثیت کا آپ بھی براہ راست اندازہ لگا سکیں۔ پہلے

کتاب کے مرتب مولوی قمر الدین مظاہری کا یہ بیان پڑھیے۔ موصوف اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

”مولانا احتشام الحسن کا دہلوی دلقول خود اس تحریک کے بانیوں میں ہیں۔“

انہوں نے مال ہی میں تبلیغی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہوئے اس کو گمراہی کی طرف دعوت دینے والی جماعت قرار دیا ہے۔

تعب ہے مولانا کا ندھلوی جو اس تحریک کے آغاز سے اب تک اس کے مؤید تھے بلکہ شروع میں ان کے قول کے مطابق ان کے ہی مشوروں سے کام ہوتا تھا اور جو اصول وغیرہ وضع ہوئے گویا سب ان ہی کے وضع کیے ہوئے تھے اب انہوں نے اس تحریک میں کونسا منکر (برائی) دیکھ لیا جو اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ چشمہ آفتاب ص ۲ شائع کردہ مکتبہ نظام کانپور اس بیان سے تبلیغی جماعت کے ساتھ مولوی احتشام الحسن صاحب کے خصوصی تعلقات پر کافی روشنی پڑتی ہے اور اپنے حلقے میں ان کے قلم کا مقام اعتبار بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

اب مولوی محمود حسن صاحب گنگوہی کے جواب کے اقتباسات پڑھیے۔ موصوف مولوی احتشام الحسن کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں اب تک یہی سمجھتا رہا کہ خرابی صحت کی وجہ سے آپ نے کا ندھلہ مستقل قیام فرمایا اور نظام الدین کا قیام ترک کر دیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکتے۔ مگر اس ضمیمہ (انتباہ والی تحریر) سے معلوم ہوا کہ حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں ہے بلکہ مُخَرَّب دین ہے۔“  
- چشمہ آفتاب ص ۷۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: آپ اس تبلیغ کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف فرما کر اس کو قلت کی تباہی کا ذریعہ فرما رہے ہیں۔

یہاں تک تو مولوی احتشام الحسن صاحب نے بات نقل کی گئی ہے اب ان کی بات کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

”آپ نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی وفات کے کتنے عرصہ بعد یہ تبلیغ بدعت حسنہ سے خارج ہو کر بدعت ضلالت

اور ملت کی تباہی کا ذریعہ بن گئی تھی۔ کیا متصلاً ہی ایسا ہوا؟ یہ ص ۶۔

الزامات کی چٹانیں بدعت ضلالت بن گئی۔ اصل سوال یہ ہے کہ مولوی ایسا کس کے زمانے میں وہ کیا تھی؟ بدعت حسنہ یا سنت؟ اگر بدعت حسنہ تھی تو اسے بدعت ضلالت میں تبدیل ہونے کے لیے منکرات کی شمولیت بہت کافی ہے وہ جب بھی شامل ہو جائیں ویریا سویر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر اس صورت میں یہ الزام جوں کاتوں باقی رہتا ہے کہ ایک بدعت کو سنت کہہ کر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ کیوں دیا گیا؟

اور اگر وہ سنت تھی تو مدت دریافت کرنے کی غیر متعلق بحث میں پڑنے کی بجائے اسے سنت ہی ثابت کر دیا گیا ہوتا تو سارا جھگڑا یہیں ختم ہو جاتا۔ پس اس واضح ترین گریز سے قطعاً یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مولوی احتشام الحسن صاحب کے چیلنج کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ذرا استدلال کا وزن ملاحظہ فرمائیے گا؛  
تعب ہے کہ جس کام سے آپ کو گہرا تعلق تھا اور جس پر آپ نے محنت بھی کی تھی۔ اس کو خراب ہوتے اور اُڑتے ہوئے بیسیوں برس صبر و سکون سے کیسے دیکھتے رہے؟ اور کوئی تحریر اس کے خلاف شائع نہیں کی۔۔۔ چشمہ آفتاب ص ۷۔

برائی بہر حال بُرائی ہے۔ چاہے اس کے خلاف کوئی آواز اٹھائے یا نہ اٹھائے۔  
برائی سے چشم پوشی کرنے کا الزام البتہ اپنی جگہ پر ہے، لیکن اس طریقہ استدلال سے کسی بُرائی کو اچھائی نہیں ثابت کیا جاسکتا۔

تیسری جگہ لکھتے ہیں۔ جواب میں خوشامد کا عنصر اتنا نمایاں ہے کہ پہلی نظر میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔

”آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بدل ہو جانے کا تو اندیشہ نہیں کیونکہ ان میں جو اہل علم ہیں وہ دلائل حقہ کی روشنی میں علی وجہ

البصیرت کام کر رہے ہیں..... لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ حضرت مولانا محمد ایاس قدس سرہ نے جس کام کی خاطر زندگی قربان کر دی اور اپنے زمانے کے اکابر و علماء اہل سنت اہل علم حضرات سے اس کی صحت و حقانیت اور مقبولیت کو تسلیم کرا لیا اور اس کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کے سپرد فرمایا۔ اس کے متعلق جب یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ دین کے نام پر ایک غلط چیز پھیل رہی ہے اور اس سے ملت تباہی و بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے تو ان کی روح کو کتنا زبردست صدمہ پہنچے گا۔“ :- چشمہ آفتاب ص ۹۔

اس جواب کا ذرا یہ عبرت ناک گوشہ ملاحظہ فرمائیے گا۔ یہ نہیں فرماتے کہ جو کام انبیاء اور صحابہ کی سنت ہے اُسے دین و ملت کے لیے تباہ کن قرار دینا خدا و رسول کی کتنی بڑی ناراضگی کا سبب ہو گا۔ غیرت و خوف بھی دلاتے ہیں تو خدا و رسول کی آزر دگی کا نہیں بلکہ مولانا ایاس کی آزر دگی کا۔ یہیں کوئی اُلٹ کر اگر پوچھ لے تو کیا جواب دیں گے کہ جب آپ حضرات کے تئیں علم غیب رسول خدا کے لیے بھی ثابت نہیں ہے تو مولانا ایاس کی روح کو کیونکر خبر ہو جائے گی کہ میری قائم کی ہوئی تحریک کو دین و ملت کے لیے تباہ کن بتایا جا رہا ہے۔

اب مولوی محمد زکریا شیخ الحدیث سہارنپور کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:

”میری رائے یہ ہے کہ عنایت الہی اس تحریک کی طرف متوجہ ہے۔ بشارات (بشارتیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس جماعت کے متعلق تو اتر سے نقل کیے جا رہے ہیں اور حضور کی طرف سے لوگوں کو اس میں شرکت کے واسطے ترغیبات و تاکیدات خوابوں میں کثرت سے کی جا رہی ہیں۔“ :-

چشمہ آفتاب ص ۱۲۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

”کثرت سے حضور کا خوابوں میں حمایت کرنا جو اتنی کثرت سے سننے میں آ رہی ہے کہ اس کا احصاء دشوار ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے امور ایسے ہیں جن کی بنا پر یہ ناکارہ مخالف کو خطرناک سمجھ رہا ہے۔“ :- ص ۱۳



اپنے حافظے پر ذرا سا زور دینے کے بعد آپ واضح طور پر محسوس کریں گے  
 از اول تا آخر کہ تبلیغی جماعت والوں کا خواب ایک لطیفے سے کم نہیں ہے۔ تبلیغی  
 جماعت کی ولادت بھی خواب ہی کے ذریعہ ہوئی تھی اور اس کی ولادت کا جواز پیدا کرنے  
 کے لیے بھی اب خواب ہی کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ ہجرت ہے کہ جس کام کو دین کا سب سے  
 اہم قرار دیتے ہیں اس کے ثبوت میں نہ قرآن کی کوئی آیت اُن کے پاس ہے نہ سرکار کی  
 کوئی حدیث۔ دلیل میں پیش کرنے کے لیے جو کچھ بھی ہے وہ چند گناہ لوگوں کے خواب ہیں۔  
 اور بس! یا پھر یہ دھکی دی ہے کہ اگر اُسے دین کا کام نہیں سمجھا گیا تو مولانا ایباس کی رُوح  
 ناراض ہو جائے گی۔

ایک طرف علم و فضل کی جھوٹی شہرت کا یہ حال ہے کہ وہ فنا نہ عجائب کی طرح سارے  
 جہاں میں پھیل گئی ہے لیکن ذہن و فکر کے افلاس کا تماشہ دیکھیے کہ انہیں یہ تک معلوم نہیں کہ  
 شریعت کا معیار استدلال کیا ہے۔ خواب اور دھکیوں سے اگر دین کی کوئی بات ثابت ہو  
 جاتی تو دس سال تک دینی درس گاہوں میں پاڑ پیلنے کی ضرورت ہی کیا تھی؛ بہر حال  
 ذہن کی تختی پر نوٹ کر لینے کے قابل چیز ہے کہ مولوی احتشام الحسن صاحب نے تبلیغی جماعت  
 کے خلاف جن دو باتوں کا انکشاف کیا ہے ایک تو یہ کہ وہ مولانا ایباس کے زمانے میں  
 بدعت حسنہ تھی اور اب برائیوں کی شمولیت کی وجہ سے بدعت ضلالت بن گئی ہے۔ اور  
 دوسری یہ کہ موجودہ تبلیغی جماعت نہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے اور نہ حضرت مجدد الثانی،  
 شاہ ولی اللہ اور علمائے حق کے مسلک کے موافق، ان دو الزامات میں سے کسی الزام  
 کا جواب نہ مولوی محمود حسن گنگوہی نے دیا ہے اور نہ مولوی محمد زکریا شیخ الحدیث نے۔ اس  
 سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت کے سلسلہ میں خود ان حضرات  
 کا ذہن بھی قرآن و حدیث سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ صرف مذہبی جذبات کے بل پر یہ  
 لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو ایک غیر شرعی کام سے منسک رکھنا چاہتے ہیں تاکہ جماعتی  
 اقتدار کا حلقہ وسیع ہوتا رہے۔

تبلیغی جماعت کی مخالفت میں مولوی عبدالرحیم شاہ اور مولوی ایک ضرب اور احتشام الحسن صاحب کی تحریروں کو ذاتی پرغاشس پر محمول نہ کیا جائے کہ خود مولوی محمد زکریا صاحب نے اپنے خط میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے خلفاء اور ان کے خاص مریدین بھی اب تبلیغی جماعت کو پسند نہیں کر رہے ہیں حالانکہ تبلیغی جماعت کے ساتھ تھانوی صاحب کا جو داخلی تعلق تھا وہ بتانے کی چیز نہیں ہے۔ اُسے سب جانتے ہیں۔ اس کے باوجود تھانوی صاحب کے خلفاء اور مریدین خاص کا تبلیغی جماعت سے برگشتہ ہو جانا بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔ سب کے متعلق یہ کہہ کر نکل جانا آسان نہیں ہے کہ ان تمام لوگوں کو تبلیغی جماعت سے ذاتی پرغاشس ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ تبلیغی جماعت کی گمراہی اب سب نے محسوس کر لی ہے۔ مولوی محمد زکریا صاحب کے اس خط کا یہ جملہ نوٹ کر لیجئے۔ موصوف لکھتے ہیں:

” البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے بعض خلفاء اور خواص اس (تبلیغی جماعت) کو پسند نہیں فرماتے؛۔ چشمہ آفتاب ص ۱۱۱ اتنے پلے پلے الزامات کے بعد بھی اگر کوئی شخص تبلیغی جماعت سے خوش عقیدگی رکھتا ہے تو اس کے متعلق سوا اس کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی غیرت ایمانی مرحلی ہے اُسے اب خدا و رسول کی خوشنودی عزیز نہیں بلکہ تبلیغ کی راہ سے صرف اپنے اقتدار کی نمائش پسند ہے۔“

درمیان میں یہ ایک نئی بحث چھڑ گئی تھی۔ اب پھر مولوی عبدالرحیم شاہ کی تقریر کی طرف پلٹتے۔ ابھی ان کی تقریر کے بہت سے اہم اجزا باقی رہ گئے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے لوگ جب شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں تو عجز و اخلاص کی ایسی نمائش کرتے ہیں کہ آدمی شرم سے پانی پانی ہو جائے لیکن آہ! کسے معلوم ہے کہ چہروں کے میک اپ کے پیچھے نفسانیت و ہوس کے کیسے کیسے شیطان انگڑائی لیتے ہیں۔ مولوی عبدالرحیم شاہ نے

مرکزی امیر جماعت حضرت جی کے چہرے سے نقاب اٹھ کر ان کے دینی اخلاص کا سارا بھانڈا پھوٹا دیا ہے۔

لکھا ہے کہ فیروز پور جھگر علاقہ میوات میں مدرسہ حافظ الاسلام کے نام سے ایک دینی مدرسہ تھا موصوف زبردستی اس کے سرپرست بن گئے اور اس مدرسہ پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے جھگڑے کو اتنا طول دیا کہ وہ مدرسہ ویران ہو گیا۔ اس طویل واقعہ پر شاہ صاحب کے بیان کا یہ دلچسپ حصہ پڑھنے کے قابل ہے:

”اوصغر منتظم کمیٹی نے مولانا (العام لکھنؤ امیر جماعت) پر اس سرپرستی کے خلاف دعویٰ کر دیا ہے جس کی وجہ سے علاقہ میں خوب رتہ کشی ہو رہی ہے اور اختلاف کی نئی نئی شاخیں رونما ہو رہی ہیں۔ تقریباً ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے کہ مدرسہ بند پڑا ہے۔“ ص ۶۰

یہ شرمناک حالات بیان کرنے کے بعد مولوی عبدالرحیم شاہ کہتے ہیں:

”اب آپ ہی حضرات سے دریافت کرتا ہوں کہ ایک طرف تو عاجزی و انکساری کی نمائش، دوسری طرف استغناء و برتری کا یہ عالم! آپ ہی فیصلہ کریں کہ اس عاجزی میں کتنا اخلاص ہے۔“ ص ۶۰

ملاحظہ فرمائیے! یہ ہے کردار اس جماعت کے سربراہ کا جو اپنے آپ کو روئے زمین کا فرشتہ سمجھتا ہے۔ ایک دینی درس گاہ ویران و برباد ہو سکتی ہے لیکن اقتدار کی مسند خالی نہیں کی جاسکتی۔ نفس کے شیطان کی یہ سرکشی بھی قابل دید ہے۔

تبلیغی جماعت کے اندر ان کھلے ہوئے شرعی نقائص اور گمراہ کن ترکش کا آخری تیر مفاسد کے باوجود بہت سے لوگ یہ غدر پیش کرتے ہیں کہ مان یا تبلیغی جماعت خواب ہی سہی لیکن کچھ تو دین کا کام کر رہی ہے۔ ویسے خرابیاں کہاں نہیں ہوتیں پر اچھاٹیوں کا بھی تو کچھ ستی ہے! مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی نے اس خوشنما فریب کا نہایت شاندار جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کروں۔ علمائے کرام کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ

چلو دین کا تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے۔ ہوتا رہے۔ غلطیاں کہاں نہیں ہوتیں؟  
 میں سمجھتا ہوں کہ کچھ غور سے کام نہیں لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بے نمازی  
 ہونا عملی تصور ہے اور علماء و مدارس کا استخفاف اور افضل کو غیر افضل یا غیر  
 سنت (بدعت) کو سنت سمجھنا وغیرہ اعتقادی تصور ہے۔ میں یہ سمجھنے سے  
 قاصر ہوں کہ چند اعمال کی اصلاح کے پیش نظر عقائد میں تصور کو نظر انداز کر دینا  
 کہاں تک شرعی نقطہ نظر سے درست ہے؟ صحیح عقائد و نجات ہیں، اعمال  
 و نجات نہیں۔ ص ۶۴۔

قارئین کرام سے عرض کروں گا کہ زحمت نہ ہو تو خط کشیدہ سطروں کو پھر ایک بار  
 پڑھیے اور ہو سکے تو بار بار پڑھیے۔

تقریر کا یہ حصہ پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ جیسے مولوی عبدالرحیم شاہ نے ہمارے  
 منہ کی بات چھین لی ہے۔ سا لہا سال سے ہم چیخ رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت کی ظاہری  
 خوشنمائیوں پر نہ جائیے عمل کی اصلاح کے نام پر عقیدہ خراب کرنے کی یہ ایک خاموش  
 تحریک ہے۔ دل موہ لینے والے نعروں کے پیچھے شقاوت باطنی کا ایک خوفناک طوفان  
 چھپا ہوا ہے۔ یقین و اعتقاد میں بگاڑ پیدا ہو جانے کے بعد کردار و عمل کی درستگی کوئی چیز  
 نہیں ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کسی صحت مند جسم سے روح نکال لی جائے۔  
 لیکن ماتم کیجئے حالات کی بدبختیوں کا کہ ہر بار ہماری چیخ کو بیجا حمایتوں کے شور میں  
 دبا دیا گیا۔ اب جبکہ فتنہ سر پر چڑھ کے آواز دے رہا ہے تو مجبوراً ہماری ہی صدائے  
 بازگشت کو مستعار لینا پڑا ہے۔ بہر حال اب بھی وقت نہیں گزرا ہے، شعلے کے لیے  
 عمر کا ایک لمحہ بھی کافی ہوتا ہے۔ آج بھی اگر امتِ محمدی کی خیر خواہی کا جذبہ بیدار ہو جائے  
 تو وقت کے ایک بہت بڑے فتنے کو موت کی نیند سلا یا جاسکتا ہے۔

ہم کب سے کہتے آ رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت کسی اصلاحی تحریک کا  
 حقیقت بے نقاب نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نیا دین ہے جو دینِ محمدی سے تصادم  
 کے لیے ظہور میں آیا ہے لیکن یہ بات چونکہ ہمارے منہ سے نکلی تھی اس لیے اسے دوسرا

رنگ دے دیا گیا مگر حقیقت کا انکار کہاں تک کیجئے گا کہ اب تو مولوی عبدالرحیم شاہ نے بھی مشاہیر دیوبند کے مجمع عام میں بر ملا اس حقیقت کا اعتراف کر لیا ہے کہ تبلیغی جماعت اب صرف کوئی اصلاحی تحریک نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ وہ ایک نئے دین میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے لوگ اپنے مخالفین کو مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ کافر و مرتد یقین کرتے ہیں کیونکہ تبلیغی جماعت کے مرکز پر ایمان لانا اب اسلام کا چھٹا رکن بن گیا ہے۔ موصوف ہی کے الفاظ میں یہ وحشت ناک خبر سنئے۔ فرماتے ہیں:

”ہیں حیران ہوں۔ کیا کہوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ پتہ نہیں کب سے تبلیغی جماعت کا مرکز بھی ایمانیات میں داخل ہو گیا ہے اور اس کا مخالف کافر قرار پایا ہے۔“

۔۔ ص ۶۱

اگر تبلیغی جماعت کا دین بھی وہی دین ہے جسے پیغمبر آخر الزماں لے کر مبعوث ہوئے تھے تو بتایا جائے کہ دین محمدی میں اس چھٹے رکن پر ایمان لانے کی شرط کہاں ہے؟

اسی بحث کے ضمن میں مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی نے اپنی **میوات میں کافر گری** تقریر میں صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ میوات جو تبلیغی جماعت کا مفتوحہ علاقہ ہے وہاں اب کلمہ و نماز کی تبلیغ کے بجائے کافر گری کی تبلیغ خوب زور شور سے ہو رہی ہے۔ تبلیغی جماعت کے مخالفین کو وہاں عام طور پر کافر و مرتد سمجھا جاتا ہے۔ میوات کے پرانے اور پختہ کار مبلغین ہر آبادی میں اسی طرح کا ذہن گھول رہے ہیں۔ مولوی عبدالرحیم شاہ کی یہ ہولناک خبر انہی کے الفاظ میں پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

”ہمارے میوات والے ماشاء اللہ عرب و عجم میں مسلمان بناتے بناتے اکتا گئے۔ جی بھر گیا۔ اس لیے میوات کے بعض سرگرم مبلغین و علمائے مسلمانوں

کو کافر و مرتد بنانا شروع کر دیا ہے۔“۔۔ ص ۶۱۔

غور فرمائیے! مولوی عبدالرحیم شاہ کتنے پتے کی بات کہہ گئے۔ تبلیغی جماعت والے اگر عرب و عجم کے مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے تو انہیں از سر نو کلمہ پڑھا پڑھا کر مسلمان ہی کہلان بناتے۔ کلمہ تو وہ اسی لیے پڑھاتے ہیں کہ انہیں مسلمان نہیں سمجھتے۔ اب دوسرے



رُخ سے یہی مہم وہ میوات میں چلا رہے ہیں۔  
 کتاب کے مرتب مولوی نور محمد چندینی نے بھی کتاب کے ماحیثے پر میوات کی تبلیغی جہت  
 کے کارکنوں کا یہ حال لکھا ہے:

” اگر ذرا بھی طاقت حاصل ہو جائے اور جو مرکز آئے تو اسے تو بالکل مرتد  
 کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔“ - نور محمد چندینی ص ۶۰ -

کتاب ” اصول دعوت و تبلیغ “ پر تبصرہ  
 مولوی عبدالرحیم شاہ کے چند خطوط ختم ہو گیا۔ مگر ایک دلچسپ کہانی سنانے کے لیے  
 میں آپ کے قیمتی لکھات کا کچھ حصہ اور لوں گا۔ ” چشمہ آفتاب “ نام کے جس رسالہ کا ادوار سوا لہ گزر  
 چکا ہے اس کے متعلق کتاب ” اصول دعوت و تبلیغ “ کے آخری ٹائٹیل پر مولوی نور محمد  
 چندینی نے ایک اعلان شائع کیا ہے کہ اس رسالہ کا جواب مولوی عبدالرحیم شاہ لکھ رہے ہیں۔  
 چنانچہ میں نے اس سلسلے میں مولوی عبدالرحیم شاہ کو بارہ ٹوٹی دہلی کے پتے پر ایک خط لکھا  
 کہ جواب شائع ہو گیا ہو تو ایک نسخہ بھیج دیجیے۔ اپنے خط میں ان کی مطبوعہ تقریر کے متعلق بھی  
 میں نے تحسین کے چند کلمات لکھ دیئے تھے۔ موصوف نے میرے خط کا جواب دیا تھا اس  
 کی حرف بگڑ نقل یہ ہے:

” چشمہ آفتاب کا جواب ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں  
 ایک ماہ اور لگ جائے۔ باقی آپ نے بڑی ہوشیاری سے ایک دو لفظ  
 لکھ کر کتاب ” اصول دعوت و تبلیغ “ کی تعریف فرمائی ہے۔ اس کا شکر گزار  
 ہوں۔ مگر اتنا کافی نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ اس پر سیر حاصل تبصرہ فرمائیں اور  
 ماہنامہ میں شائع بھی کریں۔“

احقر عبدالرحیم، فروری ۱۹۶۹ء

بارہ ٹوٹی - صدر بازار دہلی ۷

اس خط کے بعد مولوی عبدالرحیم شاہ کی کتاب ” اصول دعوت و تبلیغ “ پر میں نے  
 جام نور کے شمارہ بابت فروری ۱۹۶۹ء میں ایک مبسوط تبصرہ شائع کیا تھا اب اسے حسن اتفاق  
 ہی کیسے کہ جس کا بیشتر حصہ اس باب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ احمد آباد کے قاری محمد اسماعیل

صاحب ٹنکاروی کے ذریعہ انہیں کسی طرح اس تبصرہ کی اطلاع ہوگئی۔ اس لیے انہوں نے دوسرا خط مجھے لکھا، جس کی نقل درج ذیل ہے:

”مجھے مولانا محمد اسماعیل صاحب ٹنکاروی احمد آباد کے خط سے معلوم ہوا کہ فروری ۱۹۶۹ کے آپ کے پرچہ میں میری کتاب ”اصول دعوت و تبلیغ“ پر کوئی تبصرہ شائع ہوا ہے۔ میں خواہش مند ہوں کہ آپ برائے کرم فوراً بذریعہ پوسٹ پرچہ روانہ فرمائیں۔“

احقر عبدالرحیم شاہ دہلوی

فروری ۱۹۶۹ء میں موصوف کا خط پا کر میں نے جام نور کا وہ شمارہ انہیں بھیج دیا۔ موصوف فروری ۱۹۶۹ء کی توہین کو وہ تبصرہ اتنا پسند آیا کہ انہوں نے اپنے بہت سارے اجاب میں اس کی تشہیر کرائی۔ ان کے محب خاص مولوی محمد عارف صاحب دہلوی کے اس خط سے تبلیغی جماعت کے باغی حلقوں میں جام نور کے تبصرہ کی پسندیدگی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو موصوف نے مجھے تحریر کیا ہے۔ کھتے ہیں:

”جناب کا تبصرہ اصول دعوت و تبلیغ پر ماشاء اللہ بہت اچھا ہے۔ میری نظروں سے گزرا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ رب العزت جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ جناب حضرت مولانا عبدالرحیم شاہ صاحب نے دکھایا تھا، واپس کر دیا گیا۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ ماہ مارچ و اپریل کے دونوں رسالے روانہ فرمادیں جو قیمت ہوگی بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دی جائے گی۔“

احقر محمد عارف دہلوی ۲۴ اپریل ۱۹۶۹ء

خطیب مسجد اہلہ الی محلہ تھورخاں دہلی ۱۱

تبلیغی جماعت کے پرانے کارکنوں کے خطوط کی نقلیں اس لیے ہیں مے پیش کی ہیں تاکہ بغیر کسی تردد کے آپ یہ فیصلہ کر سکیں کہ تبلیغی جماعت پر ہماری یہ تنقیدیں حق بجانب ہیں اور تبلیغی جماعت کے خلاف تاؤلی نگر کے اجتماع کی کارروائیوں کا جو رد عمل میرے ذہن پر ہوا ہے وہ واقعہ کے عین مطابق ہے۔ اس لیے میری نیت کے اخلاص اور میرے ضمیر کی

دیانت پر شبہ کرنے کے لیے اب کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔

مضمون کے خاتمے پر انصاف پسند قارئین سے صرف ایک بات کہنا  
**آخری تلقین** چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعتوں کی دینی شقاوتوں کو بے نقاب  
 کرنے والے جتنے حوالے ہیں اس باب میں درج کیے ہیں وہ ہمارے نہیں ہیں بلکہ دیوبندی  
 فرقے کے ذمہ دار علماء اور تبلیغی جماعت کے پُرانے کارکنوں کے ہیں اس لیے تسلیم کرنا ہوگا  
 کہ یہ سارے الزامات بالکل حقیقت پر مبنی ہیں۔ لہذا اس تاویل کے لیے اب کوئی گنجائش  
 باقی نہیں ہے کہ ہم نے کسی غلط جذبے میں صرف تبلیغی جماعت کو بدنام کرنے کے لیے یہ  
 الزامات تراشے ہیں۔

اخیر میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ مجھے کہنے دیجیے کہ کسی بھی مذہبی جماعت کے ساتھ ہمارا  
 تعلق صرف دینی مفاد اور اخروی سعادت کے جذبے پر مبنی ہوتا ہے۔ بے خبری کی حالت  
 میں جس مسلمان کا بھی تبلیغی جماعت کے ساتھ اب تک کوئی تعلق رہا ہے ہم اسے بھی نیک نیتی  
 ہی پر محمول کریں گے۔ لیکن مشاہیر دیوبند اور تبلیغی جماعت کے پُرانے کارکنوں کی زبانی ان  
 سنسنی خیز انکشافات کے بعد کیا کوئی سچا مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی اب تبلیغی جماعت کو  
 برداشت کر سکے گا؟ جو جماعت فریب کی راہ دین حق کا چہرہ مسخ کرنے اٹھی ہو اس میں ایک  
 حق پرست مسلمانوں کی شمولیت اب گنجائش کہاں ہے؟

اس لیے ہندو پاک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تمام صحیح الاعتقاد دوستوں کو یہی  
 مشورہ دوں گا کہ وہ میرے اس مضمون کے اقتباسات کی روشنی میں ہر جگہ کی تبلیغی جماعت  
 کے ہوشربا مالومات منظر عام پر آئے ہیں یا تو وہ ان کی تشفی بخش صفائی پیش کریں یا پھر  
 کفر و ضلالت کی تبلیغ کی یہ دکان بند کر دیں۔ اس کے علاوہ اخلاقی طور پر کوئی تیسری راہ اُن  
 کے لیے کھلی ہوئی نہیں ہے۔

اتنی تفصیلات کے بعد بھی تبلیغی جماعت کی مذہبی گمراہیوں کو محسوس کرنے کے لیے  
 ذہن کا کوئی گوشہ تشنہ رہ گیا ہو تو آٹویں باب کا مطالعہ کیجئے۔

## تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں

پچھلے صفحات میں تبلیغی جماعت کے متعلق جنہی تفصیلات سپردِ قلم کی جا چکی ہیں وہ اس بات کا یقین دلانے کے لیے بہت کافی ہیں کہ خیر کے نام پر دین میں فساد پھیلانا اور سادہ لوح مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرنا تبلیغی جماعت کی ساری سرگرمیوں کا اصل مدعا ہے۔

لیکن تھوڑی دیر کے لیے واقعات و تجربات کی ان شہادتوں سے الگ ہٹ کر آپ حقیقت حال کا ایک اور رخ ملاحظہ فرمائیں تو حیران و ششدر رہ جائیں گے۔ گزشتہ اوراق میں نجد کے وہابی فرقے کے ساتھ تبلیغی جماعت کے روحانی اور مذہبی ارتباط اور فکر و اعتقاد کی یکسانیت کا حال آپ نے پڑھ لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ جن کتابوں سے نجدی مذہب کے ساتھ تبلیغی جماعت کا ذہنی اور فکری تعلق ثابت کیا گیا ہے وہ خود تبلیغی جماعت ہی کی معتقد کتابیں ہیں اس لیے ایک حقیقت واقعہ کو اب غلط الزام کہہ کر چھپایا نہیں جا سکتا۔

اتنی بات ذہن نشین کر لینے کے بعد اب مجھیرت ہو کر یہ خبر پڑھے کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے سامنے قیامت تک برپا ہونے والے جن مذہبی فتنوں کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں نجد کا یہ ”فتنہ وہابیت“ خاص طور پر نمایاں ہے۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمہ فتن کے متعلق سرکار کی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

و اللہ ما ترک رسول اللہ صلی	خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃ	نے کسی بھی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا
الی ان تنقضی الدنیا بیلغ من	جو آج سے قیامت تک کسی فتنے کا بانی
معه ثلثة مائة فصاعداً الا قد	ہوگا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو یا

سماہ لنا باسمہ و اسم  
قبیلۃ -

اس سے زاید ہوگی۔ یہاں تک کہ  
حضور نے اس کا نام اور اس کے قبیلے

(ابوداؤد شریف)  
تک کا نام ہیں بتا دیا۔

اب اس حقیقت کے پس منظر میں نجدی گروہ اور اس کے تعلق سے تبلیغی جماعت کی  
بابت احادیث میں جو نشان وہی کی گئی ہے ذیل میں اس کی حیرت انگیز تفصیلات ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام بخاری نے یہ حدیث  
پہلی حدیث نقل کی ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور یمن کیلئے  
دعا فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں:

اللہم بارک لنا فی شامنا  
اللہم بارک لنا فی یمنا قالوا  
یا رسول اللہ فی نجدنا قال  
اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم  
بارک لنا فی یمنا قالوا یا  
رسول اللہ وفی نجدنا فأظنتہ  
قال فی الثالثة هناك  
الزلازل و العنتن و بہا  
یطلم قرن الشیطن -

خداوند! ہمارے لیے ہمارے شام اور  
بین میں برکت نازل فرما (دعا کرتے وقت  
نجد کے کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے) انہوں نے  
عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ۔ اس پر  
حضور نے ارشاد فرمایا خداوند ہمارے لیے  
شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ پھر  
دوبارہ نجد کے لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے  
نجد میں یا رسول اللہ! راوی کا بیان ہے  
کہ تیسری مرتبہ میں حضور نے فرمایا کہ وہ  
زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں

(بخاری)

سے شیطان کی سینک نکلتے گی۔

عام طور پر "قرن الشیطان" کا ترجمہ "شیطان کی سینک" کیا جاتا ہے لیکن دیوبند  
کے مصباح اللغات میں اس کا ایک ترجمہ "شیطان کی رائے کا پابند" بھی کیا گیا ہے۔  
(ص ۶۶۳) بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجد خیر و برکت کی جگہ نہیں بلکہ فتنہ و شر کی  
جگہ ہے۔ کیونکہ حجۃ اللغابین کی دعائے خیر سے محروم ہو جانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہمیشہ کیلئے



اس خطے پر شقاوت و بدبختی کی مہر لگ گئی۔ اب وہاں سے کسی خیر کی توقع رکھنا تقدیر الہی سے جنگ کرنا ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہاں کی خاک سے کوئی ایسا شخص ضرور اٹھے گا جو شیطان کی رائے کا پابند ہوگا یا جس طرح سورج کی پھیل جانے والی پہلی کرن کو "قرن الشمس" کہتے ہیں۔ اسی طرح شیطان کا فتنہ بھی وہاں سے سارے جہاں میں پھیل جائے گا۔

**اشارہ محسوس** نجد و حجاز کا اٹلس (جغرافیائی نقشہ) سامنے رکھئے تو آپ کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ نجد کا علاقہ مدینہ منورہ کے بالکل مشرقی سمت پر واقع ہے۔ مدینے سے سرکارِ مدینہ نے جن الفاظ میں اس سمت کی طرف اشارے کیے ہیں وہ ایک وقار و مومن کو چونکا دینے کے لیے کافی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بگاہ رسالت پناہ میں نجد کا فتنہ امت کے لیے کس درجہ ہولناک اور ایمان شکن تھا۔ اب اس عنوان پر ذیل میں حدیثوں کی قطار ملاحظہ فرمائیے۔

**دوسری حدیث** صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل کی گئی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام عند باب حفصۃ فقال بیدہ خوالمشرق الفتنۃ ہا هنا من حیث یطلع قرن الشیطن مرتین او ثلاثا۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت حفصہ کے دروازے پر کھڑے تھے وہاں سے مشرق کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ فتنہ کی جگہ یہ ہے۔ یہاں سے شیطان کی سیلنگ نکلے گی۔ راوی کو شک ہے کہ یہ الفاظ حضور نے دو بار کہے یا

(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۲)

تین بار۔

**تیسری حدیث** یہی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے پھر صحیح مسلم شریف میں ہے:

بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ فتنہ یہاں سے اٹھے گا، فتنہ یہاں سے اٹھے گا، فتنہ یہاں سے اٹھے گا جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال و هو مستقبل المشرق ان الفتنة ما هنا ان الفتنة ما هنا ان الفتنة ما هنا من حيث يطلم قرن الشيطان۔

(مسلم شریف)

پھر انہی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسلم شریف میں تیسری روایت جو تھی حدیث نقل کی گئی ہے:

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے حرم سرا سے باہر تشریف لائے اور مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کفر کا مرکز یہاں ہے جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیت عائشة فقال ما من الكفر من ما هنا من حيث يطلم قرن الشيطان یعنی المشرق۔

(مسلم شریف)

خود فرمائیے! ان تینوں حدیثوں میں صرف مشرق کی سمت ہی کا ذکر نہیں ہے کہ اس سے نجد کا خطہ مراد لینے میں کسی اور احتمال کی گنجائش نکل آئے بلکہ اس کے ساتھ ہر جگہ من حیث یطلم قرن الشيطان (جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی) کا اضافہ واضح طور پر تبارہا ہے کہ مشرق کی سمت سے کوئی دوسرا علاقہ نہیں بلکہ خاص نجد مراد ہے۔ کیونکہ بخاری شریف کی حدیث میں نجد کے نام کے ساتھ یہ وصف ذکر کیا گیا ہے اس لیے حدیث کی زبان میں مشرقی سمت کا وہ خطہ جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی نجد کے سوا اور کوئی دوسرا خطہ نہیں ہو سکتا۔

سیدی علامہ دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الدرر السنیہ

پانچویں حدیث میں کتب صحاح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل

کیا ہے:

يُخْرَجُ نَاسٌ مِّن قَبْلِ الْمَشْرِقِ  
يَقْرُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاتِيمَهُمْ  
يَسْرِقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا  
يَسْرِقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيهِ  
لَا يَعُودُونَ فِيهِ حَتَّىٰ يَعُودَ  
السَّهْمُ إِلَىٰ فَوْقِهِ سَيِّمَاهُمُ  
التَّحْلِيْقُ -  
(الدرر السنيه ص ۴۹)

کچھ لوگ مشرق کی سمت سے ظاہر ہوں گے  
جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے  
حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ  
دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر  
شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین میں  
پلٹ کر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر  
اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔ ان کی  
خاص علامت "سر منڈانا" ہوگی۔

یہی علامہ دحلان رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث بھی کتب صحاح سے اپنی کتاب  
مذکورہ میں تخریج فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَخْرُجُ نَاسٌ مِّن الْمَشْرِقِ يَقْرُونَ  
الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاتِيمَهُمْ كَمَا  
قَطَعِي قَرْنٌ نَّشَأَ قَرْنٌ حَتَّىٰ يَكُونَ  
آخِرُهُمْ مَعَ السَّيْحِ الدَّجَالِ -  
(ص ۵۰)

کچھ لوگ مشرق کی سمت سے ظاہر ہوں گے  
جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق  
کے نیچے نہیں اترے گا۔ جب ان کا ایک  
گروہ ختم ہو جائے گا تو وہیں سے دوسرا  
گروہ جنم لے گا یہاں تک کہ ان کا آخری  
دستہ دجال کے ساتھ اٹھے گا۔

ایک اور سرائع دیار نجد میں بنو حنیفہ کا قبیلہ وہی بد قسمت قبیلہ ہے جہاں سے  
شیطان کی سیگ طلوع ہوئی اور جس کی خاک سے زلزلوں اور  
فتنوں نے جنم لیا۔ جیسا کہ مولوی مسعود عالم ندوی "محمد ابن عبدالوہاب" نامی کتاب میں حاشیہ  
پر لکھتے ہیں:

"(نجد کا) جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر ریاض ہے جو آج  
سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے۔ عارض کو جبل پیامہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں  
یہ ایک پہاڑی کا نام ہے اور اس کے گرد و نواح کی زمین وادی حنیفہ اور

پیامہ کلماتی ہے شیخ الاسلام (محمد بن عبدالوہاب) کی جائے پیدائش "عیبہ" اور دعوت کا مرکز "درعیہ" دونوں اسی وادی میں واقع ہیں۔

حاشیہ کتاب محمد بن عبدالوہاب ص ۱۶۔

اب تاریخ کی ایک ٹریجڈی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ دل آزار قبیلہ شروع ہی سے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اذیت اور طبعی کراہت کا موجب رہا ہے۔ احادیث میں اس قبیلے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

علامہ دحلان نے اپنی کتاب میں کتب صحاح سے سرکار اقدس ساتویں حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

کنت لی مبداء الرسالة اعرض	کہ رسالت کے ابتدائی ایام میں ہر موسم
نفسی علی القبائل فی کل	جگہ پر باہر سے آنے والے قبائل کے
موسم ولم یجیبنی احد	سامنے میں اپنی دعوت پیش کیا کرتا تھا
جواباً اقبم و لا اخبت من	بنو حنیفہ کے جواب سے زیادہ قبیح اور
سردبنی حنیفۃ۔ (الدرر السنیۃ ۲)	ناپاک جواب مجھے کسی نے نہیں دیا۔

اسی کے ساتھ علامہ دحلان مکتی کی تخریج کردہ ایک روایت اور پڑھ لیجئے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس میں بنو حنیفہ کی وادی کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

ان وادیہم وادی فتنہ الی آخر	اُس قبیلے کی وادی سے آخری زمانے
الدھر ولا یزال فی فتنۃ من	تک فتنے اٹھتے رہیں گے اور وہ وادی
کذابہم الی یوم القیامۃ و	اپنے جھوٹے پیشواؤں کی بدولت قیامت
فی سروائۃ ویل للیمامۃ ویل	تک فتنوں سے معمور رہے گی۔ اور ایک
لا فراق لہ۔	روایت میں ہے ہلاکت جو پیامہ کے لیے

(الدرر ص ۵۲) ایسی ہلاکت جو کبھی نہ ختم ہو سکے۔

نوٹ: واضح رہے کہ مسعود عالم صاحب ندوی کی تصریح کے مطابق وادی حنیفہ کا دوسرا نام پیامہ بھی ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث  
آٹھویں حدیث نقل کی گئی ہے:

قال مامات النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم و هو یکرہ ثلاثہ  
احیاء ثقیف بنی حنیفہ و  
بنی امیہ - (ترمذی)  
انہوں نے بیان کیا کہ حضور انور صلی اللہ  
علیہ وسلم تین قبیلوں کو تاحیات ناپسند  
فرماتے رہے۔ ایک ثقیف، دوسرا  
بنی حنیفہ، تیسرا بنی امیہ۔

پہلی حدیث سے لے کر آٹھویں حدیث تک، یہ تمام حدیثیں نجد کے فتنے کو مختلف زاویوں  
سے سمجھنے اور بارگاہ رسالت میں اُس نقطے کے مقہور ہونے کی جہت کو واضح کرنے کے لیے  
بہت کافی ہیں۔ اب ذیل کی حدیثوں میں اس فتنے کے علمبرداروں کا حال اور خدو خال پڑھیے۔  
مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
نوویں حدیث منقول ہے:

قال بیما نحن عند رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ویقسم  
قما اتاہ ذوالخویصرہ و هو  
رجل من بنی تمیم فقال یا  
رسول اللہ اعدل فقال ویلک  
فمن یعدل اذ لم اعدل قد  
خبت وخسرت ان لم اکن  
اعدل فقال عمر ائذن لی  
اضرب عنقه فقال دعه فان  
له اصحابا یحقر احدکم  
صلواتہ مع صلواتہم و  
صیامہ مع صیامہم یقرؤن  
وہکتے ہیں کہ ہم لوگ حضور انور کی خدمت  
میں حاضر تھے اور حضور مالِ غنیمت تقسیم  
فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نام کا ایک  
شخص جو قبیلہ بنی تمیم کا رہنے والا تھا،  
آیا اور کہا اے اللہ کے رسول انصاف  
سے کام لو۔ حضور نے فرمایا: افسوس تیری  
جسارت پر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو  
اور کون انصاف کرنے والا ہے۔ اگر میں  
انصاف نہ کرتا تو غائب و خاسر ہو چکا  
ہوتا۔ حضرت عمرؓ سے جب نہیں رہا گیا تو  
تو غائب و خاسر ہو چکا ہوتا۔ حضرت  
عمر سے جب نہیں رہا گیا تو انہوں نے



عرض کیا حضور مجھے اجازت دیکھنے کہ میں  
اس کی گردن مار دوں۔ حضور نے فرمایا  
کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ اکیلا نہیں ہے ،  
اس کے بہت سے ساتھی ہیں جن کی  
نمازوں اور جن کے روزوں کو دیکھ کر تم  
اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر  
سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن  
قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا  
ان ساری ظاہر خوبیوں کے باوجود وہ  
دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر  
شکار سے نکل جاتا ہے۔

القرآن لا یجاوز تواقہم  
یسرقون من الدین کما  
یسرق السہم من الرمیہ۔  
(مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

یہی واقعہ دوسرے سلسلہ روایت سے بھی مروی ہے جس کے

دسویں حدیث الفاظ یہ ہیں :

ایک ایسا شخص آیا جس کی گہری آنکھیں  
کھڑ ماتھا، کچھڑی وارٹھی، ڈھلکی ہوئی گالیں  
اور مونڈھا ہوا سر کہنے لگا اے محمد! اللہ سے رو  
حضور نے فرمایا میں ہی نافرمان ہو جاؤں گا تو اللہ کی  
فرمانبرداری کون کریگا۔ اللہ نے تو مجھے زمین والوں  
پر امین بنایا ہے لیکن تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ اسی  
درمیان میں ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی  
حضور نے انہیں روک دیا جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا  
کہ اسکی نسل سے ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں  
گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا

اقبل رجل غاثر العینین ساقی  
الجبہ کث اللحیۃ مشرف  
الوجنتین مخلوق الراس فقال  
یا محمد اتق اللہ فقال فمن  
یطعم اللہ اذا عصیته فیا منی اللہ  
علی اهل الارض ولا تا منونی  
فیسل قتلہ فمنعه فلما وثی قال  
ان من صنفی هذا قوما یقرؤن  
القرآن لا یجاوز حناجرہم یرقون  
من الاسلام مروق السہم من

الرماية فيقتلون اهل الاسلام و  
 يدعون اهل الاوثان لان ادركتهم  
 لاقتلهم قتل عاد -  
 (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر  
 شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو  
 قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ  
 دیں گے۔ اگر میں انہیں پاتا تو قوم عاد کی  
 طرح ان کے ساتھ قتال کرتا۔

یہی واقعہ حضرت شریک ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے  
 گیا رھویں حدیث اس میں انہوں نے اس گستاخ شخص کے متعلق سرکار رسالتاً  
 کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ثم قال يخرج في اخر الزمان  
 قوم صاۓ هذا منهم يقرون  
 القرآن لا يجاوز تراقيهم  
 يبرقون من الاسلام كما  
 يبرق السهم من الرمية سياهم  
 التحليق لا يزالون يخرجون  
 حتى يخرج اخرهم مع المسيح  
 الدجال فاذا لقيتوهم هم  
 شر الحنق والخليقة -  
 (مشکوٰۃ ص ۳۰۹)

پھر حضور نے فرمایا کہ آخری زمانے میں  
 ایک گروہ نکلے گا گویا یہ شخص اسی گروہ کا  
 ایک فرد ہے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن  
 قرآن ان کے علق کے نیچے نہیں اترے گا  
 وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے  
 جیسے تیر شکار سے ان کی خاص پہچان  
 "سرمنڈانا" ہے وہ ہمیشہ گروہ درگروہ  
 نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری  
 دستہ مسیح و جال کے ساتھ نکلے گا جب  
 تم ان سے ملو گے تو انہیں اپنی طبیعت  
 و شرشت کے لحاظ سے بدترین پاؤ گے۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے  
 بارھویں حدیث مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

عن رسول الله صلى الله عليه  
 وسلم قال سيكون في امتي  
 حضور انور صلى الله عليه وسلم نے ارشاد  
 فرمایا کہ میری امت میں اختلاف و تفریق

کا واقع ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ پس اس سلسلے میں ایک گروہ نکلے گا جس کی باتیں بظاہر دلفریب و خوشنما ہوں گی لیکن کردار گمراہ کن اور خراب ہوگا۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیرشکار سے نکل جاتا ہے پھر دین کی طرف واپس لوٹنا انھیں نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ تیرا پنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔ وہ اپنی طبیعت و سرشت کے لحاظ سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کچھ بھی تعلق نہ ہوگا جو ان سے قتال کرے گا وہ خدا کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔ صحابہ نے فرمایا ان کی خاص پہچان کیا ہوگی یا رسول اللہ۔ فرمایا سر منڈانا۔

اختلاف و فریقة قوم یحسنون  
القیل و لیسئون الفعل یقرؤن  
القران لا یجاوز تراقیہم یرقون  
من الدین مروق السہم من  
الرمیہ لا یرجعون حتی یرتد  
السہم علی فرقہ ہم شر الخلق  
والخلیقة طوبی لمن قتلہم  
وقتلوا یدعون الی کتاب اللہ  
ولیسوا منافی شیئی من قاتلہم  
کان اولی باللہ منہم قالوا  
یا رسول اللہ ما سیماہم  
قال التحلیق۔

(مشکوٰۃ ص ۲۰۸)

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ اصل حدیث بیان کرنے سے تیسرھویں حدیث پہلے حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قسم خدا کی آسمان سے زمین پر گر پڑنا میرے لیے آسان ہے لیکن حضور کی طرف سے کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے بعد اصل حدیث کا سلسلہ یوں شروع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

انی سمعت رسول اللہ صلی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

فرماتے ہوئے سنا کہ اخیر زمانے میں  
 فخر اور کم سمجھ لوگوں کی ایک جماعت نکل  
 گی۔ باتیں وہ بظاہر اچھی کہیں گے لیکن ایمان  
 ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔  
 وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے  
 تیرشکار سے نکل جاتا ہے۔ پس تم انہیں  
 جہاں پانا قتل کر دینا کہ قیامت کے دن  
 ان کے قاتل کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے۔

اللہ علیہ وسلم یقول سیخرج  
 قوم فی اخر الزمان حدّاث الانسان  
 سفہاء الاحلام یقولون من خیر  
 قول البریة لا یجاوز ایمانہم  
 خاجرہم یمرقون من الدین  
 کما یمرق السہم من الرمیة  
 فاینما لقیتموہم فاقتلوہم  
 فان فی قتلہم اجر لمن قتلہم  
 یوم القیمة۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت ابو نعیم نے علیہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے  
 چودھویں حدیث نقل کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اخیر زمانے میں کیرے کھڑوں کی طرح  
 ہر طرف "گمانے" پھوٹ پڑیں گے  
 پس تم میں سے جو شخص وہ زمانہ پائے تو  
 اُسے چاہیے کہ وہ ان سے خدا کی پناہ مانگے۔

سیكون فی اخر الزمان دیدان  
 القراء فمن ادرك ذلك  
 الزمان فليتعوذ بالله منهم۔  
 (علیہ)

اسی کے ساتھ یہ حدیث بھی پڑھ لیجئے جو مشکوٰۃ شریف میں حضرت حسن بصری رضی اللہ

عنہ سے مروی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 لوگو ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ  
 لوگ اپنی مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں گے  
 جب ایسا زمانہ آجائے تو تم ان کے  
 ساتھ مت بیٹھنا۔ اللہ ایسے لوگوں سے  
 بے پروا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم یاتی علی الناس نرمان یون  
 حدیثہم فی مساجدہم فی امر  
 دیناہم فلا تجالسوہم فلیس  
 اللہ فیہم حاجت۔

(مشکوٰۃ)

محدث کبیر امام ابوعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے  
پندرہویں حدیث اس حدیث کی تخریج فرمائی اور صاحب ابویز نے اسے اپنی کتاب  
میں نقل کیا:

عن انس قال کان قینا شاب  
ذو عبادة و زهد واجتهاد  
فسمیناه لرسول الله صلی الله  
تعالیٰ علیہ وسلم فلم يعرفه و  
وصفناه بصفة فلم يعرفه فبینما  
نحن کذاک اذا قبل فقلنا  
یا رسول الله هو هذا فقال  
اتی لاری علی وجهه سفعة  
من الشیطان فجاء فلم فقال  
له رسول الله صلی الله علیہ  
وسلم اجعلت فی نفسك ان  
لیس فی القوم خیر منک فقال  
اللهم نعم ثم ولی فدخل  
المسجد فقال رسول الله  
صلی الله علیہ وسلم من یقتل  
الرجل فقال ابوبکر انا  
ندخل فاذا هو قائم یصلی  
فقال ابوبکر کیف اقتل  
رجلا وهو یصلی وقد نهانا النبی  
صلی الله علیہ وسلم عن قتل المصلین

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں  
ایک بڑا ہی عابد و زاہد نوجوان تھا ہم نے  
ایک دن حضور سے اس کا تذکرہ کیا۔  
حضور اسے نہیں جان سکے پھر اس کے حالات  
و اوصاف بیان کیے جب بھی حضور اسے  
نہیں پہچان سکے۔ یہاں تک کہ ایک دن  
وہ اچانک سامنے آگیا۔ جیسے ہی اس پر  
نظر پڑی ہم نے حضور کو خبر دی کہ یہ وہی  
نوجوان ہے۔ حضور نے اس کی طرف  
دیکھ کر ارشاد فرمایا میں اس کے چہرے پر  
شیطان کے دھتے دیکھتا ہوں۔ اتنے میں  
وہ حضور کے قریب آیا اور سلام کیا۔  
حضور نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا  
کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تو ابھی اپنے  
دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ تجھ سے بہتر یہاں  
کوئی نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں  
اسکے بعد جیسے ہی وہ مسجد کے اندر داخل ہوا  
حضور نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے  
حضرت ابوبکر نے جواب دیا میں۔ جب اس ارادہ  
سے وہ مسجد کے اندر گئے تو اسے نماز پڑھتا



واپس لوٹ آئے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ ایک نمازی کو کیسے قتل کروں جبکہ حضور نے نمازی کے قتل سے منع کیا ہے پھر حضور نے آواز دی کون اسے قتل کرتا ہے۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ میں۔ جب وہ مسجد کے اندر گئے تو اس وقت نوجوان سجدہ کی حالت میں تھا۔ وہ بھی اسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت ابو بکر کی طرح واپس لوٹ آئے۔ پھر حضور نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے۔ حضرت علی نے جواب دیا۔ میں۔ حضور نے فرمایا تم اسے ضرور قتل کرو گے بشرطیکہ وہ تمہیں مل جائے لیکن جب حضرت علی مسجد کے اندر داخل ہوئے تو وہ جا چکا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میری امت کے جملہ قتلہ پر ازواج میں سے یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا میری امت کے دو افراد بھی آپس میں کبھی نہیں لڑتے۔

فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم من يقتل الرجل فقال عمرانا يا رسول الله فدخل المسجد فاذا هو ساجد فقال مثل ما قال ابو بكر و اسراد لارجعن فقتد رجع من هو خير مني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يا عمر فذكر له فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يقتل الرجل فقال علي انا فقال انت تقتله ان وجدته فدخل المسجد فوجدته قد خرج فقال امار الله لو قتله لكان اولهم و اخرهم ولما اختلفا في امتي اثنان -

(ابریز شریف ص ۲۷)

یہ پندرہ حدیثیں آپ کی نظر کے سامنے ہیں۔ میں درخواست کروں گا کہ حاصل مطالعہ ایک بار پھر انہیں غور سے پڑھ جائیے۔ بات اس پیغمبر ذی شان کی ہے جو غیب کے رموز اور مستقبل کے اسرار سے پوری طرح واقف ہے۔ اس لیے چھم کا سورج پورب کی طرف ڈوب سکتا ہے لیکن تہی کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔

میں آپ کو غیرت سنی کی قسم دیتا ہوں۔ مذکورہ بالا حدیثوں پر ذرا بھی یقین ہو تو ہاتھ میں انصاف و دیانت کا چسپاں لے کر تلاش کیجئے کہ آخری زمانے میں جس گروہ کے ظہور کی پیغمبر نے خبر دی ہے آج وہ گروہ کہاں ہے؟ خدا کا شکر ہے کہ خبر دینے والے نے اس گروہ کو مختلف نشانیوں کے ذریعہ اتنا واضح کر دیا ہے کہ اب وہ دوپہر کے اجالے میں ہے۔ نشانیاں اسی لیے بتائی گئی ہیں کہ ان کی روشنی میں دین و ایمان کے نازنگروں کا سراغ لگایا جائے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص نبی کی خوشنودی کے مقابلے میں اپنی خواہشات کا عسلا م نہیں ہے تو اس کے لیے اس فتنے سے نظر بچانا بہت مشکل ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان پندرہ حدیثوں کے درمیان بھری ہوئی جملہ نشانوں کو اگر آپ ترتیب کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیں تو واقعات و مشاہدات کی سطح سے نجدی گروہ یا تبلیغی جماعت کی تصویر اچانک اُبھرائے گی۔

اور زحمت نہ ہو تو تھوڑی دیر کے لیے اپنی نگاہ کا سرشتہ میری نوک قلم کے ساتھ جوڑ دیجئے۔ میں حدیثوں کے انبار سے نشانیاں چننا جا رہا ہوں آپ جوڑتے جائیے۔ کچھ ہی دیر میں تبلیغی جماعت کی تصویر نہ بن جائے تو میرے قلم پر سے اپنا اعتماد اٹھالیجئے گا۔

(۱) حدیث ۱۱ تا ۱۵ میں بتایا گیا ہے کہ کفر اور شیطان کے نشانوں کی تلاش فتنے کا مرکز مدینہ کے مشرقی سمت پر واقع ہونے والا نجد کا خطہ ہے اسی مشرقی خطے سے مسلمان نام کا ایک گروہ اٹھے گا جو قرآن پڑھے گا لیکن قرآن اس کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائے گا لیکن دین سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اب تجربات کی روشنی میں پرکھ لیجئے کہ سوا تبلیغی جماعت کے آج وہ کون سا گروہ ہے جس کا ایک کنارہ دہلی میں ہے تو دوسرا کنارہ نجد کے "ریاض" سے جاملتا ہے۔

(۲) حدیث ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳

واصروح من ذلك ان هذا  
المفرد محمد ابن عبدالوهاب  
بن تميم فيحتل انه من عقب  
ذي الخويصرة التميمي الذي  
جاء فيه حديث البخاري عن  
ابي سعيد الخدري رضي الله  
عنه - ( الدرر ص ۵۱ )  
اور سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے  
کہ ابن عبدالوہاب نجدی کا سلسلہ نسب  
بنی تمیم سے ہے۔ اس لیے کچھ لعیند  
نہیں ہے کہ وہ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل  
سے ہو جس کے متعلق بخاری شریف میں  
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے حدیث منقول ہے۔

علاوہ ازیں خوارج کے بارے میں صاحب لمعات نے لکھا ہے کہ ان میں سے کوئی  
بھی ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے نہیں تھا۔ ان کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں: لم یکن فی الخوارج  
قوم من نسل ذی الخویصرہ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۲۵)۔ اس لیے ماننا پڑے گا  
کہ حدیث ۹، ۱۱، ۱۲ میں ظاہر ہونے والے گروہ سے نجدی گروہ مراد لینا حقیقت واقعہ  
کے عین مطابق ہے۔

(۳) حدیث ۱۲ میں اس گروہ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن  
اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ ان کا دین سے کچھ بھی تعلق نہ ہوگا۔ اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتے  
ہوں تو تبلیغی جماعت کے حلقہائے درس قرآن اور ان کے دعوتی اجتماعات کو دیکھ لیجئے۔  
لوگوں کو دین اور قرآن کی طرف بلاتے بلاتے ان کی زبانیں خشک ہو جاتی ہیں لیکن کسی روزن  
جہانک کر دیکھیے تو یہ ساری نمائش محض اس لیے ہے کہ دین میں فساد پیدا کریں۔

(۴) حدیث ۱۲، ۱۳ میں اس گروہ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ اُدپسے باتیں  
اچھی کریں گے لیکن اندر سے عمل اس کے خلاف ہوگا۔ قول و فعل کا یہ تضاد دیکھنا چاہتے ہوں تو  
تبلیغی جماعت کو دیکھ لیجئے باتوں کی حد تک وہ کتنے سراپا اخلاص، اسلام و دوست اور خوشنما  
نظر آتے ہیں لیکن کردار دیکھیے تو اب تک لاکھوں خوش عقیدہ مسلمانوں کا ایمان غارت کر چکے ہیں  
توحید کا نام لے کر رسالت کی تقصیر کرنا اس گروہ کا جماعتی شعار بن چکا ہے۔

(۵) حدیث ۱۴ میں اس گروہ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کا

خون ہمایوں کے، مشرکین سے کوئی چھڑ نہیں کریں گے۔ نجدی گروہ کے بارے میں اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتے ہوں تو مولانا محمد علی جوہر کا یہ منصفانہ بیان پڑھیے۔ پچھلے صفحات میں مولانا حسین احمد صاحب کا بھی اسی طرح کا بیان گزر چکا ہے؛

نجد اور نجدیوں کا یہی کارنامہ ہے کہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے خون میں ان کے ہاتھ رنگے ہیں اور غالباً اس وقت بھی یمن کے مسلمانوں پر جنگ کی تیاری ہے حالانکہ سرگبرٹ (عیسائی ڈپلومیٹ) سے حدودِ حرم کے سامنے ہی ملاقات کر کے انہوں (نجدیوں) کے برطانیہ سے معاہدہ کیا ہے کہ برطانوی القلاب کے حدود کے خلاف قدم نہیں اٹھائیں گے۔ مقالات محمد علی حصہ اول ص ۳۷۔

تبلیغی جماعت اور نجدی گروہ کے درمیان چونکہ کوئی خاص فرق نہیں ہے اس لیے یہ نشانی تبلیغی جماعت کا بھی انجام معلوم کرنے کے لیے کافی ہے۔

(۶) حدیث ۵، ۱۱، ۱۲ میں اس گروہ کی ایک خاص پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ التزام کے ساتھ اپنا سر منڈائیں گے۔ گویا یہ فعل ان کا جماعتی شعار بن جائے گا۔ اب اس کی تصدیق کے لیے عرب کی مستند تاریخ الفتوحات الاسلامیہ کے مصنف کا یہ بیان پڑھ لیجیے؛

سماہم التحلیق تصریح بھذہ	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان کہ انکی
الطائفة لانہم کانوا یا مروون	خاص نشانی سر منڈانا ہے۔ یہ نجدی
کل من اتبعہم ان یحلق راسہ	گروہ کے حق میں بالکل صراحت ہے کیونکہ
ولم یکن ہذا الوصف لاحد	یہی لوگ اپنے متبعین کو سر منڈانے کی
من الخوارج والمبتدعة	ہدایت کرتے ہیں۔ سرکار کی بتائی ہوئی یہ
الذین کانوا قبل نرا من ہؤلایہ۔	نشانی خوارج اور گزشتہ بدین فرقوں میں
(الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۲۶۸)	سے کسی فرقہ کے اندر موجود نہیں تھی۔ یہ

شمار صرف فرقہ و باہر نجدیہ کا ہے۔

لفظ "تحلیق" کی لغوی تشریح کے سلسلے میں بحث و نظر کا ایک گوشہ  
**ایک عجیب نکتہ** بہت زیادہ قابل توجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تحلیق کا ترجمہ عام طور پر

”سرمنڈانا“ کیا جاتا ہے لیکن دیوبند کی معتد کتاب مصباح اللغات ص ۱۲۸ میں اس کے ہم مادہ لفظ کا ترجمہ ”چکر لگانا“ اور ”حلقے میں بیٹھنا“ بھی کیا گیا ہے۔ خالی الذہن ہو کر سوچے تو یہ دونوں ترجمے تبلیغی جماعت پر پوری طرح فٹ ہو جاتے ہیں۔ ایک ترجمہ اگر ان کی چلت پھرت کو بتاتا ہے تو دوسرا ترجمہ ان کے ”اجتماع“ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۷) حدیث ۹ میں اس گروہ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ نماز اتنی نماستی پابندی یا اتنے ظاہری اہتمام و خشوع کے ساتھ پڑھیں گے کہ دوسرے لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھنے لگیں گے۔ تبلیغی جماعت کا یہ وصف اتنا ظاہر ہے کہ اب اس کے متعلق کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ مثال کے طور پر آپ کو ایسے بے شمار نمازی ملیں گے جنہیں نماز پڑھتے ہوئے چالیس چالیس سال گزر گئے لیکن ان کی پیشانیاں نماستی سجدوں کے نشان سے بے داغ ہیں اور یہاں تبلیغی جماعت کے نمازیوں کو جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہو پاتے کہ ان کی پیشانیاں داغدار ہو جاتی ہیں۔ اب اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا تلاش کی جاسکتی ہے کہ یہ لوگ سجدہ نہیں کرتے، پیشانیوں کو سجدوں سے داغ کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر اپنی نماز خوانی کی دھونس جمائیں۔

(۸) حدیث ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں اس گروہ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ اپنی نماز عبادت کی نخوت میں اپنے سوا سب کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، اپنے سے بڑوں بڑوں کو بر ملا ٹوکتے پھرنا، یہاں تک کہ انبیاء و اولیاء کی بھی تنقیص کرنا اس گروہ کا جماعتی شعار ہوگا۔ تبلیغی جماعت کے حق میں اس نشانی کی تصدیق کرنا چاہتے ہوں تو مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی کی تقریر کا یہ حصہ پڑھیے:

”میں ہر جمعہ کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا تھا اور جماعت کے بے ضابطہ مقررین کی شکایات عرض کرتا رہا کہ میں بہت سے موقعوں پر خود سن چکا ہوں کہ یہ لوگ علماء کرام اور مدارس کا مختلف انداز سے استخفاف (تحقیر) کرتے ہیں۔ آپ حضرات کو جلد از جلد اس کی شدت سے روکنا چاہیے۔ علماء کرام کو سخت شکایات ہیں۔ اصول دعوت و تبلیغ ص ۲۲۔



دوسری جگہ موصوف نے اس مردم آزار نوحہ کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے —

کہتے ہیں :

”کچھ عجیب سی بات ہے جو تبلیغی جماعت سے جتنا قریب تر ہوتا ہے وہ اتنا ہی دوسرے علماء سے بعید تر ہوتا چلا جاتا ہے آخر ایسا کیوں؟ اور جس نے دو چال چلے دے دیئے تو پھر تو اس کی ترقی درجات کے کیا کہنے پھر تو وہ علماء کی بھی کوئی حقیقت اپنے سامنے نہیں سمجھتا“ :- اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۰۔

اور تبلیغی جماعت کے لوگوں میں تنقیص انبیاء کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش دیکھنا چاہتے

تو بانی جماعت مولوی ایلیاس صاحب کے ایک خط کا یہ حصہ پڑھیے جسے انہوں نے تبلیغی جماعت کے کارکنوں کے نام لکھا تھا۔ لکھتے ہیں :

”اگر حق تعالیٰ کسی سے کام نہیں لینا چاہتے تو پتا ہے انبیاء بھی کتنی کوشش کریں تب

بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں

جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے“ :- مکاتیب ایلیاس ص ۱۰۷۔

(۹) حدیث نمبر ۱۳ میں اس گروہ کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ سادہ لوح،

بے سمجھ اور نو عمر لوگوں پر مشتمل ہو گا۔ تبلیغی جماعت کے حق میں اس نشانی کی تصدیق کرنا چاہتے

ہوں تو ان کے کسی بھی اجتماع میں پہنچ جائیئے وہاں دونوں ہی طرح کے لوگ آپ کو مل جائیں گے

بہت بڑی تعداد ان کم پڑھے لکھے سادہ لوح عوام کی نظر آئے گی جو اپنی خوش فہمی میں دین کا

کام سمجھ کر تبلیغی جماعت کے ساتھ ہو گئے ہیں اور دوسرا گروہ اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور

مسلم آبادی کے ان پڑھوں جو انوں کا ملے گا جو اپنے مذہبی جذبے کی تسکین کا ذریعہ سمجھ کر

تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں۔ کوئی اپنی سادہ لوحی اور حماقت مآبی سے فریب کا شکار،

اور کوئی اپنی نو عمری اور ناتجربہ کاری کے سبب غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ چہرے کا نقاب

الٹ کر کسی نے بھی اصل حقیقت سے واقفیت ہم پہنچانے کی کوشش نہیں فرمائی ہے۔

(۱۰) حدیث ۱۴ میں بتایا گیا ہے کہ آخری زمانے میں کٹرے مکوڑوں کی طرح ہر طرف

مٹے مٹے نظر آئیں گے اور مسجدوں کو چوپال بنا لیا جائے گا۔ تجربات و مشاہدات کے

آئینے میں دیکھیے تو تبلیغی جماعت اس پیشین گوئی کی حقیقتی جاگتی تصویر ہے۔ لاتعداد ایسے افراد اس گروہ سے پھوٹ پڑتے ہیں جو تبلیغی نصاب کی چندارد و کتابیں پڑھ کر "مولانا" بن گئے ہیں اور بڑے بڑے علماء کو بھی اب وہ خاطر میں نہیں لاتے۔ جیسا کہ اس کا شکوہ اب اس گروہ کے علماء بھی کرنے لگے ہیں۔ مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی کے یہ الفاظ پڑھیے:

"غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کپوڈر تک نہیں ہو سکتا مگر (ان لوگوں نے دین کو آنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کا جی چاہے وعظ و تقریر کرنے کھڑا ہو جائے کسی سند کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہی موقع پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے نیم حکیم خطرہ جان نیم ملاحظہ ایمان فی اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۲۔

اسی سلسلے میں موصوف کی تقریر کا یہ حصہ بھی پڑھنے کے قابل ہے:

"میرے بزرگو! جب ناواقف و نااہل لوگ منصبِ خطابت پر فائز ہوں گے تو وہ اپنے مبلغِ علم کے مطابق ہی نہیں بولیں گے بلکہ اپنے علم سے آگے نکلے پیدا کریں گے۔ ان کو اتنی جرأت ہو گئی کہ وہ لوگ اپنے خطابات میں تنبیہات فرماتے ہیں۔"

اور مسجدوں کا حال کیا پوچھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے ان خانہ بدوشوں کی بدولت اب وہ مسجد کے سوا سب کچھ ہیں۔ کھانا پکانے، کھانا کھانے اور لیٹنے سونے سے لے کر زندگی کے دوسرے مشاغل تک سارے دنیوی امور اب وہیں انجام پاتے ہیں۔ مسجدوں کی بے حرمتی کے ایسے ایسے جگر سوز حالات سننے میں آتے ہیں کہ کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔

(۱۱) حدیث نمبر ۶ - ۱۲ میں بتایا گیا ہے کہ یہ گروہ مختلف ناموں، مختلف شکلوں اور مختلف رنگ و روپ کے ساتھ ہر دور میں موجود رہے گا یہاں تک کہ اس کا آخری دستہ مسیح و ہمال کے ساتھ نکلے گا۔ تبلیغی جماعت پر یہ دونوں حدیثیں پوری طرح منطبق ہوتی ہیں کیونکہ تبلیغی جماعت جن عقائد باطلہ کی علم پڑا رہے وہ بالکل وہی ہیں جنہیں ابن عبد الوہاب نجدی، ابن تیمیہ اور ابن قیم سے لے کر معتزلہ اور خوارج تک ہر دور کے باطل پرستوں نے مختلف ناموں، مختلف جماعتوں اور مختلف رنگ و روپ کے ساتھ پروان چڑھایا ہے۔ صرف نام نیا ہے باقی ساری گمراہیاں پرانی ہیں۔

یہیں سے اس تاویل کا بھی دروازہ بند ہو جاتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے جس جماعت کے ظہور کی خبر دی تھی وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نیست و نابود ہو گئی کیونکہ یہاں سوال کسی متعین جماعت کا نہیں ہے بلکہ اس کا فرائز ذہن کا ہے جو اُس وقت بھی موجود تھا اور ناموں کے اختلاف کے ساتھ آج بھی موجود ہے اور بدلتے ہوئے طرف و احوال کے مطابق خروج و جہال تک موجود رہے گا۔

(۱۲) حدیث نمبر ۱۱-۱۲ میں اُس گروہ کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ اپنے مزاج اور سرشت کے لحاظ سے نہایت بدترین لوگ ہوں گے۔ تبلیغی جماعت کے حق میں اگر آپ اس نشانی کی تصدیق کرنا چاہتے ہوں تو کسی نچتے کار تبلیغی کو ٹیٹول کر دیکھ لیجئے۔ نہایت خشک مزاج، بدخوا اور متکبر سے آپ پائیں گے روحانی شگفتگی، ذوق لطیف، گداز قلب اور کیف عشق سے وہ یکسر محروم نظر آئے گا بلکہ نجدیوں کے حق میں تو شقاوت قلب کی صاف و صریح حدیث وارد ہوئی ہے تبلیغی جماعت کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔

(۱۳) حدیث نمبر ۵-۱۲ میں اس گروہ کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ ایک بار حق سے منحرف ہو چکنے کے بعد دوبارہ حق کی طرف واپسی ان کے لیے ناممکن ہو جائے گی۔ تبلیغی جماعت کے حق میں اس نشانی کی تصدیق کرنا چاہتے ہوں تو کسی بھی سرگرم تبلیغی کو جانچ لیجئے۔ لاکھ آپ کوشش کریں گے کہ وہ عقیدے کے فساد سے ہٹ جائے رسولِ عربی کے گستاخوں کا ساتھ نہ دے۔ مقبولانِ حق کی بارگاہوں سے عقیدت رکھے لیکن وہ عشق و ایمان کی سچائیوں کی طرف کبھی پلٹ کر واپس نہیں آئے گا۔

قبل اس کے کہ مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں آپ تبلیغی جماعت ذہن کا آخری کاٹنا کے متعلق کوئی فیصلہ کریں مجھے چند لمحے کے لیے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے احساس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر آپ سے ایک بات کہوں۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ تبلیغی جماعت کے خلاف کوئی فیصلہ کرتے ہوئے آپ کو جو سب سے بڑی الجھن پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت جو قرآن اور دین کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے۔ نماز اور روزہ کی خود بھی پابند ہے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتی ہے۔

لوگوں کو اچھی باتوں کی تلقین کرنا جس نے اپنا مقصد حیات ٹھہرایا ہے اُسے کیونکہ گمراہ اور بے دین قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسی دین پرور جماعت بھی گمراہ اور بے دین ہے تو پھر دنیا میں دیندار اور سچی پرست کون ہے؟

میں عرض کروں گا تقریباً اسی طرح کی کشمکش حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی اس نوجوان نمازی کے متعلق پیش آئی تھی جسے قتل کرنے کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صادر فرمایا تھا۔ وہ بھی یہ سوچ کر واپس لوٹ آئے تھے کہ ایک نمازی کو کیونکر قتل کیا جائے۔

اور پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خبر دی تھی کہ اخیر زمانے میں ایک جماعت نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے، اچھی باتوں کی تلقین کریں گے، نماز و روزہ کا اہتمام ان کے یہاں سب سے زیادہ ہوگا اور اس کے باوجود دین سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا تو اس وقت بھی صحابہ کرام کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ کسی بھی شخص کو دین دار اور پسندیدہ قرار دینے کے لیے یہی ظاہری علامتیں دیکھی جاتی ہیں۔ دل کے اندر کون اترتا ہے۔ اور جب یہی علامتیں بے دین اور منحرف لوگوں کے لیے بھی حضور قرار دے رہے ہیں تو پھر دیندار نمازی اور بے دین نمازی کے درمیان امتیاز کس طرح کیا جائے گا؟

غالباً اسی حیرانی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے سب کچھ سن لینے کے بعد پھر یہ سوال کیا کہ وما سیماہم؟ یا رسول اللہ ان کی خاص علامت کیا ہے؟ مطلب یہ تھا کہ یہی علامتیں تو خدا پرست اور دین دار مسلمانوں کی بھی ہیں کوئی ایسی علامت بتائیے جو اسی بے دین اور گمراہ کن جماعت کے ساتھ خاص ہو تو اس کے جواب میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ سیماہم التحلیق ان کی خاص علامت سر منڈانا ہوگی۔

کتنے کا مدعا یہ ہے کہ جن اوصاف کی وجہ سے آپ تبلیغی جماعت کو پسند فرماتے ہیں در اصل وہی اوصاف ہمیں ایک ایسی جماعت سے روشناس کراتے ہیں جو اخیر زمانے میں ظاہر ہوگی اور جس سے علیحدہ رہنے کی رسول عربی نے اپنی امت کو تاکید فرمائی ہے۔ اگر تبلیغی جماعت ان اوصاف کی حامل نہ ہوتی تو اس کی طرف سے بدگمانی کا کوئی سوال ہی

نہیں پیدا ہوتا۔ خطرہ محسوس کرنے کا باعث تو دراصل اس کے یہ اوصاف ہی ہیں۔

اچھا! ساری بحث جانے دیکھے کم از کم حدیثوں پر یقین کے نتیجے میں اتنا تو نسخہ شفا آپ بھی تسلیم کریں گے کہ اخیر زمانے میں ایک جماعت نکلے گی جو مذکورہ بالا اوصاف کی حامل ہوگی۔ اگر وہ تبلیغی جماعت نہیں تو پھر آپ ہی بتائیے کہ دوسری وہ کون سی جماعت ہے جس میں ماسبقی حدیثوں کی بیان کردہ علامتیں پائی جا رہی ہیں۔

اس لیے ذہنی خلجان کا علاج یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کو صرف روزہ، نماز اور چند ظاہری خوبیوں کے رُخ سے نہ دیکھے بلکہ احادیث میں اُس بے دین جماعت کی حقیقی علامتیں بیان کی گئی ہیں اُن ساری علامتوں کے آئینے میں تبلیغی جماعت کا جائزہ لیجیے۔ روزہ، نماز اور دینی دعوت تو اُن علامتوں کا صرف ایک حصہ ہے۔ تصویر کا صرف ایک رُخ دیکھ کر پوری شخصیت کا سراپا معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔

ان حالات میں اب مومن کا ضمیر ہی اس کا فیصلہ کرے گا کہ رسول پاک ضمیر کا فیصلہ صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی تبلیغی جماعت کے ساتھ

منسلک ہونے میں ہے یا اس سے علیحدہ رہنے میں؛ یہ سوال صرف ان لوگوں سے ہے جنہیں صرف خدا و رسول کی خوشنودی کا جذبہ تبلیغی جماعت کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ باقی وہ گئے وہ لوگ جو کسی مادی منفعت کی لالچ یا مذہبی شقاوت کے جذبے میں تبلیغی جماعت کے ساتھ ہو گئے ہیں تو اُن کے متعلق میں صرف اتنا کہوں گا کہ وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں جتنی دُور تک جانا چاہیں چلے جائیں۔ احترامِ نبوت کے قانون کی اب کوئی زنجیر ان کے اُٹھے ہوئے قدموں کو نہیں روک سکتی۔ لیکن صرف اتنی سچائی برقرار رکھیں کہ اپنے نفس کے شیطان کی فرماں برداری کرتے وقت خدا و رسول کی خوشنودی کا نام نہ لیا کریں۔

ویلے کرنے کے لیے تو آدمی گناہ بھی کرتا ہے مگر وہ گناہ کو گناہ ہی سمجھتا ہے تو اب نہیں گردانتا۔ اس طرح کے گنہگاروں سے کسی دن بھی واپسی کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن جو لوگ کہ گناہ کو ثواب، شقاوت کو توجید اور بغاوت کو ایمان سمجھ لیتے ہیں ان کی واپسی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ غالباً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد پاک میں اسی مغہوم



کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ دین سے نکل جانے کے بعد پھر دین کی طرف واپس نہیں لوٹیں گے۔  
بہر حال یہ کہتے ہوئے اب اس بحث کا سلسلہ ختم کرتا ہوں کہ جن اوصاف کی وجہ سے لوگ  
تبلیغی جماعت کو پسند کرتے ہیں انہیں کہ وہی اوصاف ہیں اس گروہ سے بھی روشناس کرانے  
ہیں جس کی نشان دہی آج سے تقریباً چودہ سو برس پیشتر خدا کے آخری پیغمبر نے فرمائی تھی اور اپنی  
وفادار امت کو تاکید کی تھی کہ جب ان نشانیوں کا کوئی گروہ تمہیں ملے تو تم اس سے دور رہنا۔  
اب جس امتی کو اپنے رسول کی خوشنودی عزیز ہو وہ تبلیغی جماعت سے دور رہے  
اور جو اپنی خواہش نفس کا غلام ہو اسے ایک وفادار مومن کی روش اختیار کرنے پر مجبور  
نہیں کر سکتا۔

اب اس کتاب کے خاتمے پر میں آپ سے چند آخری کلمات کہہ کر  
الوداعی کلمات رخصت ہو رہا ہوں۔ اپنی معلومات کے مطابق تبلیغی جماعت سے  
متعلق جتنے حقائق میں نے آپ کے سامنے پیش کیے ہیں، ان پر پُر خلوص جذبے کے ساتھ  
غور فرمائیں۔

آپ اگر تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ہیں تو میں آپ کی نیت پر حملہ نہیں کروں گا۔  
ہو سکتا ہے آخرت کا شوق ہی آپ کو اس طرف کھینچ کر لے گیا ہو۔ لیکن کیا ایک لمحے کے لیے  
آپ یہ سوچنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ میں نے اس کتاب میں تبلیغی جماعت کے خلاف  
جتنے حقائق پیش کیے ہیں کیا وہ سب کے سب یلخت غلط اور بے بنیاد ہیں؟ فرض کیجئے آپ کے  
تئیں سارے الزامات غلط ہیں تو کیا ان حدیثوں کو بھی آپ غلط کہہ دیکئے گا جن کے ذریعہ تبلیغی  
جماعت سے علیحدگی میں رسول پاک کی خوشنودی کا پتہ چلتا ہے۔ بہر حال آپ کے تئیں  
تبلیغی جماعت میں اگر کچھ خیر کا حصہ تو اردوئے انصاف "بشر" کا حصہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔  
اس لیے تمہوڑے سے خیر کے لیے اپنے آپ کو بہت بڑے شر میں مبتلا کر دینا نہ اسلام ہی کا  
مطالبہ ہے اور نہ عقل ہی کا تقاضا۔ تبلیغی جماعت کا ساتھ دینے میں اخروی مفرت کا یقین  
نہی اس سوال کا احتمال تو بہر حال ہے کہ رسول کی نشان دہی کے باوجود تم نے ایسی جماعت  
کا ساتھ کیوں دیا؟ لیکن علیحدہ رہنے میں کوئی خطرہ نہیں نہ دنیا کا نہ آخرت کا!



# تفسیر نبوی

مؤلفہ  
فاضل اہل عارف کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ  
علامہ پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی

مکتبہ نبویہ  
گنج بخش روڈ لاہور



# تفسیر نبوی

مؤلفہ

فاضلِ اجلِ عارفِ کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

## ایکے مثال تفسیر

اعتقادی اور نظریاتی نشوونما کا مرقع

ایک سو دس (۱۱۰) تفسیر کا پچوڑ

عقائد باطلہ کا مسکت رد

شرعیات و طریقت کے اسرار و رموز کا جامع ذخیرہ

صوفیہ اشارات و تنقیحات کا چشمہ

آپ اس تفسیر کو خود پڑھیں۔

احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

اپنے کتب خانہ کی زینت بنائیں۔

یہ تفسیر آپ کو بہت سی تفاسیر کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور